ماہنامہ السنۃ، جہلم   شمارہ نمبر 78-73

نومبر 2014 تا اپریل 2015 بمطابق محرم تا جمادیٰ ثانیہ 1436ھ

۱۴۶   ۲۳۶

قرآن و حدیث پر مبنی عقائد و اعمال کو صحابہ کرام، تابعین عظام اور تبع تابعین و ائمہ دین کے فہم کی روشنی میں سمجھنا اور اپنانا اہل سنت و اہل حق کا وطیرہ ہے۔ کتنے ہی عقائد و اعمال ایسے ہیں کہ سلف صالحین کے نزدیک وہ کفر و شرک اور بدعت ہیں، لیکن اہل کلام و اہل بدعت کے ہاں وہ دین کا درجہ رکھتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مذہبِ سلف کی بنیاد قرآن و حدیث پر ہے، جبکہ اہل بدعت کا مزعومہ دین ان کی آرا و خواہشات پر مبنی ہے۔ یہ لوگ پہلے عقیدہ اور عمل وضع کرتے ہیں، بعد میں قرآن و حدیث کی باطل تاویل اور دوراز کار توجیہ کر کے اسے بطورِ دلیل پیش کرتے ہیں۔ یوں ان کا عقیدہ اور عمل سلف صالحین کے مطابق باطل قرار پاتا ہے۔

❁ امامِ اندلس، محمد بن وضاح رحمہ اللہ (199-286ھ) فرماتے ہیں:

فَعَلَيْكُمْ بِالِاتِّبَاعِ لِأَئِمَّةِ الْهُدَى الْمَعْرُوفِينَ، فَقَدْ قَالَ بَعْضُ مَنْ مَضٰى : كَمْ مِّنْ أَمْرٍ هُوَ الْيَوْمَ مَعْرُوفٌ عِنْدَ كَثِيرٍ مِّنَ النَّاسِ؛ كَانَ مُنْكَرًا عِنْدَ مَنْ مَّضٰى، وَمُتَحَبَّبٌ إِلَيْهِ بِمَا يُبْغِضُهُ عَلَيْهِ، وَمُتَقَرَّبٌ إِلَيْهِ بِمَا يُبْعِدُهُ مِنْهُ، وَكُلُّ بِدْعَةٍ عَلَيْهَا زِينَةٌ وَّبَهْجَةٌ .

”تم پر معروف ائمہ ہدیٰ کی پیروی ضروری ہے۔ بعض اسلاف نے کہا ہے: کتنے ہی معاملات آج لوگوں میں مشہور ہیں، لیکن اسلاف کے ہاں وہ منکر تھے، کتنے ہی امور آج محبوب ہیں، حالانکہ اسلاف کے نزدیک قابل نفرت تھے اور کتنے ہی معاملات آج تقربِ الٰہی کا ذریعہ سمجھے جاتے ہیں، جبکہ اسلاف کے ہاں وہ اللہ

تعالیٰ سے دُوری کا سبب تھے۔ ہر بدعت خوبصورت اور خوش نما ہوتی ہے۔‘‘

(البدع والنهي عنها، ص : 89، تحت الحديث : 107)

تین فضیلت والے زمانوں کے لوگ، یعنی صحابہ کرام، تابعین عظام اور تبع تابعین معیارِ حق ہیں۔ان کے فہم و منہج کے مطابق قرآن و حدیث کی پیروی ضروری ہے۔تبرک ایسے اہم مسئلہ پر بھی ہم فہم سلف کی روشنی میں گفتگو کرتے ہیں۔

تبرک کی تعریف :

❀ عالَمِ عرب کے مشہور عالم، علامہ محمد بن صالح عثیمین رحمہ اللہ (1347-1421ھ) تبرک کے حوالے سے فرماتے ہیں :

تَبَرُّكٌ تَفَعُّلٌ مِّنَ الْبَرَكَةِ، وَالْبَرَكَةُ هِيَ كَثْرَةُ الْخَيْرِ وَثُبُوتُهٗ، وَهِيَ مَأْخُوذَةٌ مِّنَ الْبِرْكَةِ بِالْكَسْرِ، وَالْبِرْكَةُ مَجْمَعُ الْمَاءِ، وَمَجْمَعُ الْمَاءِ يَتَمَيَّزُ عَنْ مَّجْرَى الْمَاءِ بِأَمْرَيْنِ؛ الْكَثْرَةِ وَالثُّبُوتِ، وَالتَّبَرُّكُ طَلَبُ الْبَرَكَةِ، وَطَلَبُ الْبَرَكَةِ لَا يَخْلُو مِنْ أَمْرَيْنِ؛ الْأَوَّلُ أَنْ يَّكُونَ التَّبَرُّكُ بِأَمْرٍ شَرْعِيٍّ مَّعْلُومٍ، مِّثْلِ الْقُرْآنِ، قَالَ تَعَالٰى : ﴿**كِتَابٌ اَنْزَلْنَاهُ اِلَيْكَ مُبَارَكٌ**﴾(صٓ 38 : 29)، فَمِنْ بَرَكَتِهٖ أَنَّ مَنْ أَخَذَ بِهٖ حَصَلَ لَهُ الْفَتْحُ، فَأَنْقَذَ اللّٰهُ بِذٰلِكَ أُمَمًا كَثِيرَةً مِّنَ الشِّرْكِ، وَمِنْ بَرَكَتِهٖ أَنَّ الْحَرْفَ الْوَاحِدَ بِعَشْرِ حَسَنَاتٍ، وَهٰذَا يُوَفِّرُ لِلْإِنْسَانِ الْوَقْتَ وَالْجُهْدَ....، إِلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ مِنْ بَرَكَاتِهِ الْكَثِيرَةِ، وَالثَّانِي أَنْ يَّكُونَ بِأَمْرٍ حِسِّيٍّ مَّعْلُومٍ، مِثْلِ التَّعْلِيمِ، وَالدُّعَاءِ، وَنَحْوِهٖ، فَهٰذَا الرَّجُلُ

يَتَبَرَّكُ بِعِلْمِهِ وَدَعْوَتِهِ إِلَى الْخَيْرِ، فَيَكُونُ هٰذَا بَرَكَةً لِّأَنَّنَا نِلْنَا مِنْهُ خَيْرًا كَثِيرًا، وَقَالَ أُسَيْدُ ابْنُ حُضَيْرٍ : مَا هٰذِهِ بِأَوَّلِ بَرَكَتِكُمْ يَا آلَ أَبِي بَكْرٍ، فَإِنَّ اللّٰهَ يَجْرِي عَلٰى بَعْضِ النَّاسِ مِنْ أُمُورِ الْخَيْرِ مَا لَا يَجْرِيهِ عَلٰى يَدِ الْآخَرِ، وَهُنَاكَ بَرَكَاتٌ مَّوْهُومَةٌ بَاطِلَةٌ مِّثْلُ مَا يَزْعُمُهُ الدَّجَّالُونَ أَنَّ فُلَانًا ـ الْمَيِّتَ الَّذِي يَزْعُمُونَ أَنَّهٗ وَلِيٌّ ـ أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ بَرَكَتِهٖ، وَمَا أَشْبَهَ ذٰلِكَ، فَهٰذِهٖ بَرَكَةٌ بَاطِلَةٌ، لَا أَثَرَ لَهَا، وَقَدْ يَكُونُ لِلشَّيْطَانِ أَثَرٌ فِي هٰذَا الْأَمْرِ، لٰكِنَّهَا لَا تَعْدُو أَنْ تَكُونَ آثَارًا حِسِّيَّةً، بِحَيْثُ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَخْدِمُ هٰذَا الشَّيْخَ، فَيَكُونُ فِي ذٰلِكَ فِتْنَةً، أَمَّا كَيْفِيَّةُ مَعْرِفَةِ هَلْ هٰذِهِ مِنَ الْبَرَكَاتِ الْبَاطِلَةِ أَوِ الصَّحِيحَةِ؛ فَيُعْرَفُ ذٰلِكَ بِحَالِ الشَّخْصِ، فَإِنْ كَانَ مِنْ أَوْلِيَاءِ اللّٰهِ الْمُتَّقِينَ الْمُتَّبِعِينَ لِلسُّنَّةِ الْمُبْتَعِدِينَ عَنِ الْبِدْعَةِ، فَإِنَّ اللّٰهَ قَدْ يَجْعَلُ عَلٰى يَدَيْهِ مِنَ الْخَيْرِ وَالْبَرَكَةِ مَا لَا يَحْصُلُ لِغَيْرِهٖ، وَمِنْ ذٰلِكَ مَا جَعَلَ اللّٰهُ عَلٰى يَدِ شَيْخِ الْإِسْلَامِ ابْنِ تَيْمِيَّةِ مِنَ الْبَرَكَةِ الَّتِي انْتَفَعَ بِهَا النَّاسُ فِي حَيَاتِهٖ وَبَعْدَ مَوْتِهٖ، أَمَّا إِنْ كَانَ مُخَالِفًا لِّلْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، أَوْ يَدْعُو إِلٰى بَاطِلٍ، فَإِنَّ بَرَكَتَهٗ مَوْهُومَةٌ، وَقَدْ تَضَعُهَا الشَّيَاطِينُ لَهٗ مُسَاعَدَةً عَلٰى بَاطِلِهٖ، وَذٰلِكَ مِثْلُ مَا يَحْصُلُ لِبَعْضِهِمْ أَنَّهٗ يَقِفُ مَعَ النَّاسِ فِي عَرَفَةَ ثُمَّ يَأْتِي إِلٰى بَلَدِهٖ، وَيُضَحِّي مَعَ أَهْلِ بَلَدِهٖ.

''تبرک، برکۃ مادہ سے بابِ تفعل کا مصدر ہے۔بھلائی کی کثرت اور اس کے دوام کو برکت کہتے ہیں۔لفظِ برکت، برکۃ سے ماخوذ ہے،جو پانی کے تالاب کو کہا جاتا ہے۔تالاب کا بہتے ہوئے پانی سے دوطرح کا فرق ہوتا ہے؛ ایک زیادہ ہونے سے اور دوسرے ٹھہرنے سے۔تبرک برکت طلب کرنے کا نام ہے۔برکت کوطلب کرنا دوطرح سے ہوسکتا ہے؛ایک تو کسی شرعی معلوم امر سے،جیسے قرآنِ کریم سے برکت حاصل کرنا،جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿كِتَابٌ اَنْزَلْنَاهُ اِلَيْكَ مُبَارَكٌ﴾ (جو کتاب ہم نے آپ کی طرف نازل کی ہے،مبارک ہے)۔یہ اس کتاب کی برکت ہے کہ جو اسے اپنا لیتا ہے،اسے فتح حاصل ہوتی ہے۔اس کتاب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بہت سے لوگوں کو شرک سے بچایا۔یہ بھی قرآنِ کریم کی برکت ہے کہ ایک حرف کے بدلے میں دس نیکیاں ملتی ہیں۔اس سے انسان کے وقت اور محنت دونوں کی بچت ہوتی ہے۔یوں قرآنِ مجید کی اور بھی بہت سی برکات ہیں۔ برکت کی دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ کسی حسی معلوم چیز سے برکت حاصل کی جائے،جیسے تعلیم،دعا وغیرہ سے۔کوئی شخص اپنے علم اور نیکی کی طرف دعوت کی وجہ سے متبرک ہے،تو اس سے برکت حاصل ہوگی،کیونکہ ہم اس سے بہت زیادہ بھلائی حاصل کرسکیں گے۔(مثلاً جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہار گم ہونے پر تیمّم کا حکم نازل ہوا،تو)سیدنا اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے اسی بنا پر کہا تھا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آل! یہ کوئی تمہاری پہلی برکت نہیں۔اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کے ہاتھ پر ان امورِ خیر کو جاری کر دیتا ہے،جو دوسروں کے ہاتھ پر جاری نہیں ہوتے۔لیکن بہت سی باطل اور وہم و گمان پر مبنی برکات ہیں،جیسے دجال قسم کے لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ فلاں مردہ، جسے وہ ولی سمجھ رہے ہوتے ہیں،نے تم پر

یہ برکت نازل کی ہے،وغیرہ۔یہ باطل برکت ہے،جس کا کوئی اثر نہیں ہوتا اور بسااوقات تو شیطان اس معاملے میں تعاون کرتا ہے،لیکن یہ معاملات حسی آثار سے زیادہ کچھ نہیں ہوتے۔شیطان اس بزرگ کا نام استعمال کرتا ہے اور وہ اس سلسلے میں فتنہ بن جاتا ہے۔رہی یہ بات کہ باطل اور صحیح برکات میں فرق کیسے کیا جائے،تو اس کی پہچان اس شخص کی حالت دیکھ کر ہو گی۔اگر وہ اللہ تعالیٰ کے متقین اولیا،سنتِ رسول کے متبعین اور بدعت سے دُور رہنے والے افراد میں سے ہو،تو اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں میں ایسی خیر و برکت رکھ دیتا ہے،جو دوسروں سے حاصل نہیں ہوتی۔اس کی مثال وہ برکت ہے،جو اللہ تعالیٰ نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے ہاتھ پر رکھی تھی،جس سے ان کی زندگی اور بعد از وفات لوگ فیض یاب ہو رہے ہیں۔اگر وہ شخص کتاب وسنت کا مخالف ہو یا باطل کی طرف دعوت دیتا ہو،تو اس کی برکت ایک وہمی امر ہے اور بسااوقات شیاطین اس کے باطل فعل پر معاونت کے لیے کسی امر کو رونما کرتے ہیں۔اس کی مثال یہ ہے کہ بعض لوگ دوسروں کے ساتھ عرفہ میں وقوف کرتے بھی پائے گئے،پھر وہ اپنے علاقے میں آ کر اہل علاقہ کے ساتھ قربانی کرتے بھی پائے گئے۔''

(القول المفيد على كتاب التوحيد : 1/194، 195)

۞ شیخ صالح بن عبدالعزیز بن محمد بن ابراہیم آل الشیخ (ولادت : 1959ء) [موصوف اپنے والدِ گرامی،مفتی عرب،شیخ عبدالعزیز بن محمد بن ابراہیم،شیخ عبدالعزیز بن مرشد،شیخ عبداللہ بن عقیل،شیخ عبداللہ بن غدیان ،شیخ صالح اطرم،شیخ حماد انصاری اور شیخ اسماعیل انصاری کے شاگرد ہیں] فرماتے ہیں :

وَقَالَ سُبْحَانَهٗ : ﴿وَبَارَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰى اِسْحَاقَ﴾ (الصافات 37 : 113)

وَقَالَ : ﴿وَجَعَلَنِى مُبَارَكًا﴾ (مريم 19 :31)، فَالَّذِي يُبارِكُ؛ هُوَ اللّٰهُ جَلَّ وَعَلَا، فَلَا يَجُوزُ لِلْمَخْلُوقِ أَنْ يَّقُولَ : بَارَكْتُ عَلَى الشَّيْءِ، أَوْ أُبَارِكُ فِعْلَكُمْ، لِأَنَّ الْبَرَكَةَ وَكَثْرَةَ الْخَيْرِ وَلُزُومَهٗ وَثُبَاتَهٗ؛ إِنَّمَا ذٰلِكَ مِنَ الَّذِي بِيَدِهِ الْأَمْرُ؛ وَهُوَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ، وَقَدْ دَلَّتِ النُّصُوصُ فِي الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ عَلٰى أَنَّ الْأَشْيَاءَ الَّتِي أَحَلَّ اللّٰهُ جَلَّ وَعَلَا الْبَرَكَةَ فِيهَا؛ قَدْ تَكُونُ أَمْكِنَةً أَوْ أَزْمِنَةً، وَقَدْ تَكُونُ مَخْلُوقَاتٍ آدَمِيَّةً .

فَهٰذَانِ قِسْمَانِ؛ اَلْقِسْمُ الْأَوَّلُ أَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى بَارَكَ بَعْضَ الْأَمَاكِنِ كَبَيْتِ اللّٰهِ الْحَرَامِ، وَحَوْلَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ، كَمَا قَالَ سُبْحَانَهٗ : ﴿الَّذِى بَارَكْنَا حَوْلَهُ﴾ (الإسراء 17 :1)، وَمَعْنٰى كَوْنِ الْأَرْضِ مُبَارَكَةً أَنْ يَّكُونَ فِيهَا الْخَيْرُ الْكَثِيرُ اللَّازِمُ، يَعْنِي أَبَدًا، أَنْ يُّتَمَسَّحَ بِأَرْضِهَا، أَوْ أَنْ يُّتَمَسَّحَ بِحِيطَانِهَا، لِأَنَّ بَرَكَتَهَا لَازِمَةٌ لَّا تَنْتَقِلُ بِالذَّاتِ، يَعْنِي أَنَّكَ إِذَا لَامَسْتَ الْأَرْضَ، أَوْ دُفِنْتَ فِيهَا، أَوْ تبَرَّكْتَ بِهَا، فَإِنَّ بَرَكَتَهَا لَا تَنْتَقِلُ إِلَيْكَ بِالذَّاتِ، وَإِنَّمَا بَرَكَتَهَا مِنْ جِهَةِ الْمَعْنٰى فَقَطْ، كَذٰلِكَ بَيْتُ اللّٰهِ الْحَرَامُ هُوَ مُبَارَكٌ لَّا مِنْ جِهَةِ ذَاتِهٖ، يَعْنِي لَيْسَ كَمَا يَعْتَقِدُ الْبَعْضُ أَنَّ مَنْ تَمَسَّحَ بِهِ انْتَقَلَتْ إِلَيْهِ الْبَرَكَةُ، وَإِنَّمَا هُوَ مُبَارَكٌ مِّنْ جِهَةِ الْمَعْنٰى، يَعْنِي اجْتَمَعَتْ فِيهِ الْبَرَكَةُ الَّتِي جَعَلَهَا اللّٰهُ فِي هٰذِهِ الْبِنْيَةِ؛ مِنْ جِهَةِ تَعَلُّقِ الْقُلُوبِ بِهَا، وَكَثْرَةِ الْخَيْرِ الَّذِي يَكُونُ لِمَنْ أَرَادَهَا وَأَتَاهَا وَطَافَ بِهَا، وَتَعَبَّدَ عِنْدَهَا،

وَكَذٰلِكَ الْحَجَرُ الْأَسْوَدُ؛ هُوَ حَجَرٌ مُّبَارَكٌ، وَلٰكِنْ بَرَكَتُهُ لِأَجْلِ الْعِبَادَةِ، يَعْنِي أَنَّ مَنِ اسْتَلَمَهُ تَعَبُّدًا مُّطِيعًا لِّلنَّبِي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي اسْتِلَامِهِ لَهُ، وَفِي تَقْبِيلِهِ، فَإِنَّهُ يَنَالُهُ بِهِ بَرَكَةَ الِاتِّبَاعِ، وَقَدْ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَمَّا قَبَّلَ الْحَجَرَ : إِنِي لَأَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَّا تَنْفَعُ وَلَا تَضُرُّ، فَقَوْلُهُ : لَا تَنْفَعُ وَلَا تَضُرُّ، يَعْنِي لَا يَجْلِبُ لِمَنْ قَبَّلَهُ شَيْئًا مِّنَ النَّفْعِ، وَلَا يَدْفَعُ عَنْ أَحَدٍ شَيْئًا مِّنَ الضُّرِّ، وَإِنَّمَا الْحَامِلُ عَلَى التَّقْبِيلِ مُجَرَّدُ الِاتِّسَاءُ، تَعَبُّدًا لِّلّٰهِ، وَلِذٰلِكَ قَالَ : وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُكَ؛ مَا قَبَّلْتُكَ، فَهٰذَا مَعْنَى الْبَرَكَةِ الَّتِي جُعِلَتْ فِي الْأَمْكِنَةِ، وَأَمَّا مَعْنٰى كَوْنِ الزَّمَانِ مُبَارَكًا؛ مِثْلَ شَهْرِ رَمَضَانَ، أَوْ بَعْضِ أَيَّامِ اللّٰهِ الْفَاضِلَةِ، فَيَعْنِي أَنَّ مَنْ تَعَبَّدَ فِيهَا، وَرَامَ الْخَيْرَ فِيهَا، فَإِنَّهُ يَنَالُ مِنْ كَثْرَةِ الثَّوَابِ مَا لَا يَنَالُهُ فِي غَيْرِهَا مِنَ الْأَزْمِنَةِ .

وَالْقِسْمُ الثَّانِي الْبَرَكَةُ الْمُنَوَّطَةُ بِبَنِي آدَمَ، وَهِيَ الْبَرَكَةُ الَّتِي جَعَلَهَا اللّٰهُ جَلَّ وَعَلَا فِي الْمُؤْمِنِينَ مِنَ النَّاسِ، وَعَلٰى رَأْسِهِمْ سَادَةُ الْمُؤْمِنِينَ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ وَالرُّسُلِ، فَهٰؤُلَاءِ بَرَكَتُهُمْ بَرَكَةٌ ذَاتِيَةٌ، يَعْنِي أَنَّ أَجْسَامَهُمْ مُّبَارَكَةٌ، فَاللّٰهُ جَلَّ وَعَلَا هُوَ الَّذِي جَعَلَ جَسَدَ آدَمَ مُبَارَكًا، وَجَعَلَ جَسَدَ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مُبَارَكًا، وَجَعَلَ جَسَدَ نُوحٍ مُّبَارَكًا، وَهٰكَذَا جَسَدَ عِيسٰى وَمُوسٰى، عَلَيْهِمْ جَمِيعًا الصَّلَاةُ

وَالسَّلَامُ جَعَلَ أَجْسَادَهُمْ جمِيعًا مُّبَارَكَةً، بِمَعْنٰى أَنَّهٗ لَوْ تَبَرَّكَ أَحَدٌ مِّنْ أَقْوَامِهِمْ بِأَجْسَادِهِمْ، إِمَّا بِالتَّمَسُّحِ بِهَا، أَوْ بِأَخْذِ عَرَقِهَا، أَوِ التَّبَرُّكِ بِبَعْضِ أَشْعَارِهِمْ، فَهٰذَا جَائِزٌ، لِأَنَّ اللّٰهَ جَعَلَ أَجْسَادَهُمْ مُّبَارَكَةً بَرَكَةً مُّتَعَدِّيَةً، وَهٰكَذَا نَبِيُّنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَسَدُهٗ أَيْضًا جَسَدٌ مُّبَارَكٌ؛ وَلِهٰذَا وَرَدَ فِي السُّنَّةِ أَنَّ الصَّحَابَةَ كَانُوا يَتَبَرَّكُونَ بَعَرَقِهٖ، وَيَتَبَرَّكُونَ بِشَعْرِهٖ، وَإِذَا تَوَضَّأَ اقْتَتَلُوا عَلٰى وَضُوئِهٖ، إِلٰى آخِرِ مَا وَرَدَ فِي ذٰلِكَ، ذٰلك أَنَّ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ فِيهَا بَرَكَةٌ ذَاتِيَةٌ يَّنْتَقِلُ أَثَرُهَا إِلٰى غَيْرِهِمْ، وَهٰذَا مَخْصُوصٌ بِالْأَنْبِيَاءِ وَالرُّسُلِ، أَمَّا غَيْرُهُمْ؛ فَلَمْ يَرِدْ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ مِنْ أَصْحَابِ الْأَنْبِيَاءِ وَالرُّسُلِ مَنْ بَرَكَتُهُمْ بَرَكَةٌ ذَاتِيَةٌ، حَتّٰى أَفْضَلُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ أَبُو بَكْرٍ وَّعُمَرُ، فَقَدْ جَاءَ بِالتَّوَاتُرِ الْقَطْعِيِّ أَنَّ الصَّحَابَةَ وَالتَّابِعِينَ وَالْمُخَضْرَمِينَ لَمْ يَكُونُوا يَتَبَرَّكُونَ بِأَبِي بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِيٍّ، كَمَا كَانُوا يَتَبَرَّكُونَ بِشَعْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَوْ بِوَضُوئِهٖ، أَوْ بِنُخَامَتِهٖ، أَوْ بِعَرَقِهٖ، أَوْ بِمَلَابِسِهٖ، وَنَحْوِ ذٰلِكَ، فَعَلِمْنَا بِهٰذَا التَّوَاتُرِ الْقَطْعِيِّ أَنَّ بَرَكَةَ أَبِي بَكْرٍ وَّعُمَرَ إِنَّمَا هِي بَرَكَةُ عَمَلٍ، لَيْسَتْ بَرَكَةَ ذَاتٍ تَنْتَقِلُ، كَمَا هِيَ بَرَكَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلِهٰذَا جَاءَ فِي الْحَدِيثِ الَّذِي رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فِي صَحِيحِهٖ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ لَمَا بَرَكَتُهٗ

كَبَرَكَةِ الْمُسْلِمِ، فَدَلَّ هٰذَا عَلٰى أَنَّ فِي كُلِّ مُسْلِمٍ بَرَكَةٌ، وَفِي الْبُخَارِيِّ أَيْضًا قَوْلُ أُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ : مَا هٰذِهِ بِأَوَّلِ بَرَكَتِكُمْ يَا آلَ أَبِي بَكْرٍ، فَهٰذِهِ الْبَرَكَةُ الَّتِي أُضِيفَتْ لِكُلِّ مُسْلِمٍ، وَأُضِيفَتْ لِآلِ أَبِي بَكْرٍ، هِيَ بَرَكَةُ عَمَلٍ، هٰذِهِ الْبَرَكَةُ رَاجِعَةٌ إِلَى الْإِيمَانِ، وَإِلَى الْعِلْمِ، وَالدَّعْوَةِ، وَالْعَمَلِ، فَكُلُّ مُسْلِمٍ فِيهِ بَرَكَةٌ، وَهٰذِهِ الْبَرَكَةُ لَيْسَتْ بَرَكَةَ ذَاتٍ، وَإِنَّمَا هِيَ بَرَكَةُ عَمَلٍ، وَبَرَكَةُ مَا مَعَهُ مِنَ الْإِسْلَامِ وَالْإِيمَانِ، وَمَا فِي قَلْبِهِ مِنَ الْإِيقَانِ، وَالتَّعْظِيمِ لِلّٰهِ جَلَّ وَعَلَا، وَالْإِجْلَالِ لَهُ، وَالاتِّبَاعِ لِرَسُولِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَهٰذِهِ الْبَرَكَةُ الَّتِي فِي الْعِلْمِ، أَوِ الْعَمَلِ، أَوِ الصَّلَاحِ، لَا تَنْتَقِلُ مِنْ شَخْصٍ إِلٰى آخَرَ، وَعَلَيْهِ فَيَكُونُ مَعْنَى التَّبَرُّكِ بِأَهْلِ الصَّلَاحِ؛ هُوَ الِاقْتِدَاءُ بِهِمْ فِي صَلَاحِهِمْ، وَالتَّبَرُّكُ بِأَهْلِ الْعِلْمِ؛ هُوَ الْأَخْذُ مِنْ عِلْمِهِمْ وَالِاسْتِفَادَةُ مِنْهُ وَهٰكَذَا، وَلَا يَجُوزُ أَنْ يُتَبَرَّكَ بِهِمْ بِمَعْنٰى أَنْ يُتَمَسَّحَ بِهِمْ، أَوْ يُتَبَرَّكُ بِرِيقِهِمْ، لِأَنَّ أَفْضَلَ الْخَلْقِ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ، وَهُمُ الصَّحَابَةُ، لَمْ يَفْعَلُوا ذٰلِكَ مَعَ خَيْرِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ أَبِي بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِيٍّ، وَهٰذَا أَمْرٌ مَّقْطُوعٌ بِهِ، فَمَعْنٰى تَبَرُّكِ الْمُشْرِكِينَ أَنَّهُمْ كَانُوا يَرْجُونَ كَثْرَةَ الْخَيْرِ، وَدَوَامَ الْخَيْرِ، وَلُزُومَ الْخَيْرِ، وَثُبَاتَ الْخَيْرِ بِالتَّوَجُّهِ إِلَى الْآلِهَةِ، وَهٰذِهِ الْآلِهَةُ يَكُونُ مِنْهَا الصَّنَمُ الَّذِي مِنَ الْحِجَارَةِ، وَالْقَبْرِ مِنَ التُّرَابِ، وَيَكُونُ مِنْهَا الْوَثَنُ وَالشَّجَرُ،

وَيَكُونُ مِنْهَا الْبِقَاعُ الْمُخْتَلِفَةُ، كَالْغَارِ أَوْ عَيْنِ مَاءٍ، أَوْ نَحْوِ ذٰلِكَ، فَهٰذِهِ التَّبَرُّكَاتُ الْمُخْتَلِفَةُ جَمِيعُهَا تَبَرُّكَاتٌ شِرْكِيَّةٌ.

''اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَبَارَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰى إِسْحَاقَ﴾ (الصافات 37 : 113)(ہم نے ابراہیم اور اسحاق علیہما السلام پر برکت نازل کی)نیز فرمایا: ﴿وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا﴾ (مریم 19 : 31) (اور مجھے [عیسیٰ علیہ السلام کو] مبارک بنایا)۔یعنی برکت دینے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔کسی مخلوق کے لیے یہ کہنا جائز نہیں کہ میں نے فلاں چیز کو برکت دی ہے یا میں تمہارے کام کو مبارک کروں گا،کیونکہ برکت،کثرتِ خیر اورلزوم و ثباتِ خیر اسی ذات کے پاس ہے،جس کے ہاتھ میں سب معاملات ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔کتاب وسنت کی نصوص یہ بتاتی ہیں کہ جن چیزوں میں اللہ تعالیٰ نے برکت رکھی ہے،وہ جگہوں کی صورت میں بھی ہیں،وقت کی صورت میں بھی ہیں اور انسانوں کی صورت میں بھی۔اس کی دو قسمیں ہیں: پہلی تو یہ کہ اللہ تعالیٰ نے بعض جگہوں کو برکت دی ہے،جیسے بیت اللہ الحرام کو اور بیت المقدس کے ماحول کو،جیسے فرمایا: ﴿الَّذِيْ بَارَكْنَا حَوْلَهُ﴾ (الإسراء 17 : 1) (جس کے اردگرد کو ہم نے برکت دی)۔تو جگہ کے مبارک ہونے سے مراد یہ ہوتی ہے کہ اس میں خیر کثیر ہوتی ہے،جو اس میں لازم،یعنی ہمیشہ کے لیے ہوتی ہے۔اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ (برکت کی نیت سے) اس جگہ کی زمین کو چھوا جائے یا اس کی دیواروں کو مس کیا جائے،کیونکہ اس کی برکت اس جگہ کے ساتھ لازم ہوتی ہے،بالذات منتقل نہیں ہوتی۔اگر آپ اس جگہ کو ہاتھ لگائیں یا اس میں دفن ہو جائیں یا اس سے تبرک حاصل کرنے کی کوشش کریں،تو

اس کی برکت آپ کی طرف بالذات منتقل نہیں ہو گی۔اس کی برکت تو صرف معنوی ہوتی ہے۔یوں بیت اللہ الحرام مبارک ہے،لیکن معنوی طور پر بالذات نہیں۔بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ جو بیت اللہ کو چھوئے گا،اس کی برکت اس پر منتقل ہو جائے گی،یہ خیال درست نہیں،کیونکہ بیت اللہ معنوی طور پر مبارک ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ اس عمارت میں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی کئی برکتیں جمع ہیں،مثلاً دل اس کے ساتھ اٹک جاتے ہیں،جو اس میں آنے کا ارادہ کرتا ہے،آتا ہے اور طواف کرتا ہے اور اس کے پاس عبادت کرتا ہے،اس کو خیر کثیر حاصل ہوتی ہے۔اسی طرح حجر اسود مبارک پتھر ہے،لیکن اس کی برکت صرف عبادت کے لیے ہے،یعنی جو اس کو عبادت کے لیے اور نبی اکرم ﷺ کی پیروی میں چومتا ہے اور اس کا استلام کرتا ہے،اسے اس بنا پر اتباع کی برکت حاصل ہو گی۔یہی وجہ ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جب حجر اسود کو چوما تو فرمایا: میں جانتا ہوں کہ تُو ایک پتھر ہے،نہ نفع دے سکتا ہے نہ نقصان۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان یہ بتاتا ہے کہ جو شخص حجر اسود کو چومتا ہے،حجراسود نہ اسے نفع کی کوئی صورت دے سکتا ہے نہ اس سے کسی نقصان والی چیز کو دُور کر سکتا ہے۔اسے چومنے کا باعث صرف اللہ کی عبادت کے لیے نبی اکرم ﷺ کی پیروی ہے۔اسی لیے پھر انہوں نے فرمایا: اگر میں رسولِ اکرم ﷺ کو تجھے چومتے ہوئے نہ دیکھتا،تو میں بھی تجھے نہ چومتا۔جگہوں میں برکت ہونے کا یہی معنیٰ ہے۔اور کسی وقت،مثلاً ماہِ رمضان یا دیگر فضیلت والے ایام کے مبارک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص ان دنوں میں عبادت کرے گا اور خیر کا ارادہ کرے گا،وہ باقی اوقات کے مقابلے میں زیادہ ثواب حاصل کرے گا۔

دوسری قسم وہ ہے جو انسانوں میں ودیعت کی ہے،یہ وہ برکت ہے جسے اللہ تعالیٰ

نے مؤمن لوگوں میں رکھ دیا ہے۔ان لوگوں میں سرفہرست مؤمنوں کے سردار انبیا ورسل ہیں۔انبیاءِ کرام کی برکت ذاتی ہوتی ہے،یعنی ان کے اجسام برکت والے ہوتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے جسم کو مبارک بنایا،ابراہیم علیہ السلام کے جسم کو مبارک بنایا،نوح علیہ السلام کے جسم کو مبارک بنایا،اسی طرح عیسیٰ وموسیٰ علیہما السلام کے اجسام کو مبارک بنایا۔اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ان کے کسی امتی نے ان کے اجسام کو چھو کر یا ان کا پسینہ لے کر یا ان کے بالوں سے برکت حاصل کی،تو یہ جائز تھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اجسام کو ایسی برکت نصیب فرمائی تھی،جو آگے منتقل بھی ہوتی تھی۔اسی طرح ہمارے نبی محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم بھی مبارک تھا۔ اسی لیے احادیث میں وارد ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ کے پسینے اور بالوں سے تبرک لیتے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرماتے،تو وہ آپ کے وضو کا پانی حاصل کرنے میں باہم مقابلہ کرتے تھے۔اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر تبرکات کا معاملہ تھا۔اس کی وجہ یہ تھی کہ انبیاءِ کرام کے اجسام میں برکت ذاتی تھی جس کا اثر دوسروں تک منتقل بھی ہوتا تھا۔لیکن یہ معاملہ ابنیا ورسل کے ساتھ خاص ہے۔ان کے علاوہ انبیاءِ کرام کے صحابہ میں سے کسی صحابی کے بارے میں بھی یہ وارد نہیں کہ ان کی برکت ذاتی ہو۔یہاں تک کہ امتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کی سب سے بزرگ ہستیاں سیدنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما ہیں،ان کے بارے میں بھی تواترِ قطعی سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ صحابہ کرام،تابعین اور مخضرمین (جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا، لیکن زیارت نہ کر سکے) سیدنا ابو بکر وعمر اور عثمان وعلی رضی اللہ عنہم سے تبرک نہیں لیتے تھے،جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں،وضو کے پانی،تھوک، پسینے، لباس وغیرہ سے تبرک لیا جاتا تھا۔اس تواترِ قطعی سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما

کی برکت،عمل والی برکت تھی۔یہ ذاتی برکت نہیں تھی،جو نبی اکرم ﷺ کی برکت کی طرح دوسروں کو منتقل ہوتی ہو۔اسی لیے صحیح بخاری کی ایک حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک درخت کی برکت ایسی ہے جیسے مسلمان کی برکت ہوتی ہے۔یہ حدیث بتاتی ہے کہ ہر مسلمان میں برکت ہوتی ہے۔صحیح بخاری ہی میں سیدنا اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کا یہ قول موجود ہے :(انہوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہار گم ہونے کی وجہ سے آیتِ تیمّم کے نزول پر فرمایا:)اے آلِ ابوبکر! یہ کوئی تمہاری پہلی برکت نہیں۔یہ وہی برکت ہے،جسے ہر مسلمان کی طرف منسوب کیا گیا ہے اور آلِ ابوبکر کی طرف بھی منسوب کیا گیا ہے۔یہ عمل والی برکت ہے اور یہی برکت ایمان،علم،دعوت اور عمل کی طرف لے کر جاتی ہے۔لہٰذا ہر مسلمان میں برکت موجود ہوتی ہے،لیکن یہ برکت ذاتی نہیں ہوتی،بلکہ عمل کی اور مسلمان میں موجود اسلام و ایمان اور اس کے دل میں موجود یقین،اللہ تعالیٰ کی تعظیم،اس کے جلال اور اتباعِ رسول کی برکت ہوتی ہے۔یہی برکت ہے جو علم،عمل اور نیکی میں ہوتی ہے،یہ ایک شخص سے دوسرے میں منتقل نہیں ہوتی۔اسی بنا پر نیک لوگوں سے تبرک کا معنیٰ یہ ہے کہ نیکی میں ان کی اقتدا کی جائے،اہل علم سے تبرک کا معنیٰ یہ ہوگا کہ ان سے علم حاصل کیا جائے اور استفادہ کیا جائے۔ان سے اس طرح تبرک لینا جائز نہیں کہ ان کو چھوا جائے یا ان کے لعاب سے برکت حاصل کرنے کی کوشش کی جائے،کیونکہ اس امت کی سب سے بزرگ ہستیاں صحابہ کرام ہیں،انہوں نے اس امت کی بزرگ ترین ہستیوں،سیدنا ابوبکر و عمر اور عثمان و علی رضی اللہ عنہم سے ایسا تبرک حاصل نہیں کیا اور یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے۔مشرکین کے تبرک کی یہی صورت تھی کہ وہ اپنے معبودوں کی طرف توجہ کر کے

کثرتِ خیر، دوامِ خیر اور لزوم و ثباتِ خیر کی امید کرتے تھے۔ان کے معبودوں میں پتھر کے بت، مٹی کی قبریں، آستانے، درخت، مختلف جگہیں، جیسے غاریں، چشمے وغیرہ شامل تھے۔ یہ سارے تبرکات شرکیہ ہیں۔“

(التمهيد لشرح كتاب التوحيد، ص: 124-127)

۞ شیخ الاسلام، ابن تیمیہ رحمہ اللہ (661-728ھ) فرماتے ہیں:

وَأَمَّا قَوْلُ الْقَائِلِ: نَحْنُ فِي بَرَكَةِ فُلَانٍ، أَوْ مِنْ وَّقْتِ حُلُولِهِ عِنْدَنَا حَلَّتِ الْبَرَكَةُ، فَهٰذَا الْكَلَامُ صَحِيحٌ بِاعْتِبَارٍ بَاطِلٌ بِاعْتِبَارٍ، فَأَمَّا الصَّحِيحُ: فَأَنْ يُّرَادَ بِهِ أَنَّهُ هَدَانَا وَعَلَّمَنَا وَأَمَرَنَا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَانَا عَنِ الْمُنْكَرِ، فَبِبَرَكَةِ اتِّبَاعِهِ وَطَاعَتِهِ؛ حَصَلَ لَنَا مِنَ الْخَيْرِ مَا حَصَلَ، فَهٰذَا كَلَامٌ صَحِيحٌ، كَمَا كَانَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ لَمَّا قَدِمَ عَلَيْهِمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَرَكَتِهِ لَمَّا آمَنُوا بِهِ وَأَطَاعُوهُ، فَبِبَرَكَةِ ذٰلِكَ حَصَلَ لَهُمْ سَعَادَةُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، بَلْ كُلُّ مُؤْمِنٍ آمَنَ بِالرَّسُولِ وَأَطَاعَهُ حَصَلَ لَهُ مِنْ بَرَكَةِ الرَّسُولِ بِسَبَبِ إِيمَانِهِ وَطَاعَتِهِ مِنْ خَيْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ مَا لَا يَعْلَمُهُ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَيْضًا إِذَا أُرِيدَ بِذٰلِكَ أَنَّهُ بِبَرَكَةِ دُعَائِهِ وَصَلَاحِهِ دَفَعَ اللّٰهُ الشَّرَّ وَحَصَلَ لَنَا رِزْقٌ وَّنَصْرٌ، فَهٰذَا حَقٌّ، كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «وَهَلْ تُنْصَرُونَ وَتُرْزَقُونَ إِلَّا بِضُعَفَائِكُمْ؛ بِدُعَائِهِمْ وَصَلَاتِهِمْ وَإِخْلَاصِهِمْ»، وَقَدْ يَدْفَعُ الْعَذَابَ عَنِ الْكُفَّارِ وَالْفُجَّارِ لِئَلَّا يُصِيبَ

مِنْ بَيْنِهِمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ مِمَّنْ لَّا يَسْتَحِقُّ الْعَذَابَ، وَمِنْهُ قَوْلُهٗ تَعَالٰى : ﴿**وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَاءٌ مُّؤْمِنَاتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ أَنْ تَطَئُوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌ ۢبِغَيْرِ عِلْمٍ لِّيُدْخِلَ اللّٰهُ فِىْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاءُ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا**﴾ (الفتح 48 : 25)، فَلَوْلَا الضُّعَفَاءُ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ كَانُوا بِمَكَّةَ بَيْنَ ظَهْرَانَيِ الْكُفَّارِ؛ عَذَّبَ اللّٰهُ الْكُفَّارَ، وَكَذٰلِكَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : «لَوْلَا مَا فِي الْبُيُوتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالذَّرَارِيِّ؛ لَأَمَرْتُ بِالصَّلَاةِ، فَتُقَامُ، ثُمَّ أَنْطَلِقُ مَعِيَ بِرِجَالٍ مَّعَهُمْ حُزَمٌ مِّنْ حَطَبٍ إِلٰى قَوْمٍ لَّا يَشْهَدُونَ الصَّلَاةَ مَعَنَا، فَأُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ بُيُوتَهُمْ»، وَكَذٰلِكَ تَرَكَ رَجْمَ الْحَامِلِ حَتّٰى تَضَعَ جَنِينَهَا، وَقَدْ قَالَ الْمَسِيحُ عَلَيْهِ السَّلَامُ ﴿**وَجَعَلَنِىْ مُبَارَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ**﴾ (مريم 19 : 31)، فَبَرَكَاتُ أَوْلِيَاءِ اللّٰهِ الصَّالِحِينَ بِاعْتِبَارِ نَفْعِهِمْ لِلْخَلْقِ بِدُعَائِهِمْ إِلٰى طَاعَةِ اللّٰهِ، وَبِدُعَائِهِمْ لِلْخَلْقِ، وَبِمَا يُنْزِلُ اللّٰهُ مِنَ الرَّحْمَةِ، وَيَدْفَعُ مِنَ الْعَذَابِ بِسَبَبِهِمْ؛ حَقٌّ مَّوْجُودٌ، فَمَنْ أَرَادَ بِالْبَرَكَةِ هٰذَا، وَكَانَ صَادِقًا؛ فَقَوْلُهٗ حَقٌّ، وَأَمَّا الْمَعْنَى الْبَاطِلُ؛ فَمِثْلُ أَنْ يُّرِيدَ الْإِشْرَاكَ بِالْخَلْقِ، مِثْلُ أَنْ يَّكُونَ رَجُلٌ مَّقْبُورٌ بِمَكَانٍ، فَيُظَنُّ أَنَّ اللّٰهَ يَتَوَلَّاهُمْ لِأَجْلِهٖ، وَإِنْ لَّمْ يَقُومُوا بِطَاعَةِ اللّٰهِ وَرَسُولِهٖ، فَهٰذَا جَهْلٌ،

فَقَدْ كَانَ الرَّسُولُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيِّدَ وَلَدِ آدَمَ، مَدْفُونٌ بِالْمَدِينَةِ عَامَ الْحَرَّةِ، وَقَدْ أَصَابَ أَهْلَ الْمَدِينَةِ مِنَ الْقَتْلِ وَالنَّهْبِ وَالْخَوْفِ مَا لَا يَعْلَمُهُ إِلَّا اللّٰهُ، وَكَانَ ذٰلِكَ لِأَنَّهُمْ بَعْدَ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ أَحْدَثُوا أَعْمَالًا أَوْجَبَتْ ذٰلِكَ، وَكَانَ عَلٰى عَهْدِ الْخُلَفَاءِ يَدْفَعُ اللّٰهُ عَنْهُمْ بِإِيمَانِهِمْ وَتَقْوَاهُمْ، لِأَنَّ الْخُلَفَاءَ الرَّاشِدِينَ كَانُوا يَدْعُونَهُمْ إِلٰى ذٰلِكَ، وَكَانَ بِبَرَكَةِ طَاعَتِهِمْ لِلْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ وَبَرَكَةِ عَمَلِ الْخُلَفَاءِ مَعَهُمْ؛ يَنْصُرُهُمْ اللّٰهُ وَيُؤَيِّدُهُمْ، وَكَذٰلِكَ الْخَلِيلُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَدْفُونٌ بِالشَّامِ، وَقَدِ اسْتَوْلَى النَّصَارٰى عَلٰى تِلْكَ الْبِلَادِ قَرِيبًا مِّنْ مِّائَةِ سَنَةٍ، وَكَانَ أَهْلُهَا فِي شَرٍّ، فَمَنْ ظَنَّ أَنَّ الْمَيِّتَ يَدْفَعُ عَنِ الْحَيِّ مَعَ كَوْنِ الْحَيِّ عَامِلًا بِمَعْصِيَةِ اللّٰهِ؛ فَهُوَ غَالِطٌ، وَكَذٰلِكَ إِذَا ظَنَّ أَنَّ بَرَكَةَ الشَّخْصِ تَعُودُ عَلٰى مَنْ أَشْرَكَ بِهٖ، وَخَرَجَ عَنْ طَاعَةِ اللّٰهِ وَرَسُولِهٖ، مِثْلُ أَنْ يَّظُنَّ أَنَّ بَرَكَةَ السُّجُودِ لِغَيْرِهٖ، وَتَقْبِيلِ الْأَرْضِ عِنْدَهٗ، وَنَحْوِ ذٰلِكَ يُحَصِّلُ لَهُ السَّعَادَةَ، وَإِنْ لَّمْ يَعْمَلْ بِطَاعَةِ اللّٰهِ وَرَسُولِهٖ، وَكَذٰلِكَ إِذَا اعْتَقَدَ أَنَّ ذٰلِكَ الشَّخْصَ يَشْفَعُ لَهٗ وَيُدْخِلُهُ الْجَنَّةَ بِمُجَرَّدِ مَحَبَّتِهٖ وَانْتِسَابِهٖ إِلَيْهِ؛ فَهٰذِهِ الْأُمُورُ وَنَحْوُهَا مِمَّا فِيهِ مُخَالَفَةُ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، فَهُوَ مِنْ أَحْوَالِ الْمُشْرِكِينَ وَأَهْلِ الْبِدَعِ، بَاطِلٌ لَّا يَجُوزُ اعْتِقَادُهٗ وَلَا اعْتِمَادُهٗ، وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى أَعْلَمُ.

''کسی کا یہ کہنا کہ ہم فلاں کی برکت میں ہیں یا اس کے ہمارے پاس آنے کے وقت سے ہمارے پاس برکت نازل ہونا شروع ہوگئی ہے؛ یہ کلام ایک اعتبار سے درست اور ایک اعتبار سے باطل ہے۔صحیح اس طرح ہے کہ اس سے مراد یہ ہو ؛ اس نے ہماری راہنمائی کی،ہمیں دین سکھایا،ہمیں نیکی کا حکم دیا اور برائی سے منع کیا،یوں اس کی پیروی واطاعت کی برکت سے ہمیں یہ بھلائی حاصل ہوگئی ہے۔ یہ کلام درست ہے،جیسا کہ اہل مدینہ کے پاس نبی اکرم ﷺ تشریف لائے، جب وہ آپ ﷺ پر ایمان لائے اور آپ کی اطاعت کی،تو اس عمل کی برکت سے انہیں دنیا و آخرت کی سعادت حاصل ہوگئی۔بلکہ جو شخص بھی رسولِ کریم ﷺ پر ایمان لاتا ہے اور آپ کی اطاعت کرتا ہے،اسے ایمان واطاعت کی وجہ سے دنیا و آخرت کی بے انتہا بھلائی کی صورت میں آپ ﷺ کی برکت حاصل ہوگی۔اسی طرح جب یہ مراد ہو کہ کسی شخص کی دُعا وصلاح کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے شر کو ختم کر دیا اور ہمیں رزق و نصرت حاصل ہوگئی،تو یہ بھی درست ہے،جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:تمہاری مدد صرف تمہارے کمزوروں کی دُعا،نماز اور ان کے اخلاص کی وجہ سے کی جاتی ہے۔کبھی اللہ تعالیٰ کفار و فجار سے عذاب اس لیے ٹال دیتا ہے کہ ان کے درمیان رہنے والے مؤمنین کو یہ عذاب نہ پہنچ جائے، جو اس کے مستحق نہیں۔اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا یہی مدعا ہے: ﴿وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَاءٌ مُّؤْمِنَاتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ أَنْ تَطَئُوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌ ۢبِغَيْرِ عِلْمٍ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاءُ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾ (الفتح 48 : 25) (اگر ایسے

مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں نہ ہوتیں جن کو تم جانتے نہ تھے کہ اگر تم انہیں پامال کر دیتے تو تمہیں ان کی طرف سے بے خبری میں نقصان پہنچ جاتا (تو بھی تمہیں فتح ہوجاتی مگر تاخیر) اس لئے (ہوئی) کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں جسے چاہے داخل کر لے۔ اور اگر دونوں فریق الگ الگ ہوجاتے تو ان میں سے کافروں کو ہم دردناک عذاب سے دوچار کرتے)۔ یعنی اگر مکہ میں کفار کے درمیان کمزور مؤمن موجود نہ ہوتے، تو اللہ تعالیٰ کفار پر عذاب نازل فرماتا۔ اسی طرح رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر گھروں میں عورتیں اور بچے نہ ہوتے، تو میں حکم دیتا، نماز کی اقامت کہی جاتی، پھر میں اپنے ساتھ ایسے مردوں کو لے کر، جن کے پاس لکڑیوں کے گٹھے ہوتے، ان لوگوں کی طرف چلتا جو ہمارے ساتھ نماز میں حاضر نہیں ہوتے اور میں ان کے گھروں کو جلا دیتا۔ اسی طرح آپ ﷺ (زنا کرنے والی) حاملہ عورت کو اس وقت تک رجم کرنے سے رُک گئے جب تک اس نے بچے کو نہیں جن لیا۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ﴿وَجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ﴾ (مریم 19 : 31) (میں جہاں بھی ہوں، اللہ تعالیٰ نے مجھے مبارک بنایا ہے)۔ چنانچہ اولیاء اللہ کی برکات اس اعتبار سے ہوتی ہیں کہ وہ مخلوق کو اطاعتِ الٰہی کی طرف دعوت دیتے ہیں، ان کے لیے دُعا کرتے ہیں اور ان کے سبب اللہ کی رحمت کا نزول ہوتا ہے اور وہ عذاب سے بچتے ہیں۔ یہ صورت برحق اور موجود ہے۔ جو سچا شخص برکت سے یہ مراد لیتا ہے، اس کی بات برحق ہے۔ رہا برکت کا غلط معنیٰ، تو وہ یہ ہے کہ اس کے ذریعے مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرایا جائے، جیسے کوئی بزرگ کسی جگہ دفن ہو اور اس کے بارے میں یہ گمان کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے وہاں کے لوگوں کو دوست رکھتا ہے، اگرچہ وہ اللہ و رسول

کی اطاعت بجا نہ بھی لاتے ہوں۔ یہ اعتقاد جہالت پر مبنی ہے۔ رسول اکرم ﷺ اولادِ آدم کے سردار تھے۔ آپ ﷺ مدینہ منورہ میں دفن تھے، لیکن حادثۂ حرہ کی صورت میں اہل مدینہ اس قتل و لوٹ مار اور خوف کا شکار ہوئے، جس کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ یہ سانحہ اس لیے پیش آیا کہ خلفاءِ راشدین کے بعد اہل مدینہ نے ایسے اعمال ایجاد کر لیے تھے، جن کی بنا پر اس حادثہ کا پیش آنا ضروری ہو گیا تھا۔ خلفاءِ راشدین کے دَور میں اللہ تعالیٰ نے ان کے ایمان و تقویٰ کی وجہ سے اہل مدینہ کو عذاب سے بچایا ہوا تھا، کیونکہ خلفا لوگوں کو ایمان و تقویٰ کی طرف دعوت دیتے تھے۔ خلفا کی اطاعت کی برکت اور خود خلفا کے عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کی نصرت و تائید کرتا تھا۔ اسی طرح خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام شام میں مدفون ہیں، اس کے باوجود نصاریٰ ان علاقوں پر تقریباً سو سال تک قابض رہے ہیں اہل شام اس دوران بہت مصیبت میں تھے۔ لہٰذا جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ کوئی مرنے والی ہستی کسی زندہ شخص کو گناہ گار ہونے کے باوجود عذاب سے بچاتی ہے، وہ غلطی پر ہے۔ اسی طرح جب کوئی شخص یہ اعتقاد رکھے کہ کسی ہستی کی برکت اسے حاصل ہوتی ہے، جو اس ہستی کو اللہ کے ساتھ شریک کرتا ہے اور اللہ و رسول کی اطاعت چھوڑ دیتا ہے، مثلاً وہ یہ سمجھ لے کہ غیر اللہ کو سجدہ، غیر اللہ کے پاس زمین کو بوسہ دینا وغیرہ سعادت کا سبب بنتا ہے، اگر چہ وہ اللہ و رسول کی اطاعت نہ بھی کرے، نیز وہ غیر اللہ اس کے لیے سفارش کرے گا اور اپنی محبت اور انتساب کی وجہ سے اسے جنت میں داخل کرائے گا، تو ایسے کتاب و سنت کے مخالف امور مشرکین و اہل بدعت کا پیشہ ہیں۔ یہ باطل امور ہیں، جن پر اعتقاد و اعتماد جائز نہیں، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔'' (مجموع الفتاوٰی: 11/113-115)

❁ قارئین کرام! یہاں رُک کر شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (661-728ھ) کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اظہارِ عقیدت بھی ملاحظہ فرمائیں:

وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجِبُ عَلَيْنَا أَنْ نُّحِبَّهٗ حَتّٰى يَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْنَا مِنْ أَنْفُسِنَا وَآبَائِنَا وَأَبْنَائِنَا وَأَهْلِنَا وَأَمْوَالِنَا، وَنُعَظِّمَهٗ، وَنُوَقِّرَهٗ، وَنُطِيعَهٗ بَاطِنًا وَّظَاهِرًا، وَنُوَالِيَ مَنْ يُّوَالِيهِ، وَنُعَادِيَ مَنْ يُّعَادِيهِ، وَنَعْلَمَ أَنَّهٗ لَا طَرِيقَ إِلَى اللّٰهِ إِلَّا بِمُتَابَعَتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا يَكُونُ وَلِيًّا لِّلّٰهِ، بَلْ وَلَا مُؤْمِنًا وَلَا سَعِيدًا نَّاجِيًا مِنَ الْعَذَابِ؛ إِلَّا مَنْ آمَنَ بِهٖ، وَاتَّبَعَهٗ بَاطِنًا وَّظَاهِرًا، وَلَا وَسِيلَةَ يُتَوَسَّلُ إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ بِهَا؛ إِلَّا الْإِيمَانُ بِهٖ وَطَاعَتُهٗ، وَهُوَ أَفْضَلُ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ، وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ، وَالْمَخْصُوصُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِالشَّفَاعَةِ الْعُظْمَى الَّتِي مَيَّزَهُ اللَّهُ بِهَا عَلٰى سَائِرِ النَّبِيِّينَ، صَاحِبُ الْمَقَامِ الْمَحْمُودِ، وَاللِّوَاءِ الْمَعْقُودِ لِوَاءِ الْحَمْدِ، آدَمُ فَمَنْ دُونَهٗ تَحْتَ لِوَائِهٖ، وَهُوَ أَوَّلُ مَنْ يَّسْتَفْتِحُ بَابَ الْجَنَّةِ، فَيَقُولُ الْخَازِنُ: مَنْ أَنْتَ؟ فَيَقُولُ: أَنَا مُحَمَّدٌ، فَيَقُولُ: بِكَ أُمِرْتُ أَنْ لَّا أَفْتَحَ لِأَحَدٍ قَبْلَكَ، وَقَدْ فَرَضَ عَلٰى أُمَّتِهٖ فَرَائِضَ، وَسَنَّ لَهُمْ سُنَنًا مُّسْتَحَبَّةً، فَالْحَجُّ إِلٰى بَيْتِ اللّٰهِ فَرْضٌ، وَالسَّفَرُ إِلٰى مَسْجِدِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْأَقْصٰى لِلصَّلَاةِ فِيهِمَا وَالْقِرَائَةِ وَالذِّكْرِ وَالدُّعَاءِ وَالِاعْتِكَافِ مُسْتَحَبٌّ بِاتِّفَاقِ الْمُسْلِمِينَ، وَإِذَا أَتٰى مَسْجِدَهٗ، فَإِنَّهٗ يُسَلِّمُ عَلَيْهِ وَيُصَلِّي عَلَيْه،

وَيُسَلِّمُ عَلَيْهِ فِي الصَّلَاةِ وَيُصَلِّي عَلَيْهِ فِيهَا .

''نبی اکرم ﷺ سے اس قدر محبت ہم پر فرض ہے کہ آپ ﷺ ہمیں ہماری جانوں، ہمارے آباواجداد، ہماری اولادوں، ہمارے اہل وعیال اور ہمارے اموال سے بڑھ کر محبوب ہو جائیں۔اسی طرح آپ ﷺ کی تعظیم وتوقیر،آپ کی ظاہری و باطنی اطاعت،آپ سے محبت رکھنے والوں سے محبت اور آپ کی دشمنی کرنے والوں سے دشمنی بھی ہم پر فرض ہے۔نیز ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ آپ ﷺ کی پیروی کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے تقرب کا کوئی راستہ نہیں۔کوئی بندہ ولی تو کیا،مؤمن اور سعید و ناجی بھی نہیں ہوسکتا،جب تک آپ پر ایمان نہ لائے اور ظاہری و باطنی طور پر آپ ﷺ کا فرمانبردار نہ بن جائے۔اللہ تعالیٰ کے تقرب کا کوئی وسیلہ آپ پر ایمان اور آپ کی اطاعت وفرمانبرداری کے سوا نہیں۔آپ ﷺ پہلوں اور بعد والوں سب سے افضل اور خاتم النبیین ہیں۔قیامت کے دن شفاعتِ عظمیٰ بھی آپ کے ساتھ خاص ہوگی،جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام انبیا پر برتری دی ہے۔آپ مقامِ محمود پر فائز ہوں گے اور لواء الحمد آپ کے ہاتھ میں ہوگا،جس کے نیچے آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک کے تمام (مؤحد)لوگ ہوں گے۔ آپ ﷺ ہی سب سے پہلے وہ شخص ہوں گے، جو جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے تو دربان پوچھے گا: آپ کون ہیں؟ آپ ﷺ فرمائیں گے: میں محمد ہوں۔اس پر دربان عرض کرے گا: آپ وہی وہ شخصیت ہیں جن کے بارے میں مجھے حکم دیا گیا ہے کہ آپ کے علاوہ کسی کے لیے میں دروازہ نہ کھولوں۔آپ ﷺ نے اپنی امت کے لیے بہت سے فرائض و مستحب سنن مقرر کی ہیں۔مثلاً بیت اللہ کا حج فرض ہے،جبکہ مسجدِ نبوی اور مسجدِ اقصیٰ کی طرف نماز،قراءت، ذکر،دعا اور اعتکاف

کی نیت سے سفر کرنا سب مسلمانوں کے ہاں اتفاقی طور پر مستحب ہے۔ جب کوئی مسلمان آپ ﷺ کی مسجد میں جاتا ہے،تو آپ پر درود وسلام بھیجتا ہے، نیز ہر نماز میں بھی درود وسلام کا ہدیہ پیش کرتا ہے۔''

(مجموع الفتاوٰی : 27/320، 321)

نبی اکرم ﷺ کی تعظیم وتکریم اور آپ ﷺ سے برکت حاصل کرنا کمال ایمان کی نشانی اور انتہائی محبتِ نبوی کا ثبوت ہے۔جس چیز کو نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ بابرکات سے کسی قسم کا علاقہ اور واسطہ ہو،خواہ وہ آپ ﷺ کے بال مبارک ہوں، جبہ مبارک ہو،عصا مبارک ہو،نعلین شریفین ہوں،اس سے تبرک لینا مشروع اور جائز ہے۔ان آثار کی تعظیم وتکریم درحقیقت نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ بابرکات سے محبت کا اظہار ہے۔اس حقیقت سے کسی مسلمان کو انکار کی مجال نہیں۔

آثار سے تبرک خاصۂ نبوی ہے :

خوب یاد رہے کہ آثار سے تبرک ہمارے نبی پاک ﷺ کا خاصہ ہے۔کسی اور شخصیت کو آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی پر قیاس کر کے اس کے آثار سے تبرک کا جواز پیش کرنا کسی بھی صورت درست نہیں، کیونکہ مخلوق میں آپ ﷺ جیسا کوئی نہیں۔

اگر آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی پر کسی ولی یا صالح شخص کو قیاس کر کے اس کے آثار سے تبرک لینا جائز ہوتا،تو سلف صالحین،یعنی صحابہ کرام،تابعین عظام اور ائمہ دین ضرور ایسا کرتے، کیونکہ وہ قرآن وحدیث کے تقاضوں کو بخوبی پورا کرتے تھے اور قرآن وحدیث کے مفاہیم و معانی اور مطالب کو سب سے بڑھ کر جاننے والے تھے۔

۞ علامہ شاطبی رحمہ اللہ (م:780ھ) فرماتے ہیں :

إِنَّ الصَّحَابَةَ بَعْدَ مَوْتِهِ لَمْ يَقَعْ مِنْ أَحَدٍ مِّنْهُمْ شَيْءٌ مِّنْ ذٰلِكَ

بِالنِّسْبَةِ إِلٰى مَنْ خَلْفَهٗ، إِذْ لَمْ يَتْرُكِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَهٗ فِي الْأُمَّةِ أَفْضَلَ مِنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَهُوَ كَانَ خَلِيفَتَهٗ، وَلَمْ يُفْعَلْ بِهٖ شَيْءٌ مِّنْ ذٰلِكَ، وَلَا عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَهُوَ كَانَ أَفْضَلَ الْأُمَّةِ بَعْدَهٗ، ثُمَّ كَذٰلِكَ عُثْمَانُ، ثُمَّ عَلِيٌّ، ثُمَّ سَائِرُ الصَّحَابَةِ الَّذِينَ لَا أَحَدٌ أَفْضَلُ مِنْهُمْ فِي الْأُمَّةِ، ثُمَّ لَمْ يَثْبُتْ لِوَاحِدٍ مِّنْهُمْ مِّنْ طَرِيقٍ صَحِيحٍ مَّعْرُوفٍ أَنَّ مُتَبَرِّكًا تَبَرَّكَ بِهٖ عَلٰى أَحَدِ تِلْكَ الْوُجُوهِ أَوْ نَحْوِهَا، بَلِ اقْتَصَرُوا فِيهِمْ عَلَى الِاقْتِدَاءِ بِالْأَفْعَالِ وَالْأَقْوَالِ وَالسِّيَرِ الَّتِي اتَّبَعُوا فِيهَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَهُوَ إِذًا إِجْمَاعٌ مِّنْهُمْ عَلٰى تَرْكِ تِلْكَ الْأَشْيَاءِ.

''صحابہ کرام نے آپ کی وفات کے بعد آپ کے علاوہ کسی کے لیے یہ (تبرک) مقرر نہ کیا، کیونکہ آپ ﷺ کے بعد امت میں سب سے افضل سیدنا ابوبکر صدیق تھے اور آپ ﷺ کے بعد خلیفہ بھی تھے۔ان کے ساتھ اس طرح کا کوئی معاملہ نہیں کیا گیا۔نہ سیدنا عمر سے کوئی اس طرح کا تبرک لیا گیا۔وہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بعد امت میں سب سے افضل تھے، پھر سیدنا عثمان وعلی رضی اللہ عنہما اور دوسرے صحابہ کرام تھے،کسی صحابی کے بارے میں باسندِ صحیح ثابت نہیں کہ کسی صحابی یا تابعی نے ان کے ساتھ تبرک والا ایسا سلسلہ جاری کیا ہو، بلکہ انہوں (دیگر صحابہ و تابعین) نے نبی اکرم ﷺ کے اتباع پر مبنی اقوال وافعال اور طریقہ کار میں پہلوں کی پیروی پر اکتفا کیا، لہٰذا یہ ان کی طرف سے تبرک بالآثار کو ترک کرنے پر اجماع ہے۔'' (الاعتصام: 8/2، 9)

❁ **علامہ ابن رجب رحمہ اللہ (736-795ھ) لکھتے ہیں:**

وَكَذٰلِكَ التَّبَرُّكُ بِالْآثَارِ؛ فَإِنَّمَا كَانَ يَفْعَلُهُ الصَّحَابَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ مَّعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَمْ يَكُونُوا يَفْعَلُونَهُ مَعَ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ، وَلَا يَفْعَلُهُ التَّابِعُونَ مَعَ الصَّحَابَةِ مَعَ عُلُوِّ قَدْرِهِمْ.

''اسی طرح آثار کے ساتھ تبرک کا معاملہ ہے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار کے ساتھ تبرک لیا کرتے تھے،لیکن آپس میں وہ ایسا نہیں کرتے تھے،نہ ہی تابعین کرام صحابہ کرام کے آثار کے ساتھ تبرک لیتے تھے،حالانکہ ان کی قدر و منزلت بہت بلند تھی۔''

(الحكم الجديدة بالإذاعة من قول النبي صلّى اللّٰه عليه وسلّم بعثت بالسيف بين يدي الساعة، ص: 55)

❁ **علامہ،عبد الرحمٰن بن حسن رحمہ اللہ (1193-1285ھ) لکھتے ہیں:**

وَأَمَّا مَا ادَّعَاهُ بَعْضُ الْمُتَأَخِّرِينَ مِنْ أَنَّهُ يَجُوزُ التَّبَرُّكُ بِآثَارِ الصَّالِحِينَ؛ فَمَمْنُوعٌ مِّنْ وُّجُوهٍ: مِنْهَا أَنَّ السَّابِقِينَ الْأَوَّلِينَ مِنَ الصَّحَابَةِ وَمَنْ بَعْدَهُمْ لَمْ يَكُونُوا يَفْعَلُونَ ذٰلِكَ مَعَ غَيْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَا فِي حَيَاتِهِ وَلَا بَعْدَ مَوْتِهِ، وَلَوْ كَانَ خَيْرًا لَّسَبَقُونَا إِلَيْهِ، وَأَفْضَلُ الصَّحَابَةِ أَبُو بَكْرٍ وَّعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، وَقَدْ شَهِدَ لَهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَنْ شَهِدَ لَهُ بِالْجَنَّةِ، وَمَا فَعَلَهُ أَحَدٌ مِّنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ مَعَ أَحَدٍ مِّنْ هٰؤُلَاءِ السَّادَةِ.

''بعض متاخرین جو صالحین کے آثار سے تبرک لینے (کے جواز) کا دعویٰ کرتے ہیں،تو یہ کئی وجہ سے ممنوع ہے؛ ایک تو اس لیے کہ سلف صالحین ،صحابہ و تابعین نبی اکرم ﷺ کے علاوہ کسی کے آثار سے تبرک نہیں لیتے تھے،نہ آپ ﷺ کی زندگی میں نہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد۔اگر یہ نیکی کا کام ہوتا تو سلف صالحین ہم سے پہلے ضرور اس کام کو کر چکے ہوتے۔صحابہ کرام میں سے بزرگ ترین ہستیاں،سیدنا ابو بکر وعمر اور عثمان وعلی رضی اللہ عنہم ،جو ان صحابہ میں شامل تھے،جن کو آپ ﷺ نے جنت کی بشارت دی تھی،ان بزرگ ترین ہستیوں کے آثار سے بھی کسی نے تبرک نہیں لیا۔''(فتح المجید شرح کتاب التوحید، ص : 142)

❀ علامۂ ہند،نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ (1248-1307ھ) لکھتے ہیں :

وَلَا يَجُوزُ أَنْ يُّقَاسَ أَحَدٌ مِّنَ الْأُمَّةِ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَنْ ذٰلِكَ الَّذِي يَبْلُغُ شَأْنَهٗ؟ قَدْ كَانَ لَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَالِ حَيَاتِهٖ خَصَائِصُ كَثِيرَةٌ، لَا يَصْلُحُ أَنْ يُّشَارِكَهٗ فِيهَا غَيْرُهٗ.

''امت میں کسی کو رسول اللہ ﷺ پر قیاس کرنا جائز نہیں۔کون ہے جو آپ ﷺ کی شان کو پہنچ سکے؟حیاتِ مبارکہ میں آپ ﷺ کو بہت سے خصائص حاصل تھے، جن میں آپ ﷺ کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہوسکتا۔''(الدین الخالص : 250/2)

❀ مفتیٔ اعظم سعودی عرب،شیخ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز رحمہ اللہ (1330-1420) فرماتے ہیں :

وَأَمَّا التَّبَرُّكُ بِشَعْرِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَرَقِهٖ وَوَضُوئِهٖ؛ فَلَا

حَرَجَ فِي ذٰلِكَ كَمَا تَقَدَّمَ، لِأَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَقَرَّ الصَّحَابَةَ عَلَيْهِ، وَلِمَا جَعَلَ اللّٰهُ فِيهِ مِنَ الْبَرَكَةِ، وَهِيَ مِنَ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ، وَهٰكَذَا مَا جَعَلَ اللّٰهُ فِي مَاءِ زَمْزَمَ مِنَ الْبَرَكَةِ، حَيْثُ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ زَمْزَمَ: «إِنَّهَا مُبَارَكَةٌ، وَإِنَّهَا طَعَامُ طعمٍ وَّشِفَاءُ سُقْمٍ»، وَالْوَاجِبُ عَلَى الْمُسْلِمِينَ الِاتِّبَاعُ وَالتَّقَيُّدُ بِالشَّرْعِ، وَالْحَذِرُ مِنَ الْبِدَعِ الْقَوْلِيَّةِ وَالْعَمَلِيَّةِ، وَلِهٰذَا لَمْ يَتَبَرَّكِ الصَّحَابَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ بِشَعْرِ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَوْ عَرَقِهِ أَوْ وَضُوئِهِ، وَلَا بِشَعْرِ عُمَرَ أَوْ عُثْمَانَ أَوْ عَلِيٍّ أَوْ عَرَقِهِمْ أَوْ وَضُوئِهِمْ، وَلَا بِعَرَقِ غَيْرِهِمْ مِّنَ الصَّحَابَةِ وَشَعْرِهٖ وَوَضُوئِهٖ، لِعِلْمِهِمْ بِأَنَّ هٰذَا أَمْرٌ خَاصٌّ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا يُقَاسُ عَلَيْهِ غَيْرُهٗ فِي ذٰلِكَ، وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿**وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ**﴾ (التوبة 9 : 100).

”آپ ﷺ کے بالوں، پسینے اور وضو کے پانی سے تبرک لینے میں کوئی حرج نہیں، جیسا کہ بیان ہو چکا ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے صحابہ کرام کے اس عمل پر رضامندی ظاہر فرمائی اور اس میں برکت موجود ہے، جو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔ اسی طرح وہ برکت جو آبِ زمزم میں اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے

اس کے بارے میں فرمایا: یہ بابرکت پانی ہے، بھوک کے لیے کھانا اور بیماری کے لیے شفا ہے۔مسلمانوں پر ضروری ہے کہ وہ شریعت کی پیروی و پابندی کریں اور قولی و عملی بدعات سے اجتناب کریں۔یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بالوں، پسینے اور وضو کے پانی سے تبرک نہیں لیا، نہ سیدنا عمر، سیدنا عثمان اور سیدنا علی رضی اللہ عنہم اور دوسرے صحابہ کرام کے ساتھ ایسا معاملہ کیا، کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ یہ تبرک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے اور اس سلسلے میں کسی کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔حالانکہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کے بارے میں فرمایا: ﴿وَالسَّابِقُوْنَ الْأَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا أَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾(التوبة 9 : 100)(جن لوگوں نے سبقت کی (یعنی سب سے) پہلے (ایمان لائے) مہاجرین میں سے بھی اور انصار میں سے بھی اور جنہوں نے نیکی کے ساتھ اُن کی پیروی کی، اللہ اُن سے خوش ہو گیا اور وہ اللہ سے خوش ہو گئے اور اللہ نے ان کیلئے باغات تیار کئے ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں، وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے۔یہی بڑی کامیابی ہے)۔''(مجموع فتاوی ابن باز : 121/9)

❁ نیز فرماتے ہیں:

لَا نَعْلَمُ شَيْئًا فِي هٰذَا إِلَّا مَا ثَبَتَ عَنْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ اللّٰهَ جَعَلَ فِي جِسْمِهِ وَعَرَقِهِ وَمَسِّ جَسَدِهِ بَرَكَةً خَاصَّةً بِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ، وَلَا يُقَاسُ عَلَيْهِ غَيْرُهُ مِنَ الْعُلَمَاءِ وَغَيْرِهِمْ، وَمَا يَفْعَلُهُ

بَعْضُ النَّاسِ مِنَ التَّبَرُّكِ بِبَعْضِ النَّاسِ؛ فَهُوَ غَلَطٌ لَّا وَجْهَ لَهٗ، وَلَيْسَ عَلَيْهِ دَلِيلٌ، إِنَّمَا هٰذَا خَاصٌّ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لِأَنَّ اللّٰهَ جَعَلَ فِي عَرَقِهٖ بَرَكَةً، وَفِي رِيقِهٖ وَفِي وَضُوئِهٖ وَفِي شَعْرِهٖ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ، وَلِهٰذَا وُزِّعَ شَعْرُهٗ بَيْنَ النَّاسِ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ، وَأَمَرَ الصَّحَابَةَ أَنْ يَّأْخُذُوا مِنْ فَضْلِ وَضُوئِهٖ وَمِنْ عَرَقِهٖ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ، لِمَا جَعَلَ اللّٰهُ فِيهِ مِنَ الْبَرَكَةِ، وَلَا يُقَاسُ عَلَيْهِ غَيْرُهٗ، وَلِهٰذَا لَمْ يَتَبَرَّكِ الصَّحَابَةُ بِالصِّدِّيقِ، وَلَا بِعُمَرَ وَلَا بِعُثْمَانَ وَلَا بِعَلِيٍّ، وَهُمْ أَفْضَلُ النَّاسِ بَعْدَ الْأَنْبِيَاءِ، فَدَلَّ ذٰلِكَ عَلٰى أَنَّ هٰذَا خَاصٌّ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَمَّا مَا يَفْعَلُهٗ بَعْضُ النَّاسِ مِنَ التَّبَرُّكِ بِبَعْضِ الْعُلَمَاءِ، أَوْ بِبَعْضِ الْعُبَّادِ، أَوْ بِبَعْضِ جُدُرَانِ الْكَعْبَةِ، أَوْ بِكَسْوَةِ الْكَعْبَةِ؛ فَكُلُّ هٰذَا لَا أَصْلَ لَهٗ، بَلْ يَجِبُ مَنْعُهٗ.

''ہمارے علم میں آثار سے تبرک کے بارے میں صرف وہی چیز ہے، جو نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے جسم، پسینے اور بدن کو چھونے میں خاص برکت رکھی تھی۔اس سلسلے میں آپ ﷺ کے علاوہ دیگر علما وغیرہ کو آپ ﷺ پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔بعض لوگ جو کچھ بزرگ ہستیوں کے آثار سے تبرک لیتے ہیں، وہ غلط کام ہے، جس کی کوئی وجہِ جواز نہیں، نہ اس پر کوئی دلیل ہے۔ایسا کرنا نبی اکرم ﷺ کے ساتھ خاص ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ

کے بال،لعاب،وضو کے پانی اور بالوں میں برکت رکھی تھی۔یہی وجہ ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ کے بال مبارک لوگوں میں تقسیم کیے گئے،نیز آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو حکم فرمایا کہ وہ آپ ﷺ کے وضو کے بچے ہوئے پانی اور پسینے کو لیں،کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ نے برکت رکھی تھی۔اس معاملے میں کسی اور کو آپ ﷺ پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔یہی وجہ تھی کہ صحابہ کرام نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آثار سے تبرک نہیں لیا،نہ سیدنا عمر،سیدنا عثمان اور سیدنا علی رضی اللہ عنہم کے ساتھ ایسا کیا گیا،حالانکہ یہ ہستیاں انبیاءِ کرام کے بعد سب سے بزرگ ترین ہستیاں تھیں۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تبرک نبی اکرم ﷺ کے ساتھ خاص تھا۔کچھ لوگ جو بعض علما،بعض عابدوں،کعبہ کی بعض دیواروں یا غلافِ کعبہ سے تبرک لیتے ہیں،اس کی کوئی دلیل نہیں،بلکہ اس سے روکنا ضروری ہے۔''

(مجموع فتاوی ابن باز: 28/285،286)

حجر اسود اور آثارِ صالحین سے تبرک:

❀ ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب لکھتے ہیں:

''جیسے مناسکِ حج ادا کرتے ہوئے حجر اسود،رکن یمانی اور مقامِ ابراہیم سے برکت کا حصول شرک نہیں،تو کسی پیغمبر یا ولی سے واسطہ تیمن یا واسطہ تبرک شرک کیسے ہوگا؟اگر ایک پتھر کو واسطہ بنا لینا جائز ہو اور انبیا و اولیا کو واسطہ بنانا ناجائز اور شرک تصور کیا جائے،تو یہ حقیقی تصورِ دین کے خلاف ہے۔''

(تبرک کی شرعی حیثیت،ص:19)

الحمد للہ!ہم نے تبرکِ مشروع اور تبرکِ ممنوع کی وضاحت کر دی ہے۔حجر اسود کو بوسہ دینا،رکن یمانی کو چھونا اور مقامِ ابراہیم پر نماز ادا کرنا شرعاً جائز ہے۔یہ سب کچھ قرآن و

حدیث کی پیروی میں کیا جاتا ہے۔ان اعمال کا اپنا خاص موقع ومحل ہے۔طواف کے علاوہ حجر اسود کو بوسہ دینا اور رکن یمانی کو چھونا جائز نہیں، کیونکہ یہ عبادت ہے اور عبادت کا موقع ومحل متعین کرنے کا اختیار صرف رسول اللہ ﷺ کو ہے۔رہا یہ کہنا کہ حجر اسود کو بوسہ اس لیے دیا جاتا ہے، رکن یمانی کو چھوا اس لیے جاتا ہے اور مقامِ ابراہیم پر نماز کی ادائیگی اس لیے کی جاتی ہے کہ اس سے تبرک حاصل کیا جائے، تو یہ غلط فہمی ہے، جسے دُور کیا جانا ضروری ہے۔حجر اسود، رکن یمانی اور مقامِ ابراہیم کو واسطہ تیمن وتبرک بنانا صحابہ و تابعین اور ائمہ دین سے ثابت نہیں۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو چومتے ہوئے واضح طور پر یہ اعلان کر دیا تھا کہ اطاعتِ رسول کے علاوہ اسے چھونے کا اور کوئی مقصد نہیں، ملاحظہ فرمائیں:

✿ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ حجر اسود کے پاس آئے، اسے بوسہ دیا اور فرمایا:

«إِنِّي أَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ، لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ، وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُكَ؛ مَا قَبَّلْتُكَ».

”بلاشبہ میں جانتا ہوں کہ تُو ایک پتھر ہے، نہ نفع دیتا ہے نہ نقصان۔اگر میں نے نبی اکرم ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا، تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا۔“

(صحيح البخاري: 1597، صحيح مسلم: 1270)

کیا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اس فرمان کو جان کر بھی کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ حجر اسود کو تبرک کی نیت سے چوما جاتا ہے؟

اسلافِ امت حجر اسود کو بوسہ دیتے تھے، رکن یمانی کو چھوتے تھے اور مقامِ ابراہیم پر نماز ادا کرتے تھے، لیکن تبرک کی نیت سے نہیں، بلکہ پیرویٔ رسول ﷺ کی نیت سے ایسا کرتے تھے۔پھر یہی اسلاف رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی اور کے آثار سے تبرک حاصل نہیں کرتے تھے، بلکہ وہ اس چیز سے قطعاً ناواقف تھے۔رہے آثارِ رسول ﷺ، تو ان سے تبرک کا ثبوت

شریعت میں موجود ہے اور اسلافِ امت اس پر عمل پیرا تھے۔

❁ علامہ، محبّ الدین، احمد بن عبداللہ، طبری رحمہ اللہ (615-694ھ) فرماتے ہیں :

إِنَّمَا قَالَ ذٰلِكَ لِأَنَّ النَّاسَ كَانُوا حَدِيثِي عَهْدٍ بِعِبَادَةِ الْأَصْنَامِ، فَخَشِيَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنْ يَّظُنَّ الْجُهَّالُ بِأَنَّ اسْتِلَامَ الْحَجَرِ هُوَ مِثْلُ مَا كَانَتِ الْعَرَبُ تَفْعَلُهٗ، فَأَرَادَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنْ يُّعْلِمَ أَنَّ اسْتِلَامَهٗ لَا يُقْصَدُ بِهٖ إِلَّا تَعْظِيمُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَالْوُقُوفُ عِنْدَ أَمْرِ نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَنَّ ذٰلِكَ مِنْ شَعَائِرِ الْحَجِّ الَّتِي أَمَرَ اللّٰهُ بِتَعْظِيمِهَا، وَأَنَّ اسْتِلَامَهٗ مُخَالِفٌ لِّفِعْلِ الْجَاهِلِيَّةِ فِي عِبَادَتِهِمُ الْأَصْنَامَ، لِأَنَّهُمْ كَانُوا يَعْتَقِدُونَ أَنَّهَا تُقَرِّبُهُمْ إِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى، فَنَبَّهَ عُمَرُ عَلٰى مُخَالِفَةِ هٰذَا الِاعْتِقَادِ، وَأَنَّهٗ لَا يَنْبَغِي أَنْ يُّعْبَدَ إِلَّا مَنْ يَّمْلِكُ الضَّرَرَ وَالنَّفْعَ، وَهُوَ اللّٰهُ جَلَّ جَلَالُهٗ .

''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات اس لیے فرمائی کہ لوگ نئے نئے بتوں کی عبادت کو چھوڑ کر آئے تھے۔آپ کو خدشہ ہوا کہ کہیں جاہل لوگ یہ نہ سمجھ بیٹھیں کہ حجر اسود کو چومنے کا عمل عربوں کے (دورِ جاہلیت والے) عمل کی طرح ہے۔آپ نے اس بات سے خبردار کرنا چاہا کہ ان کے حجر اسود کو چومنے کا مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور فرمانِ نبوی کی پیروی ہے، نیز یہ ان شعائرِ حج میں سے ہے، جن کی تعظیم کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور حجر اسود کو چومنا دورِ جاہلیت والی بتوں کی عبادت کے بالکل خلاف ہے، کیونکہ مشرکین یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ بت ان کو اللہ تعالیٰ کے قریب کرتے ہیں۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے تنبیہ فرمائی کہ اس اعتقاد کی مخالفت کی

جائے اور یہ بتایا کہ عبادت صرف اسی کی جائز ہے، جو نفع ونقصان کا مالک ہو اور ایسی ذات صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔''

(عمدة القاري شرح صحيح البخاري للعيني : 240/9)

❁ ملا علی، قاری، حنفی، ماتریدی (م: 1014ھ) لکھتے ہیں:

وَفِيهِ إِشَارَةٌ مِنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِلٰى أَنَّ هٰذَا أَمْرٌ تَعَبُّدِيٌّ، فَنَفْعَلُ، وَعَنْ عِلَّتِهٖ لَا نَسْأَلُ.

''اس میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس بات کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں کہ حجر اسود کو چومنا ایک تعبدی (عبادت کے لیے جاری کیا گیا) حکم ہے۔ہم اسے بجا لائیں گے، لیکن اس کی علت کے بارے میں سوال نہیں کریں گے۔''

(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح : 213/3)

❁ علامہ، ڈاکٹر، شمس الدین، سلفی، افغانی رحمہ اللہ (1372-1420ھ) فرماتے ہیں:

دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ الْحَجَرَ الْأَسْوَدَ إِذًا لَّا يَنْفَعُ وَلَا يَضُرُّ، وَأَنَّ تَقْبِيلَهٗ عَلٰى خِلَافِ الْقِيَاسِ لِمُجَرَّدِ التَّعَبُّدِ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، لَا لِأَجْلِ التَّبَرُّكِ بِهٖ، فَمَا ظَنُّكَ بِأَحْجَارِ الْقُبُورِ وَأَشْجَارِهَا؟ فَلَا يُقَاسُ عَلَيْهِ تَقْبِيلُ غَيْرِهٖ مِنَ الْأَحْجَارِ وَالْأَشْجَارِ، وَفِي كَلَامِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِشَارَةٌ إِلٰى أَنَّ تَقْبِيلَ الْحَجَرِ لِأَجْلِ الْخَوْفِ وَالطَّمْعِ وَالتَّعْظِيمِ؛ فِيهِ خَوْفُ الْوُقُوعِ فِي الشِّرْكِ، فَلِهٰذَا نَبَّهَ النَّاسَ بِأَنَّهٗ لَا يَضُرُّ وَلَا يَنْفَعُ، وَهٰذَا دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ الصَّحَابَةَ كَانُوا يَهْتَمُّونَ بِأَمْرِ التَّوْحِيدِ وَحِمَايَةِ حِمَاةٍ وَسَدِّ ذَرَائِعِ الشِّرْكِ.

''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان اس بات کی دلیل ہے کہ حجر اسود نفع ونقصان نہیں دیتا، نیز باقی پتھروں کو چھوڑ کر اسے چومنا صرف اللہ عزوجل کی عبادت کے لیے ہے، نہ کہ اس سے برکت حاصل کرنے کی نیت سے۔(جب حجر اسود کا یہ معاملہ ہے،تو اب)قبروں کے پتھروں اور درختوں کے بارے میں کیا خیال ہے؟حجر اسود کو چومنے پر دیگر حجر وشجر کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے کلام میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حجر اسود کو اگر خوف،لالچ اور تعظیم کی نیت سے چوما جائے، تو اس صورت میں شرک میں واقع ہونے کا خدشہ پیدا ہو جائے گا۔اسی لیے انہوں نے لوگوں کو اس بات کی وضاحت فرما دی کہ یہ نفع ونقصان نہیں دیتا۔ یہ واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ صحابہ کرام توحید کے حکم،عقیدے کی حفاظت اور شرک کے اسباب کو ختم کرنے کا بہت اہتمام کرتے تھے۔''

(جهود علماء الحنفيّة في إبطال عقائد القبوريّة : 2/656-658)

❁ نیز فرماتے ہیں:

إِذًا لَّا يَجُوزُ تَقْبِيلُ الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ، وَاسْتِلَامُهٗ وَالتَّمَسُّحُ بِهٖ لِأَجْلِ التَّبَرُّكِ بِهٖ وَالِاسْتِشْفَاءِ بِهٖ، فَكَيْفَ يَجُوزُ التَّبَرُّكُ بِالْقُبُورِ، وَأَحْجَارِهَا، وَأَشْجَارِهَا، وَخِرَقِهَا، وَزُيُوتِهَا، وَشُمُوعِهَا، وَنَحْوِهَا؟ وَفِي ذٰلِكَ عِبْرَةٌ لِّلْقُبُورِيَّةِ عَامَّةً، وَالدُّيُوبَنْدِيَّةِ التَّبْلِيغِيَّةِ خَاصَّةً ! فَلَوْ كَانَ التَّبَرُّكُ بِهٰذِهِ الْأَشْيَاءِ جَائِزًا لَّكَانَ الْحَجَرُ الْأَسْوَدُ أَوْلٰى وَأَحْرٰى وَأَلْيَقُ، لِأَنَّهٗ مَسَّتْهُ أَيْدِي الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ، وَالصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ، وَالْأَوْلِيَاءِ وَالصَّالِحِينَ .

''جب حجر اسود کو تبرک اور شفا کے حصول کی خاطر چومنا اور چھونا جائز نہیں،تو قبروں،ان کے پتھروں،درختوں،کپڑوں،تیل،شمعوں وغیرہ سے تبرک اور شفا کا حصول کیسے جائز ہوا؟اس میں قبر پرستوں کے لیے عموماً اور تبلیغی دیوبندیوں کے لیے خصوصاً عبرت ہے۔اگر قبروں اور ان کے متعلقات سے تبرک جائز ہے،تو حجر اسود اس کے زیادہ لائق ہے،کیونکہ اسے انبیا و مرسلین،صحابہ و تابعین اور اولیا و صالحین کے ہاتھوں نے چھوا ہوا ہے۔''

(جهود علماء الحنفيّة في إبطال العقائد القبوريّة : 2/652-659)

❀ شیخ محمد بن صالح عثیمین رحمہ اللہ (1347-1421ھ) فرماتے ہیں:

أَيُّ حَجَرٍ كَانَ حَتّٰى الصَّخْرَةِ الَّتِي فِي بَيْتِ الْمَقْدِسِ، فَلَا يُتَبَرَّكُ بِهَا، وَكَذَا الْحَجَرُ الْأَسْوَدُ لَا يُتَبَرَّكُ بِهٖ، وَإِنَّمَا يُتَعَبَّدُ لِلّٰهِ بِمَسْحِهٖ وَتَقْبِيلِهٖ اتِّبَاعًا لِّلرَّسُولِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَبِذٰلِكَ تَحْصُلُ بَرَكَةُ الثَّوَابِ، وَلِهٰذَا قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : إِنِي لَأَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَّا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ، وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُكَ؛ مَا قَبَّلْتُكَ، فَتَقْبِيلُهٗ عِبَادَةٌ مَّحْضَةٌ، خِلَافًا لِّلْعَامَّةِ، يَظُنُّونَ أَنَّ بِهٖ بَرَكَةٌ حِسِّيَّةٌ، وَلِذٰلِكَ إِذَا اسْتَلَمَهٗ بَعْضُ هٰؤُلَاءِ؛ مَسَحَ عَلٰى جَمِيعِ بَدَنِهٖ تَبَرُّكًا بِذٰلِكَ .

''کوئی بھی پتھر ہو،خواہ بیت المقدس میں موجود صخرہ ہو،اس سے تبرک نہیں لیا جا سکتا۔یہی معاملہ حجر اسود کا ہے،اس سے بھی برکت حاصل نہیں کی جا سکتی۔اسے چھو کر اور اس کو بوسہ دے کر رسول اللہ ﷺ کی پیروی میں صرف اللہ تعالیٰ کی

عبادت کی جاتی ہے،اسی سے ثواب کی صورت میں برکت حاصل ہوتی ہے۔اسی لیے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: میں جانتا ہوں کہ تُو ایک پتھر ہے،تُو نہ نفع دے سکتا ہے نہ نقصان۔اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا،تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا۔چنانچہ حجر اسود کو چومنا صرف ایک عبادت ہے۔عام لوگوں کا اعتقاد اس کے خلاف ہے،وہ سمجھتے ہیں کہ اس پتھر میں حسی برکت ہے، یہی وجہ ہے کہ جب وہ اسے چھوتے ہیں تو تبرک کی نیت سے اپنے سارے جسم پر ہاتھ پھیرتے ہیں۔"(القول المفید علی کتاب التوحید :196/1)

❀ معروف مفسر،علامہ،عبد الرحمٰن بن ناصر،سعدی رحمہ اللہ (1307-1376ھ) فرماتے ہیں:

فَإِنَّ الْعُلَمَاءَ اتَّفَقُوا عَلٰی أَنَّہٗ لَا یُشْرَعُ التَّبَرُّکُ بِشَيْءٍ مِّنَ الْـأَشْجَارِ وَالْـأَحْجَارِ وَالْبُقَعِ وَالْمَشَاهِدِ وَغَیْرِهَا، فَإِنَّ هٰذَا التَّبَرُّکَ غُلُوٌّ فِیهَا، وَذٰلِکَ یَتَدَرَّجُ بِہٖ إِلٰی دُعَائِهَا وَعِبَادَتِهَا، وَهٰذَا هُوَ الشِّرْکُ الْـأَکْبَرُ، ـــ، وَهٰذَا عَامٌّ فِي کُلِّ شَيْءٍ، حَتّٰی مَقَامِ إِبْرَاهِیمَ وَحُجْرَةِ النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَصَخْرَةِ بَیْتِ الْمَقْدِسِ وَغَیْرِهَا مِنَ الْبُقَعِ الْفَاضِلَةِ، وَأَمَّا اسْتِلَامُ الْحَجَرِ الْـأَسْوَدِ وَتَقْبِیلُہٗ، وَاسْتِلَامُ الرُّکْنِ الْیَمَانِيِّ مِنَ الْکَعْبَةِ الْمُشَرَّفَةِ؛ فَهٰذَا عُبُودِیَّةٌ لِّلّٰہِ وَتَعْظِیمٌ لِّلّٰہِ وَخُضُوعٌ لِّعَظَمَتِہٖ، فَهُوَ رُوحُ التَّعَبُّدِ، فَهٰذَا تَعْظِیمٌ لِّلْخَالِقِ وَتَعَبُّدٌ لَّہٗ، وَذٰلِکَ تَعْظِیمٌ لِّلْمَخْلُوقِ وَتَأَلُّہٌ لَّہٗ، فَالْفَرْقُ بَیْنَ الْـأَمْرَیْنِ کَالْفَرْقِ بَیْنَ الدُّعَاءِ لِلّٰہِ الَّذِي هُوَ إِخْلَاصٌ وَّتَوْحِیدٌ، وَالدُّعَاءِ

لِلْمَخْلُوقِ الَّذِي هُوَ شِرْكٌ وَّتَنْدِيدٌ .

''علماءِ کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کسی بھی شجر و حجر اور جگہ و مقام وغیرہ سے تبرک لینا جائز نہیں، کیونکہ یہ تبرک میں غلو ہے اور یہ تبرک بالتدریج ان چیزوں کو پکارنے اور ان کی عبادت کرنے کی طرف لے جاتا ہے جو کہ شرکِ اکبر ہے۔ یہ اصول ہر چیز کے لیے عام ہے، حتی کہ مقامِ ابراہیم، حجرۂ نبوی، بیت المقدس کے پتھر جیسی فضیلت والی جگہوں کے لیے بھی۔ رہا حجر اسود کو چھونا اور چومنا، نیز کعبہ مشرفہ کے رکن یمانی کو چھونا، تو یہ اللہ تعالیٰ کی عبادت و تعظیم ہے اور اس کی عظمت کے سامنے جھک جانے کا نام ہے۔ یہی عبادت کی روح ہے۔ یہ خالق کی تعظیم و عبادت ہے، جبکہ دیگر پتھروں اور مقامات کو چھونا مخلوق کی تعظیم و عبادت ہے۔ دونوں کے درمیان فرق وہی ہے جو خالق اور مخلوق کو پکارنے کے درمیان ہے۔ اللہ تعالیٰ کو پکارنا اخلاص و توحید ہے، جبکہ مخلوق کو (مافوق الاسباب) پکارنا شرک اور ساجھی بنانا ہے۔'' (القول السدید شرح کتاب التوحید، ص :51)

❀ دکتور، عبد اللہ بن عبد العزیز بن حماد، ابنِ جبرین لکھتے ہیں :

فَقَوْلُ عُمَرَ هٰذَا صَرِيحٌ فِي أَنَّ تَقْبِيلَ الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ إِنَّمَا هُوَ اتِّبَاعٌ لِّلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَالْمُسْلِمُ يَفْعَلُهُ تَعَبُّدًا لِّلّٰهِ تَعَالٰى، وَاقْتِدَاءً بِخَيْرِ الْبَرِيَّةِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَيْسَ مِنْ بَابِ التَّبَرُّكِ فِي شَيْءٍ .

''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان اس بات میں صریح ہے کہ حجر اسود کو چومنا صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کے لیے ہے۔ مسلمان صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت اور خیر

البشر ﷺ کی پیروی میں ایسا کرتا ہے۔اس کا تبرک کے مسئلے سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں۔''(تسهيل العقيدة الإسلاميّة، ص :311)

۞ شیخ،صالح بن عبدالعزیز،آل الشیخ فرماتے ہیں :

وَكَذٰلِكَ الْحَجَرُ الْأَسْوَدُ هُوَ حَجَرٌ مُّبَارَكٌ، وَلٰكِنَّ بَرَكَتَهُ لِأَجْلِ الْعِبَادَةِ، يَعْنِي أَنَّ مَنِ اسْتَلَمَهُ تَعَبُّدًا مُّطِيعًا لِّلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي اسْتِلَامِهِ لَهُ، وَفِي تَقْبِيلِهِ، فَإِنَّهُ يَنَالُهُ بِهِ بَرَكَةَ الِاتِّبَاعِ .

''اسی طرح حجر اسود مبارک پتھر ہے،لیکن اس کی برکت عبادت کی وجہ سے ہے، یعنی جو اسے عبادت کی نیت سے نبی اکرم ﷺ کی پیروی میں چومے گا،وہ اس عمل کی وجہ سے اتباع کی برکت حاصل کر لے گا۔''

(التمهيد في شرح كتاب التوحيد، ص : 124-125)

دیگر اشیا کو بوسہ دینے کی شرعی حیثیت :

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اس فرمان سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ صرف اسی چیز کو بوسہ دینا مشروع اور جائز ہوتا ہے،جس کے لیے شریعت ِاسلامیہ نے اجازت دی ہو۔جن چیزوں کو بوسہ دینے کی شریعت میں گنجائش نہ ہو،انہیں حجر اسود پر قیاس کرنا بدعت ہے،جیسا کہ :

۞ شارحِ صحیح بخاری،حافظ ابن حجر،عسقلانی رحمہ اللہ (771-852ھ)فرماتے ہیں :

قَالَ شَيْخُنَا فِي شَرْحِ التِّرْمِذِيِّ : فِيْهِ كَرَاهِيَةُ تَقْبِيلِ مَا لَمْ يَرِدِ الشَّرْعُ بِتَقْبِيلِهِ .

''ہمارے شیخ (ابوالفضل بن الحسین) جامع ترمذی کی شرح میں فرماتے ہیں : سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اس فرمان سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جس چیز کو چومنے کے

بارے میں شریعت کی کوئی دلیل وارد نہ ہوئی ہو، اسے چومنا مکروہ ہے۔''

(فتح الباري في شرح صحيح البخاري : 463/3)

ایک جھوٹی روایت :

ایک روایت میں ہے کہ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا:

إِنِّي أَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ، لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ .

''بلاشبہ میں جانتا ہوں کہ تُو ایک پتھر ہے۔تُو نہ نفع دیتا ہے نہ نقصان۔''

تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا:

بَلٰی، یَا أَمِیرَ الْمُؤْمِنِینَ، إِنَّهُ یَضُرُّ وَیَنْفَعُ .

''کیوں نہیں، امیر المومنین! یہ تو نفع ونقصان دیتا ہے۔''

(المستدرك على الصحيحين للحاكم : 457/1، أخبار مكّة للأزرقي : 323/1، شعب الإيمان للبيهقي : 3749)

یہ جھوٹی روایت ہے۔اس کو گھڑنے کا ''کارنامہ'' ابو ہارون عبدی نامی ''متروک'' و ''کذاب'' راوی نے سرانجام دیا ہے۔اس کے بارے میں :

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

وَالْأَکْثَرُ عَلٰی تَضْعِیفِهٖ أَوْ تَرْکِهٖ .

''اکثر محدثین کرام نے اسے ضعیف یا متروک قرار دیا ہے۔''

(ميزان الاعتدال : 173/3)

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

مُضَعَّفٌ عِنْدَ الْأَئِمَّةِ .

''ائمہ محدثین کے ہاں یہ ضعیف قرار دیا گیا ہے۔'' (تفسير ابن كثير : 21/3)

لہٰذا احمد یار خاں نعیمی گجراتی صاحب کا یہ کہنا بے دلیل اور باطل ہے کہ:

''سنگِ اسود نفع ونقصان پہنچانے والا ہے۔''(''جاءالحق'':375/1)

رُکنِ یمانی سے تبرک :

دورانِ طواف رکن یمانی کا استلام (ہاتھ سے چھونا) سنت ہے،لیکن اسے بوسہ دینا جائز نہیں، کیونکہ آپ ﷺ نے بوسہ صرف حجر اسود کو دیا ہے۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کعبۃ اللہ کا طواف کیا۔سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کعبۃ اللہ کے چاروں کونوں کو ہاتھ سے چھوتے تھے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے فرمایا: آپ کعبۃ اللہ کے (دو شامی) کونوں کو کیوں چھوتے ہیں؟ نبی اکرم ﷺ تو انہیں نہیں چھوتے تھے۔سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

لَيْسَ شَيْءٌ مِّنَ الْبَيْتِ مَهْجُورًا .

''بیت اللہ کی کوئی چیز بھی چھوڑنے کے قابل نہیں۔''

اس پر سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الأحزاب 33 :21)

''تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی سیرت میں اسوۂ حسنہ ہے۔''

یہ سن کر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

صَدَقْتَ .

''آپ نے بالکل سچ کہا ہے۔''

(مسند الإمام أحمد :217/1، شرح معاني الآثار للطحاوي : 184/2، وسندهٗ حسنٌ)

اس کا راوی خصیف بن عبد الرحمٰن جمہور محدثین کرام کے نزدیک ''موثق،حسن الحدیث''

ہے۔اس کے بارے میں:

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (631-676ھ) فرماتے ہیں:

وَأَمَّا قَوْلُ الْبَيْهَقِيِّ : إِنَّ خُصَيْفًا غَيْرُ قَوِيٍّ؛ فَقَدْ خَالَفَهُ فِيهِ كَثِيرُونَ مِنَ الْحُفَّاظِ وَالْأَئِمَّةِ الْمُتَقَدِّمِينَ فِي الْبَيَانِ .

''رہا امام بیہقی رحمہ اللہ کا یہ کہنا کہ خصیف غیر قوی راوی ہے،تو اس بیان میں انہوں نے بہت سے حفاظ اور ائمہ متقدمین کی مخالفت کی ہے۔''

(المجموع شرح المهذّب : 216/7، الجوهر النقيّ للتركماني الحنفي : 37/5، البدر المنير لابن الملقّن : 149/6)

❁ علامہ،محمد بن بیر علی، برکوی، حنفی رحمہ اللہ (929-981ھ) لکھتے ہیں:

اِتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى أَنَّهٗ لَا يُسْتَلَمُ وَلَا يُقَبَّلُ إِلَّا الْحَجَرُ الْأَسْوَدُ، وَأَمَّا الرُّكْنُ الْيَمَانِيُّ؛ فَالصَّحِيحُ أَنَّهٗ يُسْتَلَمُ وَلَا يُقَبَّلُ .

''علماءِ کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ چھونا اور چومنا صرف حجر اسود کے ساتھ خاص ہے۔رہا رکن یمانی تو اس کے بارے میں صحیح بات یہی ہے کہ اسے چھوا جائے گا،چوما نہیں جائے گا۔''(زيارة القبور، ص : 52، طبع دار الإفتاء)

❁ عالَمِ عرب کے مشہور عالم، علامہ وفقیہ محمد بن صالح عثیمین رحمہ اللہ (1347-1421ھ) فرماتے ہیں:

وَمَعَ الْأَسَفِ، إِنَّ بَعْضَ النَّاسِ اتَّخَذُوا مِنَ الْعِبَادَاتِ نَوْعًا مِّنَ التَّبَرُّكِ فَقَطْ؛ مِثْلُ مَا يُشَاهَدُ مِنْ أَنَّ بَعْضَ النَّاسِ يَمْسَحُ الرُّكْنَ الْيَمَانِيَّ، وَيَمْسَحُ بِهٖ وَجْهَ الطِّفْلِ وَصَدْرَهٗ، وَهٰذَا مَعْنَاهُ أَنَّهُمْ جَعَلُوا

مَسْحَ الرُّكْنِ الْيَمَانِيِّ مِنْ بَابِ التَّبَرُّكِ لَا التَّعَبُّدِ، وَهٰذَا جَهْلٌ، وَقَدْ قَالَ عُمَرُ فِي الْحَجَرِ : إِنِّي أَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَّا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ، وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُكَ؛ مَا قَبَّلْتُكَ .

''افسوس کی بات ہے کہ بعض لوگوں نے عبادات کو صرف تبرک کی ایک قسم بنا لیا ہے، جیسے دیکھا گیا ہے کہ بعض لوگ رکن یمانی کو چھوتے ہیں اور پھر بچوں کے چہرے اور سینے پر ہاتھ پھیرتے ہیں۔اس کا معنیٰ یہ ہے کہ انہوں نے رکن یمانی کو عبادت کی بجائے تبرک کے لیے چھونا شروع کر دیا ہے۔یہ جہالت ہے۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کے بارے میں فرمایا تھا: میں جانتا ہوں کہ تُو ایک پتھر ہے، نہ تُو نفع دیتا ہے نہ نقصان۔اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے چومتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا،تو میں تجھے نہ چومتا۔''(القول المفید علی کتاب التوحید :181/1)

مقامِ ابراهیم سے تبرک :

طوافِ کعبہ کے بعد مقامِ ابراہیم پر دو رکعتیں ادا کی جاتی ہیں،جیسا کہ:

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمانِ گرامی ہے:

﴿وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى﴾ (البقرة 2 : 125)

''تم مقامِ ابراہیم کو جائے نماز بناؤ۔''

یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت بھی ہے،جیسا کہ:

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا، وَصَلّٰى

خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ .

''نبی اکرم ﷺ تشریف لائے، بیت اللہ کے سات چکر لگائے اور مقامِ ابراہیم کے پیچھے دو رکعتیں ادا کیں۔''(صحیح البخاري : 1627)

مقامِ ابراہیم پر دو رکعتیں ادا کرنے میں سب سے بڑی حکمت یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور نبی اکرم ﷺ کی سنت ہے، لیکن بعض لوگوں کا اعتقاد کچھ اور ہی ہے۔ ایک صاحب یوں لکھتے ہیں :

''مقامِ ابراہیم وہ پتھر ہے، جس پر کھڑے ہو کر حضرت خلیل علیہ السلام نے کعبہ کی تعمیر کی۔ ان کے قدم پاک کی برکت سے اس پتھر کا یہ درجہ ہوا ہے کہ دنیا بھر کے حاجی اس کی طرف سر جھکاتے ہیں۔''

(''جاء الحق'' از احمد یار خان نعیمی بریلوی:373/1، فتاویٰ رضویہ از احمد رضا خان بریلوی:398/21)

یہ غلو پر مبنی بات ہے، کیونکہ صحابہ کرام و تابعین عظام اور ائمہ دین سے ایسی کوئی بات ثابت نہیں۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو چومتے ہوئے یہ بات بالکل واضح کر دی تھی کہ اس میں کوئی ذاتی برکت نہیں، لیکن احمد یار خاں بریلوی اس میں بھی ذاتی برکت کے قائل ہیں۔ یہی معاملہ انہوں نے حجر اسود کے ساتھ کیا ہے۔کیا ان لوگوں کو سلف صالحین سے زیادہ علم ہے؟ اگر مقامِ ابراہیم میں کوئی ذاتی برکت ہوتی، تو صحابہ و تابعین اور ائمہ دین ضرور اس کے بارے میں ہمیں بتا دیتے۔

سلف صالحین نے تو مقامِ ابراہیم کو چھونے اور بوسہ دینے کو بدعت قرار دیا ہے، جیسا کہ :

۞ حافظ نووی رحمہ اللہ (631-676ھ) لکھتے ہیں :

لَا يُقَبِّلُ مَقَامَ إِبْرَاهِيمَ، وَلَا يَسْتَلِمُهُ، فَإِنَّهُ بِدْعَةٌ .

''کوئی مسلمان مقامِ ابراہیم کو نہ چوم سکتا ہے، نہ اسے (تبرک کی نیت سے) چھو

سکتا ہے، کیونکہ یہ بدعت ہے۔''(الإيضاح في مناسك الحجّ والعمرة، ص : 392)

❀ شیخ الاسلام ثانی، عالمِ ربانی، علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (691-751ھ) فرماتے ہیں:

وَلَقَدْ أَنْكَرَ السَّلَفُ التَّمَسُّحَ بِحَجَرِ الْمَقَامِ الَّذِي أَمَرَ اللّٰهُ أَنْ يُّتَّخَذَ مِنْهُ مُصَلًّى .

''سلف صالحین نے اس مقام کے پتھر کو بوسہ دینے کا ردّ کیا ہے، جس پر نماز پڑھنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے۔''(إغاثة اللهفان من مصايد الشيطان :1/212)

❀ علامہ، محمد بن بیر علی، برکوی، حنفی رحمہ اللہ (929-981ھ) بھی لکھتے ہیں:

وَلَقَدْ أَنْكَرَ السَّلَفُ التَّمَسُّحَ بِحَجَرِ الْمَقَامِ الَّذِي أَمَرَ اللّٰهُ أَنْ يُّتَّخَذَ مِنْهُ مُصَلًّى .

''سلف صالحین نے اس مقام کے پتھر کو بوسہ دینے کا ردّ کیا ہے، جس کے پاس نماز پڑھنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے۔''(زيارة القبور، ص : 52، طبع دار الإفتاء)

لٰہذا یہ کہنا سراسر باطل ہے کہ مقامِ ابراہیم پر نماز اس لیے پڑھی جاتی ہے کہ وہاں موجود پتھر پر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے قدم پڑے تھے۔

بعض لوگ اس طرح کی کارروائی سے انبیاءِ کرام اور اولیاءِ عظام کی قبروں پر عبادت کے لیے جواز کا دروازہ کھولنا چاہتے ہیں اور باور یہ کرانا چاہتے ہیں کہ انبیا واولیا جہاں جہاں قدم رکھیں، وہ جگہ اس درجہ مبارک ہو جاتی ہے کہ وہاں عبادت کرنا روا ہو جاتی ہے۔ یوں ان کا منشا پورا ہو جاتا ہے۔ بت پرستی کا بنیادی سبب یہی بنا کہ پہلے پہل بزرگوں کی تصاویر بنا کر ان کی یاد کو تازہ کیا۔ پھر قبروں سے فیض اور تبرک کی غرض سے ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس کے بعد قبر پرستی میں مبتلا ہو گئے۔

سیدہ مریم علیہا السلام کے حجرہ سے تبرک!

ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب ''حجرۂ مریم علیہا السلام سے حضرت زکریا علیہ السلام کا تبرک'' کے عنوان سے لکھتے ہیں:

''حضرت زکریا علیہ السلام نے جب حضرت مریم علیہا السلام کے حجرے میں بے موسم پھلوں کو دیکھا، تو اسی جگہ کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور اللہ تعالیٰ سے دُعا کی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً اِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ﴾ (آل عمرٰن 3 : 38) [اسی جگہ زکریا (علیہ السلام) نے اپنے رب سے دُعا کی، عرض کیا: میرے مولا! مجھے اپنی جناب سے پاکیزہ اولاد عطا فرما۔ بے شک تُو ہی دُعا کا سننے والا ہے]۔

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت زکریا علیہ السلام کا واسطہ تبرک وتیمن اور واسطہ توسل اختیار کرنا شرک نہ تھا۔ اگر ایسا ہوتا، تو اللہ رب العزت خصوصیت کے ساتھ قرآن میں اس کا ذکر نہ فرماتا، کیونکہ الفاظ ربانی یوں ہیں: ﴿هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ﴾ یعنی اسی جگہ زکریا نے اپنے رب سے دُعا کی۔'' (تبرک کی شرعی حیثیت، ص: 40)

قادری صاحب کا دعویٰ یہ ہے کہ اس جگہ کو متبرک جان کر سیدنا زکریا علیہ السلام نے وہاں دُعا کی تھی، لیکن متقدمین ائمہ مفسرین کچھ اور ہی کہتے ہیں۔ آیئے ان سے اس آیت کی صحیح تفسیر جان کر یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ قادری صاحب کا یہ دعویٰ سچا ہے یا جھوٹا۔

❀ مشہور تابعی، عظیم مفسر ومحدث، عبد الرحمٰن، المعروف سدی کبیر رحمہ اللہ (م: 127ھ) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

فَلَمَّا رَآى زَكَرِيَّا مِنْ حَالِهَا ذٰلِكَ، يَعْنِي فَاكِهَةَ الصَّيْفِ فِي الشِّتَاءِ، وَفَاكِهَةَ الشِّتَاءِ فِي الصَّيْفِ؛ قَالَ : إِنَّ رَبًّا أَعْطَاهَا هٰذَا فِي غَيْرِ حِينِهٖ لَقَادِرٌ عَلٰى أَنْ يَّرْزُقَنِي ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً، وَرَغِبَ فِي الْوَلَدِ، فَقَامَ فَصَلّٰى، ثُمَّ دَعَا رَبَّهٗ سِرًّا، فَقَالَ : ﴿رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا﴾ (مريم 19 : 4).

''جب سیدنا زکریا علیہ السلام نے یہ صورتِ حال دیکھی، یعنی گرمی میں سردی کے پھل اور سردی میں گرمی کے پھل، تو کہنے لگے : جس رب نے بغیر موسم کے یہ پھل مہیا کیے ہیں، یقیناً وہ مجھے بھی پاکیزہ اولاد عطا کرنے پر قادر ہے۔ یہ سوچ کر زکریا علیہ السلام کو اولاد میں رغبت ہوئی۔ وہ کھڑے ہوئے اور نماز پڑھی۔ پھر اپنے ربّ سے سرگوشی کرتے ہوئے دُعا کی : ﴿رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا﴾ (مريم 19 : 4) (میرے ربّ! بلاشبہ میری ہڈیاں کمزور ہو چکی ہیں اور سر بڑھاپے کی وجہ سے سفید ہو چکا ہے، لیکن میرے ربّ! میں تجھ سے دُعا کر کے محروم نہیں رہوں گا)۔

(تفسير الطبري : 3/188-189، وسندهٗ حسنٌ)

اس کے راوی موسیٰ بن ہارون ہمدانی کو امام دارقطنی رحمہ اللہ نے ''ثقہ'' کہا ہے۔

(سؤالات الحاكم للدارقطني : 230)

عمرہ بن حماد بن طلحہ قناد صحیح مسلم کے راوی ہیں اور ''ثقہ'' ہیں۔

اسباط بن نصر ہمدانی راوی جمہور محدثین کرام کے نزدیک ''حسن الحدیث'' ہیں۔

یوں یہ سند ''حسن'' ہے۔

❁ امامِ تفسیر و حدیث، محمد بن جریر، طبری رحمہ اللہ (224-310ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا قَوْلُهٗ : ﴿هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ﴾؛ فَمَعْنَاهُ : عِنْدَ ذٰلِكَ أَيْ عِنْدَ رُؤْيَةِ زَكَرِيَّا مَا رَآى عِنْدَ مَرْيَمَ مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ الَّذِي رَزَقَهَا، وَفَضْلِهِ الَّذِي آتَاهَا مِنْ غَيْرِ تَسَبُّبِ أَحَدٍ مِّنَ الْآدَمِيِّينَ فِي ذٰلِكَ لَهَا، وَمُعَايَنَتِهٖ عِنْدَهَا الثَّمَرَةَ الرَّطْبَةَ الَّتِي لَا تَكُونُ فِي حِينِ رُؤْيَتِهٖ إِيَّاهَا عِنْدَهَا فِي الْأَرْضِ؛ طَمِعَ فِي الْوَلَدِ مَعَ كِبَرِ سِنِّهٖ مِنَ الْمَرْأَةِ الْعَاقِرِ، فَرَجَا أَنْ يَّرْزُقَهُ اللّٰهُ مِنْهَا الْوَلَدَ مَعَ الْحَالِ الَّتِي هُمَا بِهَا، كَمَا رَزَقَ مَرْيَمَ عَلٰى تَخَلِّيهَا مِنَ النَّاسِ مَا رَزَقَهَا مِنْ ثَمَرَةِ الصَّيْفِ فِي الشِّتَاءِ، وَثَمَرَةِ الشِّتَاءِ فِي الصَّيْفِ، وَإِنْ لَّمْ يَكُنْ مِّثْلُهٗ مِمَّا جَرَتْ بِوُجُودِهٖ فِي مِثْلِ ذٰلِكَ الْحِينِ الْعَادَاتُ فِي الْأَرْضِ، بَلِ الْمَعْرُوفُ فِي النَّاسِ غَيْرُ ذٰلِكَ، كَمَا أَنَّ وِلَادَةَ الْعَاقِرِ غَيْرُ الْأَمْرِ الْجَارِيَةِ بِهِ الْعَادَاتِ فِي النَّاسِ، فَرَغِبَ إِلَى اللّٰهِ جَلَّ ثَنَاؤُهٗ فِي الْوَلَدِ، وَسَأَلَهٗ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً .

''اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ ﴿هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ﴾ (اسی وقت زکریا نے اپنے ربّ کو پکارا)، تو اس کا معنیٰ یہ ہے کہ جب سیدنا زکریا علیہ السلام نے سیدہ مریم علیہا السلام کے پاس اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا رزق اور فضل دیکھا، جو انہیں بغیر کسی آدمی کے سبب سے ملا تھا، نیز یہ دیکھا کہ ان کے پاس ایسے تازہ پھل تھے، جو اس وقت زمین پر موجود نہ تھے، تو باوجود بڑھاپے اور اپنی اہلیہ کے بانجھ ہونے کے، انہیں اولاد میں

رغبت ہوئی۔انہیں یہ امید ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ انہیں اور ان کی اہلیہ کو اسی حالت میں اولاد دے گا، جیسے مریم علیہا السلام کو خلوت کے دوران گرمی میں سردیوں کے پھل اور سردی میں گرمیوں کے پھل عنایت فرمائے۔اگرچہ یہ کام اس وقت زمین میں معمول کا نہ تھا، بلکہ یہ لوگوں کے ہاں دستور کے خلاف تھا۔اسی طرح بانجھ عورت کا ماں بننا بھی لوگوں میں معروف نہ تھا۔اسی لیے سیدنا زکریا علیہ السلام نے اولاد کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع فرمایا اور نیک اولاد کا سوال کیا۔''

(تفسير الطبري : 3/188-189)

اس سے معلوم ہوا کہ سیدنا زکریا علیہ السلام نے جب اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں کو دیکھا،تو ان میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ میں بھی اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی خواہش رکھوں۔اس لیے انہوں نے وہیں اللہ تعالیٰ سے دُعا شروع کر دی اور اپنی دُعا کے وسیلے سے اپنی حاجت طلب کی،لیکن ڈاکٹر صاحب اسے جگہ کے تبرک اور وسیلے کی طرف لے گئے ہیں۔سلف صالحین کے خلاف ان کی یہ تفسیر مقبول نہیں ہوسکتی۔

بعض لوگ قرآن و حدیث کو سلف صالحین کے فہم کے مطابق نہیں سمجھتے،لیکن ہمارا عقیدہ ہے کہ اگر کوئی انسان قرآن و حدیث کو صحابہ کرام اور سلف صالحین کے فہم کے مطابق نہ سمجھے،تو وہ باولے کتے کی طرح آوارہ ہو جاتا ہے،اسے اپنے ہوش و حواس پر قابو نہیں رہتا اور پھر وہ کچھ بکنا شروع کر دیتا ہے جو اسے کفر و شرک کے در پر لا کھڑا کرتا ہے۔ جو لوگ فہم سلف کو درخورِ اعتنا نہیں سمجھتے،وہ دراصل قرآن و حدیث کو اپنی باطل آرا کا تختۂ مشق بنانا چاہتے ہیں۔

سیدنا موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے آثار سے تبرک:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ آيَةَ مُلْكِهٖ أَنْ يَّأْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيهِ سَكِيْنَةٌ

مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوْسٰى وَآلُ هَارُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰئِكَةُ اِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾ (البقرۃ 2 : 248)

''پیغمبر نے اُن سے کہا کہ اُس کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس ایک صندوق آئے گا جس کو فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے۔اس میں تمہارے رب کی طرف سے تسلی (بخشنے والی چیز) ہوگی اور کچھ اور چیزیں بھی ہوں گی، جو موسیٰ اور ہارون (علیہما السلام) چھوڑ گئے تھے۔اگر تم ایمان رکھتے ہو تو یہ تمہارے لئے ایک بڑی نشانی ہے۔''

اس آیت ِکریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صندوق، جسے فرشتے اٹھا کر بنی اسرائیل کے پاس لائے تھے،اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نشانی تھی۔اس قوم کے لوگ اسے ہر وقت اپنے ساتھ رکھتے اور اسے دیکھ کر سکون اور راحت حاصل کرتے تھے۔اس صندوق میں کیا تھا؟اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے، کیونکہ یہ غیب کی بات ہے۔قرآن و حدیث نے اس بارے میں ہماری رہنمائی نہیں کی۔اگر اس کو جاننے میں ہمارے لیے کوئی خیر ہوتی،تو اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے آگاہ فرما دیتے۔

❀ احمد یار خان نعیمی بریلوی صاحب لکھتے ہیں :

''اس آیت کی تفسیر میں تفسیر خازن(182/1)وروح البیان(386/1)وتفسیر مدارک(205/1) اور جلالین(ص : 50)وغیرہم نے لکھا ہے کہ تابوت ایک شمشاد کی لکڑی کا صندوق تھا،جس میں انبیا کی تصاویر(یہ تصاویر کسی انسان نے نہ بنائی تھیں، بلکہ قدرتی تھیں)،ان کے مکاناتِ شریفہ کے نقشے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور ان کے کپڑے اور آپ کے نعلین شریف اور حضرت ہارون علیہ السلام کا عصا اور ان کا عمامہ وغیرہ تھا۔بنی اسرائیل جب دشمن سے جنگ کرتے،تو برکت کے

لیے اس کو سامنے رکھتے تھے۔ جب خدا سے دُعا کرتے، تو اس کو سامنے رکھ کر دُعا کرتے تھے۔ بخوبی ثابت ہوا کہ بزرگان کے تبرکات سے فیض لینا ان کی عظمت کرنا طریقۂ انبیا ہے۔''

(''جاء الحق'': 370/1، بدر الأنوار في آداب الآثار مندرج في فتاوی الرضویّة: 398/2، 414)

یہ کہنا کہ اس صندوق میں تصاویر تھیں، یہ تھا، وہ تھا، بالکل بے دلیل باتیں ہیں، نیز بنی اسرائیل کا دشمن سے جنگ کرتے ہوئے اس سے برکت حاصل کرنا بھی بے ثبوت بات ہے۔ یہ معلومات کہاں سے حاصل ہوئیں؟ اس ضمن میں وہب بن منبہ کا ایک قول ہے، جو کہ ثابت نہیں ہے۔

وہ قول یوں ہے:

فَکَانُوا لَا یَلْقَاهُمْ عَدُوٌّ، فَیُقَدِّمُونَ التَّابُوتَ وَیَزْحِفُونَ بِهٖ مَعَهُمْ؛ إِلَّا هَزَمَ اللّٰهُ ذٰلِكَ الْعَدُوَّ.

''بنی اسرائیل کو جب دشمن سے پالا پڑتا، تو وہ تابوت کو آگے کر دیتے اور دشمن سے دو بدو لڑائی شروع کر دیتے۔ اللہ تعالیٰ ضرور اس دشمن کو شکست دیتا تھا۔''

(تاریخ الطبري: 468/1)

یہ قول جھوٹا ہے، کیونکہ:

① محمد بن حمید رازی جمہور محدثین کرام کے نزدیک ''غیر ثقہ'' اور ''ضعیف'' ہے۔

اسے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔ (تقریب التهذیب: 5834)

② محمد بن اسحاق (حسن الحدیث) ''مدلس'' ہیں۔

③ محمد بن اسحاق کو یہ روایت بیان کرنے والا نامعلوم و ''مجہول'' ہے۔

❁ اشرف علی تھانوی، دیوبندی صاحب مذکورہ آیت کے تحت لکھتے ہیں:

''اس آیت میں اصل ہے آثارِ صالحین سے برکت حاصل کرنے کی۔''

(بیان القرآن : 145)

حالانکہ اس آیت میں تو تذکرہ سیدنا موسیٰ وہارون علیہما السلام کے آثار کا ہے، بزرگانِ دین کے تبرکات سے فیض کیسے ثابت کرلیا گیا؟ ہم تفصیل کے ساتھ یہ بات ذکر کر چکے ہیں کہ انبیاءِ کرام علیہم السلام کے آثار سے تبرک شریعت کی روشنی میں جائز و ثابت ہے، جبکہ دیگر صالحین کے آثار سے تبرک مشروع نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ خیرالقرون میں ایک انسان بھی اولیا و صالحین کے آثار سے تبرک حاصل نہیں کرتا تھا۔

ھاتوا برھانکم إن کنتم صادقین! فإن لم تفعلوا ولن تفعلوا ...

انوکھي بات :

اللہ تعالیٰ کا فرمانِ گرامی ہے :

﴿سُبْحَانَ الَّذِیْ أَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بَارَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ آیَاتِنَا اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ﴾ (بني إسرائیل 17 :1)

''وہ (ذات) پاک ہے جو ایک رات اپنے بندے کو مسجد الحرام (یعنی خانہ کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (یعنی بیت المقدس) تک، جس کے گردا گرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں، لے گئی تاکہ ہم اُسے اپنی (قدرت کی) نشانیاں دکھائیں۔ بیشک وہ سننے والا (اور) دیکھنے والا ہے۔''

ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب اس آیت پر عنوان قائم کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

''مسجدِ اقصیٰ کے گردونواح کو انبیاءِ کرام کا مسکن ہونے کی وجہ سے بابرکت بنا

دیا۔‘‘(’’تبرک کی شرعی حیثیت‘‘،ص:28)

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے کہیں یہ بات نہیں بتائی کہ مسجدِ اقصیٰ کے اردگرد کو بابرکت کیوں بنایا گیا۔

اس کی دلیل ڈاکٹر صاحب نے یوں دی ہے:

’’علامہ قرطبی اور علامہ شوکانی کے قول کے مطابق بابرکت ہونے کی بڑی وجہ مزاراتِ انبیا ہیں۔‘‘(’’تبرک کی شرعی حیثیت‘‘،ص:29)

یہ علامہ قرطبی اور علامہ شوکانی رحمہما اللہ پر بہتان ہے۔دونوں شخصیات نے قطعاً ایسا نہیں کہا۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَقِيلَ : بِمَنْ دُفِنَ حَوْلَهُ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ وَالصَّالِحِينَ .

’’اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ برکت اردگرد دفن انبیا و صالحین کی وجہ سے ہے۔‘‘

(تفسير القرطبي : 212/10)

یعنی علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے تو کسی مجہول انسان کی بات کو بصیغۂ تمریض بیان کیا ہے۔یہ قرآن کی تفسیر کیسے بن گئی؟

خیرالقرون میں سے کوئی بھی قبورِ انبیا و صالحین سے تبرک کا قائل و فاعل نہیں تھا۔کیا صحابہ و تابعین اور ائمہ دین کو قرآنِ کریم کی یہ آیت سمجھ میں نہ آئی تھی؟دین کو سمجھنے کے لیے سلف صالحین کا فہم ہی اسلم و احکم ہے۔

قمیصِ یوسف علیہ السلام سے تبرک:

سیدنا یوسف علیہ السلام کے قصے میں قرآنِ کریم نے ان کے یہ الفاظ نقل فرمائے ہیں:

﴿اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ أَبِيْ يَأْتِ بَصِيْرًا﴾

(یوسف 12 : 93)

''میری یہ قمیص لے جاؤ اور اسے میرے والد کے چہرے پر ڈالو، وہ بینا ہو جائیں گے۔''

اس کے بعد فرمانِ گرامی ہے:

﴿فَلَمَّا اَنْ جَاءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا﴾ (یوسف 12 : 96)

''جب خوشخبری دینے والا آیا اور اس نے قمیص کو ان (یعقوب علیہ السلام) کے چہرے پر ڈالا، تو وہ بینا ہو گئے۔''

اس واقعہ سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ سیدنا یوسف علیہ السلام کی قمیص سے تبرک لیتے ہوئے اسے سیدنا یعقوب علیہ السلام کے چہرۂ مبارک پر ڈالا گیا تھا، لہٰذا نیک لوگوں کے آثار سے تبرک لینا جائز ہوا۔

حالانکہ سیدنا یوسف علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر ایسا کیا تھا اور یہ پیغمبر کا معجزہ ہے۔

پھر بھی اگر یہی اصرار کیا جائے کہ یہ قمیص کا تبرک ہی تھا، تو ہم تفصیل سے یہ بات ذکر کر چکے ہیں کہ انبیاءِ کرام کے آثار سے تبرک جائز ومشروع ہے، لیکن امتیوں کو انبیا پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

سیدنا صالح علیہ السلام کی اونٹنی کے کنویں سے تبرک:

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ''حجر'' کی سرزمین میں اترے، اس کے کنویں سے پانی نکالا اور اس سے آٹا گوندھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم فرمایا کہ اس وادی کے کنویں سے جو پانی نکالا ہے، اسے پھینک دو اور گوندھا ہوا آٹا اونٹوں کو کھلا دو۔

وَأَمَرَهُمْ أَنْ يَسْتَقُوا مِنَ الْبِئْرِ الَّتِي كَانَتْ تَرِدُهَا النَّاقَةُ .

''نیز انہیں فرمایا کہ وہ اس کنویں سے پانی لیں، جس پر سیدنا صالح علیہ السلام کی اونٹنی پانی پیتی تھی۔''(صحيح البخاري : 3379، صحيح مسلم :2981)

اس سے بعض لوگ استدلال کرتے ہیں کہ سیدنا صالح علیہ السلام کی اونٹنی کے پانی پینے کی وجہ سے وہ کنواں متبرک ہو گیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے تبرک لینے کے لیے وہاں سے پانی لینے کا حکم فرمایا تھا۔

لیکن یہ بات نہایت بے تکی اور مردود ہے، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات خود متبرک تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے ہوئے کسی اور نبی سے تبرک لینا بھی توہین ہے، چہ جائیکہ کسی اور نبی کی اونٹنی کے کنویں کے پانی سے تبرک لیا جائے۔

اصل بات یہ ہے کہ یہ منحوس وادی عذابِ الٰہی کا شکار ہوگئی تھی۔ظاہر ہے کہ اس کے پانی پر بھی اس کا اثر ہوا تھا، جو صحت کے لیے نقصان دہ تھا۔البتہ جس کنویں سے سیدنا صالح علیہ السلام کی اونٹنی پانی پیتی تھی، اس کا معاملہ مختلف تھا۔

❁ شارحِ صحیح بخاری، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (773-852ھ) لکھتے ہیں:

وَفِي الْحَدِيثِ كَرَاهِيَةُ الِاسْتِسْقَاءِ مِنْ بِيَارِ ثَمُودَ، وَيَلْتَحِقُ بِهَا نَظَائِرُهَا مِنَ الْآبَارِ وَالْعُيُونِ الَّتِي كَانَتْ لِمَنْ هَلَكَ بِتَعْذِيبِ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلٰى كُفْرِهِ.

''اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ قومِ ثمود کے کنووں سے پانی پینا مکروہ ہے۔ وہ کنویں اور چشمے بھی اسی حکم میں ہیں، جن کا تعلق ان لوگوں سے تھا، جو اپنے کفر پر اللہ تعالیٰ کے عذاب کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔''(فتح الباري : 380/6)

یعنی اس معاملے کا تعلق تبرک سے ہے ہی نہیں۔ یہ خیال کرنا کہ وہ پانی مبارک تھا، کیونکہ

صالح علیہ السلام کی اونٹنی وہ پانی پیتی تھی، بلا دلیل ہے اور کسی کی بلا دلیل بات قابل قبول نہیں ہوتی۔

لہٰذا علامہ نووی (شرح صحیح مسلم : 112/18) اور علامہ قرطبی (الجامع لاحکام القرآن : 47/10) کی طرف مذکورہ حدیث سے صالحین کے آثار سے تبرک لینے کے جواز کا استدلال درست نہیں۔

حیاتِ مبارکہ کے ساتھ خاص تبرک:

یہاں یہ بھی ذہن نشین رہے کہ تبرک کی کئی صورتیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ تک محدود تھیں، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسدِ اقدس، دستِ مبارک، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بچے ہوئے پانی، پسینہ مبارک، لعابِ دہن، ناخن مبارک، وغیرہ سے تبرک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ تک ہی ہو سکتا تھا۔

بعد از وفات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تبرک:

بعد از وفات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تبرک کی دو صورتیں ہی باقی رہ گئی ہیں :

① آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری اختیار کر کے خیر کثیر، اجرِ عظیم اور سعادتِ دارین حاصل کرنا، جیسا کہ :

❀ شیخ الاسلام والمسلمین، ابن تیمیہ رحمہ اللہ (661-728ھ) فرماتے ہیں :

كَانَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ لَمَّا قَدِمَ عَلَيْهِمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَرَكَتِهٖ لَمَّا آمَنُوا بِهٖ وَأَطَاعُوهُ؛ فَبِبَرَكَةِ ذٰلِكَ حَصَلَ لَهُمْ سَعَادَةُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، بَلْ كُلُّ مُؤْمِنٍ آمَنَ بِالرَّسُولِ وَأَطَاعَهٗ حَصَلَ لَهٗ مِنْ بَرَكَةِ الرَّسُولِ بِسَبَبِ إِيمَانِهٖ وَطَاعَتِهٖ مِنْ خَيْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ مَا لَا يَعْلَمُهٗ إِلَّا اللّٰهُ .

''جب اہل مدینہ کے پاس نبی اکرم ﷺ تشریف لائے اور وہ آپ ﷺ پر ایمان لا کر مطیع وفرمانبردار بن گئے،تو اس کی برکت سے انہیں دنیا وآخرت کی سعادت نصیب ہوئی، بلکہ جوبھی شخص رسولِ کریم ﷺ کی ذاتِ بابرکات پر ایمان لاتا ہے اور آپ کی اطاعت کرتا ہے،اسے اس ایمان واطاعت کے سبب رسول اللہ ﷺ کی برکت دنیا وآخرت کی ان بھلائیوں کی صورت میں نصیب ہوتی ہے،جنہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔''(مجموع الفتاوٰی :113/11)

② آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ سے تبرک کی دوسری صورت آپ ﷺ کے آثارِ مبارکہ،جیسے عصامبارک،بال مبارک،نعلین شریفین،جبہ مبارک وغیرہ سے تبرک کا حصول تھی۔

تبرک کی اقسام

مشروعیت کے اعتبار سے تبرک کی دو قسمیں ہیں :

① تبرکِ مشروع (جائز تبرک)

② تبرکِ ممنوع (ناجائز تبرک)

آیئے اب دونوں قسموں کا تفصیلی جائزہ لیتے ہیں ؛

تبركِ مشروع :

تبرک امورِ توقیفی میں سے ہے،یعنی اس کا تعلق ان چیزوں سے ہے،جن کا تعین شریعت نے خود کیا ہے۔کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ شریعت کی معتبر دلیل کے بغیر کسی چیز کو متبرک قرار دے۔لہٰذا وہی تبرک جائز اور مشروع ہوگا،جس کا جواز شریعت سے ثابت ہوگا،جیسا کہ صحابہ کرام،تابعین عظام اور تبع تابعین وائمہ دین نے آثارِ نبوی سے تبرک حاصل کیا۔یہ ان کی نبی

اکرم ﷺ سے کمال محبت کی دلیل ہے اور اسلافِ امت کی اس رَوَش کی پیروی لازم ہے۔

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ کیا پگڑی شریف وغیرہ صحابہ کرام، تابعین وتبع تابعین کے دور میں موجود تھیں اور کیا اسلافِ امت کا ان سے تبرک لینا ثابت ہے؟ اگر اس دور میں بھی ان چیزوں کا کوئی وجود نہیں تھا، تو اتنی صدیوں بعد یہ کہاں سے دریافت ہو گئیں؟

تبركِ ممنوع :

جو تبرک شرعی دلائل سے ثابت ہے، وہ جائز ہے، اس کے علاوہ باقی ہر قسم کا تبرک ممنوع و ناجائز اور حرام ہے۔ممنوع تبرک کی پھر دو قسمیں ہیں :

① شرکی تبرک ② بدعی تبرک

① شرکی تبرک :

ایسا تبرک جس سے شرک لازم آئے۔اس کی پھر دو قسمیں بنتی ہیں ؛

۱۔ ایک وہ جس میں کسی چیز کے بارے میں یہ اعتقاد رکھا جائے کہ اس کی برکت ذاتی ہے اور یہ سمجھا جائے کہ وہ از خود مافوق الاسباب خیر و برکت عطا کرنے پر قدرت رکھتی ہے۔ایسا اعتقاد چونکہ عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی عبادت شرک ہے۔

۲۔ شرکی تبرک کی دوسری قسم یہ ہے کہ حصولِ برکت کی نیت سے اولیا و صالحین اور ان کی قبروں، مزاروں اور آستانوں پر جانور ذبح کرنا یا ان کے نام کی منتیں ماننا تاکہ ان کی برکت نصیب ہو جائے یا وہ خوش ہو کر دُعا اور سفارش کریں یا قبر پر اعتکاف اور طواف سے تبرک حاصل کرنا۔یہ بھی غیر اللہ کی عبادت ہونے کی بنا پر شرک میں داخل ہے۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے :

﴿فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا﴾ (الجن 72 : 18)

''تم اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو۔''

❀ علامہ، ابراہیم بن موسیٰ، شاطبی رحمہ اللہ (م: 790ھ) لکھتے ہیں:

وَالْآيَاتُ الَّتِي قَرَّرَ فِيهَا حَالَ الْمُشْرِكِينَ فِي إِشْرَاكِهِمْ أَتٰى فِيهَا بِذِكْرِ الضَّلَالِ، لِأَنَّ حَقِيقَتَهُ أَنَّهُ خُرُوجٌ عَنِ الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيمِ، لِأَنَّهُمْ وَضَعُوا آلِهَتَهُمْ لِتُقَرِّبَهُمْ إِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى فِي زَعْمِهِمْ، فَقَالُوا: ﴿مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى﴾ (الزمر 39 : 3)، فَوَضَعُوهُمْ مَوْضِعَ مَنْ يُتَوَسَّلُ بِهِ حَتّٰى عَبَدُوهُمْ مِنْ دُونِ اللّٰهِ، إِذْ كَانَ أَوَّلُ وَضْعِهَا فِيمَا ذَكَرَ الْعُلَمَاءُ صُوَرًا لِقَوْمٍ يَوُدُّونَهُمْ وَيَتَبَرَّكُونَ بِهِمْ، ثُمَّ عُبِدَتْ، فَأَخَذَتْهَا الْعَرَبُ مِنْ غَيْرِهَا عَلٰى ذٰلِكَ الْقَصْدِ، وَهُوَ الضَّلَالُ الْمُبِينُ.

''جن آیات میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے شرک کا حال بیان فرمایا ہے، ان میں گمراہی کا ذکر کیا ہے، کیونکہ حقیقت میں یہ صراطِ مستقیم سے بھٹک جانا ہے۔ مشرکین نے (بتوں کی صورت میں) اپنے معبود اس لیے گھڑے تھے کہ وہ ان کے خیال میں انہیں اللہ کے قریب کرتے تھے، چنانچہ انہوں نے کہا: ﴿مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى﴾ (الزمر 39 : 3) (ہم ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ یہ مرتبے میں ہمیں اللہ کے قریب کر دیں)۔ یوں انہوں نے انہیں تقربِ الٰہی کا وسیلہ بنایا تھا، لیکن ایک وقت آیا کہ ان کی عبادت کرنے لگے۔ علماءِ کرام نے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے آغاز میں ان لوگوں کی تصویریں بنائیں جن سے وہ محبت کرتے تھے اور تبرک حاصل کرتے تھے، پھر ان کی پوجا کی جانے لگی۔ عربوں نے بھی اسی نیت سے غیروں سے یہ فعل لے لیا،

لیکن یہ واضح گمراہی ہے۔‘‘(الاعتصام : 182/1، ت : الهلالي)

❁ شیخ الاسلام، احمد بن عبدالحلیم، ابن تیمیہ رحمہ اللہ (661-728ھ) فرماتے ہیں :

وَأَمَّا الْأَشْجَارُ وَالْأَحْجَارُ وَالْعُيُونُ وَنَحْوُهَا، مِمَّا يَنْذِرُ لَهَا بَعْضُ الْعَامَّةِ، أَوْ يُعَلِّقُونَ بِهَا خِرَقًا، أَوْ غَيْرَ ذٰلِكَ، أَوْ يَأْخُذُونَ وَرَقَهَا يَتَبَرَّكُونَ بِهٖ، أَوْ يُصَلُّونَ عِنْدَهَا، أَوْ نَحْوَ ذٰلِكَ؛ فَهٰذَا كُلُّهُ مِنَ الْبِدَعِ الْمُنْكَرَةِ، وَهُوَ مِنْ عَمَلِ أَهْلِ الْجَاهِلِيَّةِ، وَمِنْ أَسْبَابِ الشِّرْكِ بِاللّٰهِ تَعَالٰى .

’’درخت، پتھر اور چشمے وغیرہ، جن کے لیے کچھ لوگ نذریں مانتے ہیں یا ان کے ساتھ کپڑوں کے ٹکڑے وغیرہ باندھتے ہیں یا ان کے پتے تبرک کے لیے لیتے ہیں یا ان کے پاس نماز وغیرہ پڑھتے ہیں، یہ سب کام منکر بدعات اور جاہلیت والے اعمال اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کے اسباب میں سے ہیں۔‘‘

(مجموع الفتاوٰی : 136/27، 137)

❁ شاہ ولی اللہ دہلوی حنفی رحمہ اللہ (1114-1176ھ) لکھتے ہیں :

كَانَ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَقْصُدُونَ مَوَاضِعَ مُعَظَّمَةً بِزَعْمِهِمْ يَزُورُونَهَا، وَيَتَبَرَّكُونَ بِهَا، وَفِيهِ مِنَ التَّحْرِيفِ وَالْفَسَادِ مَا لَا يَخْفٰى، فَسَدَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْفَسَادَ لِئَلَّا يَلْتَحِقَ غَيْرُ الشَّعَائِرِ بِالشَّعَائِرِ، وَلِئَلَّا يَصِيرَ ذَرِيعَةً لِّعِبَادَةِ غَيْرِ اللّٰهِ، وَالْحَقُّ عِنْدِي أَنَّ الْقَبْرَ وَمَحَلَّ عِبَادَةِ وَلِيٍّ مِّنْ أَوْلِيَاءِ اللّٰهِ وَالطُّورُ كُلُّ ذٰلِكَ سَوَاءٌ فِي النَّهْيِ .

’’زمانہ جاہلیت میں لوگ ایسے مقامات کی زیارت کے لیے جاتے تھے جو ان کے خیال میں قابل احترام ہوتے تھے، وہ ان سے برکت حاصل کرتے تھے۔اس عمل

میں چونکہ واضح طور پر تحریف اور فساد موجود تھا،اس لئے نبی اکرم ﷺ نے بگاڑ کے اس دروازے کو بند کر دیا تا کہ جو چیزیں شعائرِ اسلام میں شامل نہیں،وہ شعائر میں شامل نہ ہو جائیں اور غیر اللہ کی عبادت کا ذریعہ نہ بن جائیں۔میرے نزدیک حق بات یہ ہے کہ قبر،کسی ولی کی عبادت گاہ،حتی کہ کوہِ طور سب اس (حکم ممانعت) میں برابر ہیں (ان سب کی طرف تقرب وتبرک کی نیت سے سفر ممنوع ہے)۔''

(حجّة اللّٰه البالغة، من أبواب الصلاة: 192/1)

❁ معروف عرب عالم،عبدالرحمٰن بن ناصر،سعدی رحمہ اللہ (1303-1376ھ) لکھتے ہیں:

فَإِنَّ ذٰلِكَ مِنَ الشِّرْكِ وَمِنْ أَعْمَالِ الْمُشْرِكِينَ، فَإِنَّ الْعُلَمَاءَ اتَّفَقُوا عَلٰى أَنَّهٗ لَا يُشْرَعُ التَّبَرُّكُ بِشَيْءٍ مِّنَ الْأَشْجَارِ وَالْأَحْجَارِ وَالْبُقَعِ وَالْمَشَاهِدِ وَغَيْرِهَا، فَإِنَّ هٰذَا التَّبَرُّكَ غُلُوٌّ فِيهَا، وَذٰلِكَ يَتَدَرَّجُ بِهٖ إِلٰى دُعَائِهَا وَعِبَادَتِهَا، وَهٰذَا هُوَ الشِّرْكُ الْأَكْبَرُ، كَمَا تَقَدَّمَ انْطِبَاقُ الْحَدِّ عَلَيْهِ، وَهٰذَا عَامٌّ فِي كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰى مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ وَحُجْرَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَخْرَةِ بَيْتِ الْمَقْدِسِ وَغَيْرِهَا مِنَ الْبُقَعِ الْفَاضِلَةِ، وَأَمَّا اسْتِلَامُ الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ وَتَقْبِيلُهٗ، وَاسْتِلَامُ الرُّكْنِ الْيَمَانِيِّ مِنَ الْكَعْبَةِ الْمُشَرَّفَةِ، فَهٰذَا عُبُودِيَّةٌ لِّلّٰهِ، وَتَعْظِيمٌ لِّلّٰهِ، وَخُضُوعٌ لِّعَظَمَتِهٖ، فَهُوَ رُوحُ التَّعَبُّدِ، فَهٰذَا تَعْظِيمٌ لِّلْخَالِقِ وَتَعَبُّدٌ لَّهٗ، وَذٰلِكَ تَعْظِيمٌ لِّلْمَخْلُوقِ وَتَأَلُّهٌ لَّهٗ، فَالْفَرْقُ بَيْنَ الْأَمْرَيْنِ كَالْفَرْقِ بَيْنَ الدُّعَاءِ لِلّٰهِ الَّذِي هُوَ إِخْلَاصٌ وَّتَوْحِيدٌ، وَالدُّعَاءُ

لِلْمَخْلُوقِ الَّذِي هُوَ شِرْكٌ وَّتَنْدِيدٌ .

''یہ اعمال شرک ہیں اور مشرکین کے اعمال ہیں، کیونکہ علماءِ کرام اس بات پر متفق ہیں کہ شجر و حجر اور مزارات وغیرہ میں سے کسی بھی چیز سے تبرک لینا جائز نہیں۔ یہ تبرک غلو پر مبنی ہے اور یہ عمل بتدریج دعا اور عبادت کی طرف لے جاتا ہے، جو کہ شرکِ اکبر ہے۔ سابقہ سطور میں اسے شرکِ اکبر قرار دینے پر بات ہو چکی ہے۔ یہ قاعدہ ہر چیز کے لیے عام ہے، حتی کہ مقامِ ابراہیم، حجرۂ نبوی اور بیت المقدس وغیرہ جیسی فضیلت والی جگہیں بھی اس میں شامل ہیں۔ رہا حجر اسود کا استلام اور اس کو چومنا اور کعبہ شریف کے رکن یمانی کا استلام، تو یہ اللہ کی عبادت، اس کی تعظیم اور اس کی عظمت کے آگے جھکنا ہے۔ یہی عبادت کی روح ہوتی ہے۔ یہ خالق کی تعظیم اور عبادت ہے، جبکہ اشجار و احجار اور مزارات سے تبرک لینا مخلوق کی تعظیم و عبادت ہے۔ ان دونوں میں وہی فرق ہے، جو اللہ اور مخلوق کو پکارنے میں ہے۔ اللہ کو پکارنا اخلاص اور توحید ہے، جبکہ مخلوق کو (مافوق الاسباب) پکارنا شرک اور ساجھی بنانا ہے۔'' (القول السدید شرح کتاب التوحید، ص : 50)

ایک دلیل :

ممنوع تبرک کے شرک میں داخل ہونے کی ایک دلیل ملاحظہ فرمائیں :

سیدنا ابو واقد، حارث بن عوف، لیثی رضی اللہ عنہ (م : 68ھ) بیان کرتے ہیں :

لَمَّا افْتَتَحَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ؛ خَرَجَ بِنَا مَعَهُ قِبَلَ هَوَازِنَ، حَتّٰى مَرَرْنَا عَلٰى سِدْرَةِ الْكُفَّارِ، سِدْرَةٌ يَّعْكِفُونَ حَوْلَهَا وَيَدْعُونَهَا ذَاتَ أَنْوَاطٍ، قُلْنَا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، اجْعَلْ لَنَا ذَاتَ أَنْوَاطٍ

كَمَا لَهُمْ ذَاتُ أَنْوَاطٍ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : «اَللّٰهُ أَكْبَرُ، إِنَّهَا السُّنَنُ، هٰذَا كَمَا قَالَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ لِمُوسٰى : ﴿اجْعَلْ لَنَا اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ﴾ (الأعراف 7 :138)»، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : «إِنَّكُمْ لَتَرْكَبُنَّ سَنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ».

''جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح کیا،تو ہمارے ساتھ ہوازن کی طرف تشریف لے گئے۔ہم کفار کی اس بیری کے پاس سے گزرے،جس کے گرد وہ قیام کرتے تھے اور اسے ذاتِ انواط کا نام دیتے تھے۔ہم نے عرض کیا : اللہ کے رسول! ہمارے لیے بھی ان کی طرح کا کوئی ذاتِ انواط مقرر کر دیجیے۔آپ ﷺ نے فرمایا : اللہ اکبر! یہ تو بنی اسرائیل کے نقشِ قدم کی پیروی ہے۔یہ تو ایسے ہی ہے جیسے بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا :﴿اجْعَلْ لَنَا اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ﴾(الأعراف 7 :138) (ہمارے لیے بھی الٰہ مقرر کر دیجیے جس طرح ان [مشرکین] کے الٰہ ہیں۔موسیٰ رحمہ اللہ نے فرمایا:تم جاہل قوم ہو)۔پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : بلاشبہ تم ضرور اپنے سے پہلے لوگوں کے نقش قدم پر چلو گے۔''

(مسند الإمام أحمد : 21897، 21900، سنن الترمذي : 2180، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے''حسن صحیح''اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (6702) نے ''صحیح''قرار دیا ہے۔

❀ علامہ طرطوشی (451-520ھ) اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں :

فَانْظُرُوا ـ رَحِمَكُمُ اللّٰهُ ـ أَيْنَمَا وَجَدْتُّمْ سِدْرَةً أَوْ شَجَرَةً يَّقْصِدُهَا النَّاسُ، وَيُعَظِّمُونَ مِنْ شَأْنِهَا، وَيَرْجُونَ الْبَرْءَ وَالشِّفَاءَ مِنْ قِبَلِهَا، وَيَنُوطُونَ بِهَا الْمَسَامِيرَ وَالْخِرَقَ؛ فَهِيَ ذَاتُ أَنْوَاطٍ، فَاقْطَعُوهَا .

''اللہ آپ پر رحم کرے، آپ جہاں بھی ایسی بیری یا کوئی درخت دیکھیں، جس کی زیارت کے لیے لوگ آتے ہوں، اس کی تعظیم کرتے ہوں، اس سے شفا یابی کی امید رکھتے ہوں اور اس کے ساتھ کیل اور کپڑے وغیرہ لٹکاتے ہوں، تو وہ ذاتِ انواط ہے، اسے کاٹ دیں۔'' (الحوادث والبدع، ص: 39)

❁ علامہ ابو شامہ رحمہ اللہ (599-655ھ) لکھتے ہیں:

وَمِنْ هٰذَا الْقِسْمِ أَيْضًا مَّا قَدْ عَمَّ الِابْتِلَاءُ بِهٖ؛ مِنْ تَزْيِينِ الشَّيْطَانِ لِلْعَامَّةِ تَخْلِيقَ الْحِيطَانِ وَالْعُمُدِ وَسَرْجَ مَوَاضِعَ مَخْصُوصَةٍ فِي كُلِّ بَلَدٍ، يَحْكِي لَهُمْ حَاكٍ أَنَّهٗ رَآى فِي مَنَامِهٖ بِهَا أَحَدًا مِّمَّنِ اشْتَهَرَ بِالصَّلَاحِ وَالْوِلَايَةِ، فَيَفْعَلُونَ ذٰلِكَ، وَيُحَافِظُونَ عَلَيْهِ مَعَ تَضْيِيعِهِمْ فَرَائِضَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَسُنَنَهٗ، وَيَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُّتَقَرِّبُونَ بِذٰلِكَ، ثُمَّ يَتَجَاوَزُونَ هٰذَا إِلٰى أَنْ يُّعَظِّمَ وَقْعَ تِلْكَ الْأَمَاكِنِ فِي قُلُوبِهِمْ، فَيُعَظِّمُونَهَا، وَيَرْجُونَ الشِّفَاءَ لِمَرْضَاهُمْ، وَقَضَاءَ حَوَائِجِهِمْ بِالنَّذْرِ لَهُمْ، وَهِيَ مِنْ بَيْنِ عُيُونٍ وَّشَجَرٍ وَّحَائِطٍ وَّحَجَرٍ .

''اسی قبیل سے وہ خرافات ہیں، جس میں بہت سے لوگ مبتلا ہو چکے ہیں۔ شیطان عوام کو آمادہ کرتا ہے کہ وہ دیواریں اور مینار بنائیں، نیز ہر علاقے میں

مخصوص جگہوں پر عمارتیں کھڑیں کریں۔ایک بیان کرنے والا بیان کرتا ہے کہ اس نے اپنے خواب میں فلاں مشہور نیک ولی کو دیکھا ہے،اس پر لوگ قبوں کی تعمیر شروع کر دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فرائض وسنن کو ضائع کر کے ان کی حفاظت کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ اس کام کے ذریعے اللہ کا تقرب حاصل کر رہے ہیں۔پھر وہ اس سے آگے بڑھتے ہیں اور شیطان ان کے دلوں میں ان جگہوں کی تعظیم بٹھا دیتا ہے اور وہ ان کی تعظیم شروع کر دیتے ہیں، نیز وہ ان جگہوں پر نذر مان کر اپنے مریضوں کی شفا اور اپنی ضرورتوں کے پورا ہونے کی امید رکھنے لگتے ہیں۔یہ جگہیں چشموں، درختوں، دیواروں اور پتھروں کے درمیان ہیں۔''

(الباعث علی إنكار البدع والحوادث، ص: 25، 26)

❁ شیخ الاسلام،ابن تیمیہ رحمہ اللہ (661-728ھ) فرماتے ہیں:

فَأَنْكَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُجَرَّدَ مُشَابَهَتِهِمْ لِلْكُفَّارِ فِي اتِّخَاذِ شَجَرَةٍ يَّعْكُفُونَ عَلَيْهَا، مُعَلِّقِينَ عَلَيْهَا سِلَاحَهُمْ، فَكَيْفَ بِمَا هُوَ أَعْظَمُ مِنْ ذٰلِكَ مِنْ مُّشَابَهَتِهِمُ الْمُشْرِكِينَ، أَوْ هُوَ الشِّرْكُ بِعَيْنِهٖ؟

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کافروں کے ساتھ محض اس مشابہت پر سختی سے ردّ فرمایا کہ ایک درخت مقرر کیا جائے،جس کے اردگرد وہ بیٹھا کریں اور اس پر اپنا اسلحہ لٹکائیں۔ایسی صورت میں وہ کام کیسے جائز ہوسکتا ہے،جو اس سے بڑھ کر مشرکین سے مشابہت کا باعث ہو یا بعینہٖ شرک ہو؟''

(اقتضاء الصراط المستقيم لمخالفة أصحاب الجحيم: 2/158)

❁ علامہ،محمد بن صالح،عثیمین رحمہ اللہ (1347-1421ھ) فرماتے ہیں:

فَهٰؤُلَاءِ طَلَبُوا سِدْرَةً يَّتَبَرَّكُونَ بِهَا كَمَا يَتَبَرَّكُ الْمُشْرِكُونَ بِهَا، وَأُولٰئِكَ طَلَبُوا إِلٰهًا كَمَا لَهُمْ آلِهَةً، فَيَكُونُ فِي كِلَا الطَّلَبَيْنِ مُنَافَاةٌ لِّلتَّوْحِيدِ، لِأَنَّ التَّبَرُّكَ بِالشَّجَرِ نَوْعٌ مِّنَ الشِّرْكِ، وَاتِّخَاذُهُ إِلٰهًا شِرْكٌ وَّاضِحٌ.

''صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ سے مطالبہ کیا کہ ان کے لیے بیری کا ایک درخت ہونا چاہیے جس سے وہ تبرک حاصل کریں، جیسا کہ مشرکین تبرک حاصل کرتے تھے، جبکہ موسیٰ علیہ السلام کے پیروکاروں نے مطالبہ کیا کہ ان کے لیے معبود ہوں جیسے اس دور کے کفار نے بنائے ہوئے تھے۔ان دونوں مطالبات میں توحید کی نفی تھی، کیونکہ درختوں سے تبرک شرک کی ایک قسم ہے اور ان کو الٰہ بنانا واضح شرک ہے۔''

(القول المفيد على كتاب التوحيد :205/1)

تبركِ بدعي :

آثارِ صالحین اور آثارِ اولیا سے تبرک حاصل کرنا بدعت ہے، کیونکہ آثار سے تبرک نبی اکرم ﷺ کے ساتھ خاص ہے۔قبرِ نبوی یا قبورِ صالحین سے تبرک غیر مشروع ہے، کیونکہ اس پر کوئی دلیل شرعی نہیں، بلکہ بہت سی احادیثِ نبویہ صریح طور پر اس فعل کی قباحت و شناعت بیان کرتی ہیں۔

مقامِ ابراہیم کو بطورِ تبرک بوسہ دینا، کعبۃ اللہ کی دیواروں کو چومنا، غلافِ کعبہ کو پکڑ کر دُعائیں کرنا ، کعبہ کے پرنالے کے نیچے کھڑے ہو جانا، صالحین کے آثار کو چومنا، بطورِ تبرک صالحین کے پاؤں کو بوسہ دینا اور برکت حاصل کرنے کی نیت سے حجرِ اسود کو چومنا، انبیاءِ کرام اور اولیاءِ عظام کے مقاماتِ ولادت ووفات سے تبرک حاصل کرنا، شبِ براءت، شبِ میلاد

النبی اور شبِ معراج کو عبادت کے ساتھ خاص کر کے تبرک حاصل کرنا،مسجدِ حرام،مسجدِ نبوی اور مسجدِ اقصیٰ کی زمین کو چومنا،مسجدِ نبوی کے ستونوں کو چومنا،جمعرات یا کسی بھی دن اس نظریے سے نکاح کرنا کہ اس میں برکت ہو گی،نعلین شریفین کی (جو کہ فرضی ہوتی ہے) بنا کر اس سے تبرک حاصل کرنا،کعبۃ اللہ کی شبیہ بنانا،صالحین کی قبروں کی مٹی کو متبرک سمجھنا، صالحین کی نشست گاہوں،اقامت گاہوں کو متبرک خیال کرنا،خاص نیت سے ان کی قبروں کی طرف سفر کرنا،وہاں نماز پڑھنا،صالحین کی قبروں پر مساجد بنانا،وہاں صدقات و خیرات تقسیم کرنا، ننگے پاؤں چل کر قبروں پر حاضری دینا،نذر و نیاز دینا اور ان کی اشیا و آثار کے وسیلہ سے اللہ کی بارگاہ میں دُعا کر کے تبرک حاصل کرنا بدعت ہے۔

سلف صالحین،صحابہ کرام،تابعین عظام،تبع تابعین اور ائمہ اسلام سے ایسا کچھ ثابت نہیں۔اگر یہ افعال و اعمال دین کا حصہ ہوتے،تو اسلافِ امت بڑھ چڑھ کر ان کو اپناتے، کیونکہ وہ خیر و برکت کے حصول پر بہت زیادہ حریص تھے۔وہ دین ہی کیا جس کا بافضیلت زمانوں میں ذکر تک نہ ہو؟

امامِ بریلویت،احمد رضا خان بریلوی کس قدر غلو میں مبتلا ہیں! لکھتے ہیں:

''لہٰذا دربارہ کربلائے معلیٰ (قبر حسین رضی اللہ عنہ) اب صرف کاغذ پر صحیح نقشہ لکھا ہوا محض بقصدِ تبرک بے آمیزش منہیات پاس رکھنے کی اجازت ہو سکتی ہے۔''

(فتاویٰ رضویہ،جلد21،صفحہ:424)

نیز لکھتے ہیں:

''یونہی اگر روضہ مبارکہ حضرت شہزادہ گلگوں قبا حسین شہید ظلم و جفا صلوات اللہ وتعالیٰ وسلامہ علی جدہ الکریم وعلیہ کی صحیح مثل بنا کر محض تبرک بے آمیزش منکرات شرعیہ مکان میں رکھے تو شرعاً کوئی حرج نہ تھا۔'' (فتاویٰ رضویہ:423/21)

قارئین کرام! جس مذہب پر قرآن و حدیث، آثارِ صحابہ اور ائمہ محدثین کے قول وفعل سے دلیل نہ ملے، یقیناً وہ عجمی اور بدعی مذہب ہے۔اس کی بنیاد تو وحیِ شیطانی اور خواہشات نفسانی پر ہوتی ہے۔اس سب کے باوجود ایسے مذہب کو اپنانے والے اپنے آپ کو اس دھڑلے سے اہل سنت کہتے ہیں کہ عام لوگ دھوکا کھا جاتے ہیں۔لیکن جن لوگوں کا مشن ہی بدعات کوفروغ دینا ہو، وہ صحابہ وتابعین کو کیسے معیار بنالیں؟

❁ شیخ سلیمان بن عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ (1200-1233ھ) لکھتے ہیں:

ذَكَرَ بَعْضُ الْمُتَأَخِّرِينَ أَنَّ التَّبَرُّكَ بِآثَارِ الصَّالِحِينَ مُسْتَحَبٌّ كَشُرْبِ سُؤْرِهِمْ، وَالتَّمَسُّحُ بِهِمْ أَوْ بِثِيَابِهِمْ، وَحَمْلِ الْمَوْلُودِ إِلٰى أَحَدٍ مِّنْهُمْ لِيُحَنِّكَهُ بِتَمْرَةٍ حَتّٰى يَكُونَ أَوَّلَ مَا يَدْخُلُ جَوْفَهُ رِيقُ الصَّالِحِينَ، وَالتَّبَرُّكُ بِعَرَقِهِمْ وَنَحْوِ ذٰلِكَ، وَقَدْ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ أَبُو زَكَرِيَّا النَّوَوِيُّ فِیْ شَرْحِ مُسْلِمٍ فِي الْأَحَادِيثِ الَّتِي فِيهَا أَنَّ الصَّحَابَةِ فَعَلُوا شَيْئًا مِّنْ ذٰلِكَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَظَنَّ أَنَّ بَقِيَّةَ الصَّالِحِينَ فِي ذٰلِكَ كَالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهٰذَا خَطَأٌ صَرِيحٌ لِّوُجُوهٍ؛ مِنْهَا عَدَمُ الْمُقَارَبَةِ فَضْلًا عَنِ الْمُسَاوَاةِ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْفَضْلِ وَالْبَرَكَةِ، وَمِنْهَا عَدَمُ تَحَقُّقِ الصَّلَاحِ، فَإِنَّهُ لَا يَتَحَقَّقُ إِلَّا بِصَلَاحِ الْقَلْبِ، وَهٰذَا أَمْرٌ لَّا يُمْكِنُ الِاطِّلَاعُ عَلَيْهِ إِلَّا بِنَصٍّ، كَالصَّحَابَةِ الَّذِينَ أَثْنَى اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُولُهُ، أَوْ أَئِمَّةُ التَّابِعِينَ، وَمَنْ شَهَرَ بِصَلَاحٍ وَّدِينٍ كَالْأَئِمَّةِ

الْأَرْبَعَةِ وَنَحْوِهِمْ؛ مِنَ الَّذِينَ تَشْهَدُ لَهُمُ الْأُمَّةُ بِالصَّلَاحِ، وَقَدْ عُدِمَ أُولٰئِكَ، أَمَّا غَيْرُهُمْ؛ فَغَايَةُ الْأَمْرِ أَنْ نَظُنَّ أَنَّهُمْ صَالِحُونَ، فَنَرْجُو لَهُمْ، وَمِنْهَا أَنَّا لَوْ ظَنَنَّا صَلَاحَ شَخْصٍ؛ فَلَا نَأْمَنُ أَنْ يُخْتَمَ لَهٗ بِخَاتِمَةٍ سُوءٍ، وَالْأَعْمَالُ بِالْخَوَاتِيمِ، فَلَا يَكُونُ أَهْلًا لِلتَّبَرُّكِ بِآثَارِهٖ، وَمِنْهَا أَنَّ الصَّحَابَةَ لَمْ يَكُونُوا يَفْعَلُونَ ذٰلِكَ مَعَ غَيْرِهٖ، لَا فِي حَيَاتِهٖ وَلَا بَعْدَ مَوْتِهٖ، وَلَوْ كَانَ خَيْرًا لَّسَبَقُونَا إِلَيْهِ، فَهَلَّا فَعَلُوهُ مَعَ أَبِي بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِيٍّ وَّنَحْوِهِمْ؛ مِنَ الَّذِينَ شَهِدَ لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجَنَّةِ، وَكَذٰلِكَ التَّابِعُونَ؛ هَلَّا فَعَلُوهُ مَعَ سَعِيدِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ، وَعَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ، وَأُوَيْسٍ الْقَرْنِيِّ، وَالْحَسَنِ الْبَصَرِيِّ وَنَحْوِهِمْ؛ مِمَّنْ يُّقْطَعُ بِصَلَاحِهِمْ، فَدَلَّ أَنَّ ذٰلِكَ مَخْصُوصٌ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمِنْهَا أَنَّ فِعْلَ هٰذَا مَعَ غَيْرِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمَنُ أَنْ يُّفْتِنَهٗ، وَتَعْجَبَهٗ نَفْسُهٗ، فَيُورِثُهُ الْعُجْبَ وَالْكِبْرَ وَالرِيَاءَ، فَيَكُونُ هٰذَا كَالْمَدْحِ فِي الْوَجْهِ، بَلْ أَعْظَمُ.

''بعض متاخرین نے ذکر کیا ہے کہ نیک لوگوں کے آثار سے تبرک لینا مستحب ہے، مثلاً ان کا بچا ہوا پانی وغیرہ پینا،ان کے جسم یا کپڑوں کو چھونا،نومولود بچے کو ان میں سے کسی کے پاس لے کر جانا تاکہ وہ اسے کھجور کی گھٹی دے اور بچے کے پیٹ میں سب سے پہلے جو چیز داخل ہو،وہ نیک لوگوں کا لعاب ہو،اسی طرح ان کے پسینے سے برکت حاصل کرناوغیرہ۔اس قسم کی بہت سی باتیں علامہ،ابوزکریا،

نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں ان احادیث کے تحت کی ہیں،جن میں صحابہ کرام کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار سے تبرک لینے کا بیان تھا۔علامہ نووی رحمہ اللہ نے یہ سمجھ لیا کہ باقی نیک لوگوں کا بھی اس سلسلے میں وہی معاملہ ہے، جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا،لیکن یہ واضح غلطی ہے۔اس کی کئی وجوہات ہیں؛ ① نیک لوگ فضل و برکت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر تو کجا قریب قریب بھی نہیں پھٹکتے۔ ② عام نیک لوگوں کی نیکی متحقق نہیں ہوتی، کیونکہ نیکی تو دل کی پاکیزگی سے ثابت ہوتی ہے اور دل کا معاملہ ایسا ہے،جس کا علم صرف نص سے ہوسکتا ہے۔مثلاً صحابہ کرام جن کی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تعریف کی یا تابعین ائمہ اور وہ لوگ جن کی نیکی اور دین داری مشہور ہو گئی، جیسے ائمہ اربعہ وغیرہ،جن کی نیکی کی ساری امت گواہی دیتی ہے۔یہ سب لوگ تو گزر چکے ہیں۔رہے باقی نیک لوگ،تو ان کی نیکی کے بارے میں زیادہ سے زیادہ ہمارا گمان ہوتا ہے۔ہم اللہ کے ہاں ان کے نیک ہونے کی امید رکھتے ہیں۔③ اگر ہم کسی شخص کے نیک ہونے کا گمان کر بھی لیں،تو اس بات کا خدشہ ختم نہیں ہوتا کہ ان کا خاتمہ بُرا ہو جائے، جبکہ اعمال کا دارومدار خاتمے پر ہے۔اگر کسی کا خاتمہ بُرا ہو جائے،تو وہ تبرک کا اہل نہیں رہے گا۔④ صحابہ کرام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی سے تبرک نہیں لیا، نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد۔اگر یہ نیکی کا کام ہوتا،تو وہ ضرور ہم سے پہلے اسے کرتے۔صحابہ کرام نے سیدنا ابوبکروعمر اور عثمان وعلی وغیرہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ایسا کیوں نہ کیا،جن کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی گواہی دی تھی؟اسی طرح تابعین کرام نے امام سعید بن مسیّب، علی بن حسین، اویس قرنی، حسن بصری وغیرہ رحمہم اللہ سے کیوں تبرک نہ لیا،جن کو یقینی طور پر

نیک کہا جا سکتا ہے؟اس سے معلوم ہوا کہ تبرک کا معاملہ نبی اکرم ﷺ ہی کے ساتھ خاص تھا۔⑤ نبی اکرم ﷺ کے علاوہ کسی اور کا تبرک لینے سے یہ خطرہ پیدا ہو جائے گا کہ ایسا کرنا اسے فتنے میں مبتلا نہ کردے۔وہ اس وجہ سے خودپسندی،تکبر اور ریاکاری کا شکار نہ ہو جائے۔یہ معاملہ کسی کے سامنے تعریف کرنے کی طرح ہے، بلکہ اس سے بڑھ کر مضر ہے۔''

(تيسير العزيز الحميد في شرح كتاب التوحيد الذي هو حقّ الله على العبيد، ص : 150، 151)

❀ علامہ،ڈاکٹر،شمس الدین،افغانی،سلفی رحمہ اللہ (1372-1420ھ) لکھتے ہیں :

تَبَرُّكٌ بِدْعِيٌّ؛ وَهُوَ مَا لَمْ يَكُنْ فِيهِ طَلَبُ الْخَيْرِ وَالنَّمَاءِ مِنْ غَيْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى فِيمَا لَا يَقْدِرُ عَلَيْهِ إِلَّا اللّٰه، بَلْ كَانَ فِيهِ طَلَبُ الْخَيْرِ وَالنَّمَاءِ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى، وَلٰكِنْ بِوَاسِطَةِ شَيْءٍ لَّمْ يَرِدِ الشَّرْعُ بِهٖ، كَطَلَبِ الْبَرَكَةِ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى بِوَاسِطَةِ غُلَافِ الْكَعْبَةِ، أَوْ طَلَبِ الْبَرَكَةِ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى بِوَاسِطَةِ اسْتِلَامِ الْحُجْرَةِ النَّبَوِيَّةِ، أَوْ طَلَبِ الْبَرَكَةِ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى بِوَاسِطَةِ تَمْرِ الْمَدِينَةِ النَّبَوِيَّةِ، وَنَحْوِهَا مِمَّا لَمْ يَرِدْ بِهِ الْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ، وَقَدْ ذَكَرْتُ عِدَّةَ أَمْثِلَةٍ لِّلتَّبَرُّكَاتِ الْبِدْعِيَّةِ الَّتِي يَرْتَكِبُهَا الْقُبُورِيَّةُ عَامَّةً وَّالدِّيُوبَنْدِيَّةُ خَاصَّةً .

''تبرکِ بدعی وہ ہے جس میں غیر اللہ سے ایسی خیر و بھلائی کی طلب تو نہ ہو،جس پر صرف اللہ تعالیٰ قادر ہے،البتہ اس میں اللہ تعالیٰ سے کسی ایسی چیز کے واسطے سے خیر و بھلائی طلب کی جائے،جس کا جواز شریعت میں موجود نہیں،جیسے اللہ تعالیٰ سے غلافِ کعبہ یا استلامِ حجرۂ نبویہ یا مدینہ نبویہ کی کھجور وغیرہ جیسی چیزوں کے

واسطے سے برکت طلب کرنا جن کا کتاب و سنت سے کوئی ثبوت نہیں۔میں نے بدعی تبرکات کی بہت سی مثالیں ذکر کی ہیں،جن کا ارتکاب قبر پرست (بریلوی) عموماً اور دیوبندی لوگ خصوصاً کرتے ہیں۔''

(جهود علماء الحنفيّة في إبطال عقائد القبوريّة : 1579/3)

❁ حنفی مذہب کی معتبر کتاب میں لکھا ہے:

وَلَا يَجُوزُ أَخْذُ شَيْءٍ مِّنْ طِيبِ الْكَعْبَةِ، لَا لِلتَّبَرُّكِ وَلَا لِغَيْرِهٖ، وَمَنْ أَخَذَ شَيْئًا مِّنْهُ؛ لَزِمَهٗ رَدُّهٗ إِلَيْهَا، فَإِنْ أَرَادَ التَّبَرُّكَ أَتٰى بِطِيبٍ مِّنْ عِنْدِهٖ؛ فَمَسَحَهٗ بِهَا، ثُمَّ أَخَذَهٗ.

''کعبہ کی کوئی خوشبو لینا جائز نہیں،نہ تبرک کے لیے نہ کسی اور مقصد کے لیے۔جو شخص وہاں سے کوئی چیز لے،اسے لوٹانا لازم ہے۔اگر اس کا ارادہ تبرک کا ہو،تو وہ اپنی خوشبو لے آئے اور کعبہ سے مس کر کے ساتھ لے جائے۔''

(الفتاوى الهندية، المعروف به فتاوی عالمگیری :265/1)

یہ حصولِ تبرک کا نیا طریقہ ہے،جسے صحابہ و تابعین اور ائمہ دین نہیں جانتے تھے۔اس کے بدعت ہونے کے لیے یہی کافی ہے۔

❁ جناب اشرف علی تھانوی دیوبندی صاحب کہتے ہیں:

''غلافِ کعبہ زادھا اللہ تنویراً کے تبرک ہونے اور اس کی تقبیل تبرک کے جواز میں کوئی کلام نہیں۔اگر بوسہ دینے میں صرف اسی قدر اعتقاد ہو اور کسی کو ایذا بھی نہ ہو،تو کچھ مضائقہ نہیں،موجبِ ثواب و برکت ہے۔''(فتاویٰ اشرفیہ،ص:65)

یہ غلو پر مبنی بدعی نظریہ ہے۔سوائے حجر اسود کے کسی چیز کو بطورِ تبرک چومنا جائز نہیں۔علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں:

وَفِيهِ كَرَاهِيَةُ تَقْبِيلِ مَا لَمْ يَرِدِ الشَّرْعُ بِتَقْبِيلِهِ مِنَ الْأَحْجَارِ وَغَيْرِهَا .

''اس (سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے فرمان) سے ثابت ہوتا ہے کہ جن پتھروں وغیرہ کے چومنے کا ذکر شریعت میں موجود نہیں، انہیں چومنا مکروہ ہے۔''

(عمدة القاري شرح صحيح البخاري : 241/9)

غلافِ کعبہ کے چومنے پر کون سی شرعی دلیل ہے؟

گنگوهي صاحب اور بدعي تبركات :

✿ جناب محمد عاشق الٰہی میرٹھی صاحب، رشید احمد گنگوہی صاحب کے بارے میں لکھتے ہیں :

''انسان کو جب کسی کے ساتھ محبت ہوتی ہے، تو اس کے تمام متعلقات سے الفت پیدا ہو جاتی ہے۔ چونکہ حضرت امام ربانی قدس سرہ کے سوادِ قلب میں حق تعالیٰ شانہ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت راسخ ہو گئی تھی، اس لیے حرمین شریفین کے خس و خاشاک تک آپ محبوب سمجھتے اور خاص وقعت کی نگاہ سے دیکھا کرتے تھے۔ مدنی کھجوروں کی گٹھلیاں پسوا کر صندوقچہ میں رکھ لیتے اور کبھی کبھی سفوف بنا کر پھانکا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ فرمانے لگے کہ لوگ حرمین شریفین کی چیزوں زمزمی کے ٹین اور تخم خرما (کھجور کی گٹھلی) کو یونہی پھینک دیتے ہیں۔ یہ نہیں خیال کرتے کہ ان چیزوں کو مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کی ہوا لگی ہے۔ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مدنی کھجور کی گٹھلی پسی ہوئی حضرت نے صندوقچہ میں سے نکال کر مجھے عطا فرمائی کہ لو، اس کو پھانک لو۔ ایک مرتبہ مدینہ منورہ کی املی مجھے کھلائی اور ایک دفعہ مدینہ الرسول کی مٹی عطا فرمائی کہ اس کو کھا لو۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت مٹی کھانا تو حرام ہے! آپ نے فرمایا: میاں وہ مٹی اور ہو گی۔''

(تذکرۃ الرشید : 2/47، 48)

نیز لکھتے ہیں :

''حرمین شریفین سے آئے ہوئے تبرکات کو جب آپ اپنے خدام پر تقسیم فرماتے، تو چہرہ مبارک پر بشاشت اور آواز کے لہجہ میں مسرت و انبساط محسوس ہوتا تھا۔ آپ کا دل چاہتا تھا کہ دوسرے بھی ان اشیا کا احترام کریں۔ ایک مرتبہ مولوی حسین احمد صاحب مہاجر مدنی نے ایک گھڑا بھر کر غسالہ شریف کا بھیجا۔ جس دقت اور اہتمام کے ساتھ گنگوہ پہنچایا گیا، وہ ظاہر ہے۔ آپ نے اس کے پہنچتے ہی اس کو کھلوایا اور سبیل لگا دی۔ اس دن جو بھی آیا، جواب سلام کے بعد آپ کا یہ ارشاد ہوتا تھا : میاں مولوی یحییٰ، ان کو بھی پانی پلاؤ۔ بندہ بھی خوش نصیبی سے اس دن جا پہنچا اور تبرک سے فیض یاب ہوا۔۔۔'' (تذکرۃ الرشید : 2/48)

حسین احمد مدنی دیوبندی صاحب، گنگوہی صاحب کے بارے میں لکھتے ہیں :

''گنگوہ شریف کے لیے جو تبرکات عامہ تھے، وہ بھائی صاحب اپنے ساتھ لے گئے، مگر حجرہ شریفہ کا غبار، مسجد شریف کی کھجوریں (اس زمانہ میں صحن مسجد نبوی میں بھی چند درخت کھجوروں کے تھے) اور بعض خصوصی دیگر تبرکات میرے ہی پاس تھے۔ چونکہ حجرہ مطہرہ نبویہ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام کے خاص خدام جن کو آغاوات کہتے ہیں، مجھ سے پڑھا کرتے تھے، اس لیے خصوصی تبرکات مجھ کو حاصل کرنے میں آسانی ہوتی تھی۔'' (نقش حیات : 1/102)

نیز لکھتے ہیں :

''غبار حجرہ مطہرہ پیش کیا گیا، اس کو سرمہ میں ڈلوایا اور روزانہ اس سرمہ کو استعمال فرماتے رہے۔ مسجد نبوی علی صاحبھا الصلاۃ والسلام کی کھجوروں کے تین دانے پیش

کیے گئے،ان کو تقریباً 72 حصہ میں کر کے تقسیم فرمائے۔ مدینہ منورہ کی کھجوریں جو تقسیم کی گئیں،ان کے متعلق ہدایت فرمائی کہ ان کی گٹھلیاں پھینکی نہ جائیں،ان کو ہاون دستہ میں کٹوا کر رکھ لیا اور روزانہ اس میں سے تھوڑا سا پھانک لیا کرتے تھے۔''(نقش حیات:103/1)

۞ جناب حسین احمد مدنی صاحب،گنگوہی صاحب کے بارے میں لکھتے ہیں:

''بعض مخلصین نے کچھ کپڑے مدینہ منورہ سے خدمتِ اقدس میں تبرکاً ارسال کیے۔حضرت نے نہایت تعظیم اور وقعت کی نظر سے ان کو دیکھا اور شرفِ قبول سے ممتاز فرمایا۔بعض طلبہ حضارِ مجلس نے عرض بھی کیا کہ حضرت اس کپڑے میں کیا برکت حاصل ہوئی،یورپ کا بنا ہوا ہے،تاجر مدینہ میں لائے،وہاں سے دوسرے لوگ خرید لائے،اس میں تو کوئی وجہ تبرک ہونے کی نہیں معلوم ہوئی۔ حضرت نے شبہ کو ردّ فرمایا اور یوں ارشاد فرمایا کہ مدینہ منورہ کی اس کو ہوا تو لگی ہے۔اسی وجہ سے اس کو یہ اعزاز اور برکت حاصل ہوئی۔''

(الشہاب الثاقب،ص:231،232)

نیز لکھتے ہیں:

''حضرت مولانا(گنگوہی)کے یہاں تبرکات میں حجرہ مطہرہ نبویہ کے غلاف کا ایک سبز ٹکڑا بھی تھا۔بروز جمعہ کبھی کبھی حاضرین و خدام کو جب ان تبرکات کی زیارت خود کرایا کرتے تھے،تو صندوقچہ خود اپنے دستِ مبارک سے کھولتے اور غلاف کو نکال کر اوّل اپنی آنکھوں سے لگاتے اور منہ سے چومتے تھے،پھر اوروں کی آنکھوں سے لگاتے اور ان کے سروں پر رکھتے۔''(الشہاب الثاقب،ص:231)

مزید لکھتے ہیں:

''حجرہ مطہرہ نبویہ کا جلا ہوا زیتون کا تیل وہاں سے حضرت (گنگوہی) رحمۃ اللہ علیہ کے بعض مخلصین نے ارسال کیا تھا۔ حضرت نے باوجود نزاکتِ طبعی کے، جس کی حالت عام لوگوں پر ظاہر ہے، اس کو پی ڈالا۔'' (الشہاب الثاقب، ص:232)

نیز لکھتے ہیں:

''خود احقر (حسین مدنی) نے سوال کیا کہ بعد چالیس روز کے جالی شریف میں اندرون حجرہ مطہرہ اہل مدینہ بچوں کو داخل کرتے ہیں اور خادم روضہ مطہرہ اس کو لے جا کر سامنے روضہ اقدس کے قبلہ کی طرف لٹا دیتا ہے اور دعا مانگتا ہے۔ یہ فعل کیسا ہے؟ تو آپ نے استحسان فرمایا اور پسند کیا۔''

(الشہاب الثاقب، ص:232، 233)

گنگوہی صاحب کے بارے میں عاشق الٰہی میرٹھی نے یہ بھی لکھا ہے:

''مقامِ ابراہیم کا ٹکڑا جو حضرت کے پاس تھا، اس کی نسبت ارشاد فرمایا کہ میرے پاس ایسی چیز ہے کہ اگر شیخ عبد القدوس رحمۃ اللہ علیہ موجود ہوتے، تو وہ بھی اس کی زیارت کو آتے۔ حضرت امام ربانی (گنگوہی) تبرکات کے نہایت قدر دان تھے۔ حق تعالیٰ نے آپ کو تبرکات بھی وہ عطا فرمائے تھے، جن کا دوسری جگہ وجود نہ تھا۔ مقامِ ابراہیم، جس کی زیارت سے حرم محترم میں بھی ہزار ہا مخلوق محروم رہتی ہے، اور اگر زیارت ہوتی ہے، تو عموماً رشوت دے کر، جو معصیت ہے، اس کا ٹکڑا آپ کے پاس تھا، جس کو خدام کی خواہش پر آپ صندوقچی سے نکالتے اور پانی میں ڈال کر نکال لیتے اور پانی کو مجمع پر تقسیم کرا دیا کرتے تھے۔ اس انمول تبرک کی آپ کو اس درجہ محبت و قدر تھی کہ کبھی معتبر سے معتبر خادم کے بھی حوالہ نہیں فرمایا۔ جس وقت آپ اس کی زیارت کراتے، تو مسرت سے باغ باغ ہو جاتے

تھے، بمقتضائے واَمّا بنعمۃ ربک فحدث آپ نے بارہا یہ الفاظ فرمائے کہ مجھے حق تعالیٰ نے وہ شے عطا فرمائی ہے، جو دوسرے کے پاس نہیں ہے۔آپ کے پاس بیت اللہ زادھا اللہ شرفا وتعظیما کی مقدس چوکھٹ کا چھوٹا سا ایک ٹکڑا بھی تھا۔اس کی محبت وقدردانی بھی اسی درجہ کی تھی، بلکہ شاید اس سے بھی کچھ زیادہ۔

اعلیحضرت حاجی صاحب (امداد اللہ مہاجر مکی) کا عطا فرمایا ہوا جبہ بھی آپ کے پاس تھا۔یہ بھی انہیں تبرکات کے صندوقچہ میں رہتا تھا۔جس وقت آپ اس کو نکالتے،تو اوّل خود دست مبارک میں لے کر اپنی آنکھوں سے لگاتے اور پھر یکے بعد دیگرے دوسروں کو سر پر رکھنے کا موقع عطا فرماتے تھے۔اس وقت آپ پر ایک خاص کیفیت طاری ہوتی اور یوں فرمایا کرتے تھے کہ اس کو کئی سال حضرت نے پہنا اور پھر مجھ کو خصوصیت کے ساتھ عطا فرمایا تھا۔جو شخص لے کر آیا تھا، اسے یوں کہلا بھیجا تھا کہ اس کو پہننا۔سو کبھی کبھی تعمیل ارشاد کو پہنا کرتا ہوں۔تبرک ہے، رکھ چھوڑا ہے۔''(تذکرۃ الرشید:2/167، 168)

قرآن وحدیث اور سلف صالحین کے خلاف تبرک کی بدعی صورتیں نکالنا کوئی محبت نہیں۔ محبت وہی ہے جو شریعت کی ہدایات کے مطابق کی جائے۔اگر یہی بدعی تبرکات بریلوی حضرات اختیار کریں،تو ان پر فتویٰ لگ جاتا ہے،لیکن اگر یہی بدعات وخرافات آلِ دیوبند کے گھر پہنچ جائیں،تو عین دین کا درجہ اختیار کر لیتی ہیں۔

پاخانے سے تبرک :

جب کوئی انسان سلف صالحین اور ائمہ ہدیٰ کے راستے سے ہٹ جائے،تو اس سے واہی تباہی اور مضحکہ خیز اور رسوا کن حرکات وسکنات کا صدور یقینی ہو جاتا ہے۔اندھی عقیدت ومحبت اور غلو اس کو مرغوب ہو جاتا ہے،جیسا کہ بانی تبلیغی جماعت،مولوی محمد الیاس صاحب کی نانی جی کے متعلق آتا ہے:

''بی امی کی عمر طویل ہوئی اور انہوں نے نواسوں کی اولاد کو بھی دیکھا۔ اخیر عمر میں بصارت اور چلنے پھرنے سے معذور ہوگئی تھیں اور مرض الموت میں تین سال کامل صاحبِ فراش رہیں، مگر نہ قلبی ولسانی ذکر اللہ میں فرق آیا اور صبر و رضا بر قضا میں کمی لاحق ہوئی۔ جس مریض کو تین سال مرضِ اسہال میں اس طرح گزریں کہ کروٹ بدلنا بھی دشوار ہو، اس کے متعلق یہ خیال بے موقع نہ تھا کہ بستر کی بدبو دھوبی کے یہاں بھی نہ جائے گی، مگر دیکھنے والوں نے دیکھا کہ غسل کے لیے چارپائی سے اتارنے پر پوتڑے نکالے گئے، جو نیچے رکھ دیے جاتے تھے، تو ان میں بدبو کی جگہ خوشبو اور ایسی نرالی مہک پھوٹتی تھی کہ ایک دوسرے کو سونگھاتا اور ہر مرد و عورت تعجب کرتا تھا۔ چنانچہ بغیر دھلوائے ان کو تبرک بنا کر رکھ لیا گیا۔''

(تذکرۃ الخلیل از محمد عاشق الٰہی میرٹھی، ص:96، 97)

جس شریعت میں صحابہ کرام جیسی مقدس ہستیوں کے لباسوں سے تبرک لینا روا نہ رکھا گیا، اس میں کسی مولوی کی نانی کے پاخانے والے پوتڑوں کے تبرک کی کیا حیثیت ہوسکتی ہے، اس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔

❁ جناب اشرف علی تھانوی صاحب بیان کرتے ہیں:

''ایک متقی پرہیزگار بزرگ نے مجھے ایک انگرکھا (اچکن) مومی چھینٹ کا دیا تھا۔ میں اس کو تبرک سمجھ کر پہنتا تھا۔ اس کا یہ اثر تھا کہ جب تک وہ بدن پر رہتا، معصیت اور گناہ کا خطرہ تک نہ آتا تھا۔ لوگ کہتے ہیں کہ بزرگوں کے کپڑوں میں کیا رکھا ہے؟ مگر میں نے تو یہ مشاہدہ کیا ہے۔''

(مجالس حکیم الامت از مفتی محمد شفیع، ص:100)

کپڑوں سے تبرک صرف نبی اکرم ﷺ کا خاصہ تھا۔ اس خصوصیت میں آپ ﷺ کا کوئی شریک نہیں ہوسکتا۔ جب صحابہ کرام وتابعین عظام نے خلفاءِ راشدین کے کپڑوں سے تبرک حاصل نہیں کیا، تو صدیوں بعد کسی بزرگ کو یہ شرف کیسے حاصل ہوسکتا ہے؟

رسول اللہ ﷺ کے آثارِ مبارکہ سے تبرک صرف آپ ﷺ کے قریب زمانے والے لوگوں، یعنی صحابہ کرام، تابعین عظام اور تبع تابعین کے حصے میں آیا۔ چودہ سو سال گزر جانے کے بعد ان آثار سے تبرک کا حصول ممکن نہیں، کیونکہ یہ سارے آثار مفقود ہو چکے ہیں۔ دنیا میں ان کا کوئی وجود نہیں۔ بعض الناس نے آپ ﷺ سے منسوب کر کے من گھڑت آثار وضع کیے ہوئے ہیں۔ ان کے پاس اس کی کوئی سند نہیں، بلکہ محض دروغ گوئی سے کام لیا جاتا ہے۔

جس طرح آپ ﷺ سے کوئی قول، فعل یا سکوت منسوب کرنا بہت احتیاط کا کام ہے کہ جھوٹ منسوب کرنے سے آپ ﷺ کی یہ حدیث صادق آتی ہے:

«مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ؛ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ».

''جو شخص مجھ پر جھوٹ بولے، وہ اپنا ٹھکانہ جہنم سمجھے۔''

(صحيح البخاري: 107، صحيح مسلم: 3)

اسی طرح کسی ایسے اثر، مثلاً نعلین، بال، جبہ یا پگڑی کو آپ ﷺ کی طرف منسوب کرنا، جو درحقیقت آپ ﷺ کا نہ ہو، تو ایسا شخص بھی بلاشبہ نبی اکرم ﷺ کی مندرجہ بالا وعید کا مصداق ہو گا۔ لہٰذا ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرنا چاہیے، جو خود ساختہ تبرکاتِ نبویہ لوگوں میں متعارف کراتے ہیں یا ان کی تشہیر کا سبب بنتے ہیں۔

اگر کوئی شخص چودہ سو سال گزر جانے کے بعد نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب تبرکات کا دعویٰ کرتا ہے، تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے دعویٰ پر صحیح سند پیش کرے، محض زبانی کلامی دعویٰ کا

کوئی اعتبار نہیں ہوسکتا۔

اگر کوئی کہے کہ یہ نعلین شریفین نبی کریم ﷺ کے ہیں یا یہ مبارک بال آپ ﷺ کے ہیں، تو کیا اتنی سی بات پر ان نعلین اور بالوں کی تعظیم وتکریم کرنا شروع کردیں گے؟ ان سے تبرک حاصل کرنے لگیں گے، یا اس انتساب پر صحیح سند کا بھی مطالبہ کریں گے؟ اگر وہ صحیح ثبوت فراہم نہ کر سکے تو ان چیزوں کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف کرنا درحقیقت آپ ﷺ کی ذات گرامی پر جھوٹ باندھنا ہے، لہٰذا اس معاملہ کی حساسیت کو سمجھنا ہوگا۔

یہ بات بجا ہے کہ نبی کریم ﷺ سے منسوب کوئی چیز باوثوق ذرائع سے ثابت ہو جائے، تو اس سے تبرک کا انکار کرنا سراسر گمراہی اور انتہا درجہ کی بدبختی ہے، لیکن المیہ یہ ہے کہ بعض لوگ نبی کریم ﷺ کے معاملہ کو انتہائی حقیر سمجھتے ہوئے سینہ زوری سے کام لیتے ہیں۔ اگر کوئی ان سے دلیل وثبوت کا طالب ہو تو اس پر گستاخ کا فتویٰ جڑ دیتے ہیں۔

آثار نبویہ مفقود ہو چکے ہیں :

یہ ناقابل تردید حقیقت ہے کہ آثارِ نبویہ مفقود ہو گئے ہیں، اب دُنیا میں ان کا وجود باقی نہیں رہا، جیسا کہ:

- منبر رسول ﷺ 654 ہجری میں جل گیا تھا۔
- امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کا جنازہ نبی کریم ﷺ کی چارپائی پر اٹھایا گیا تھا۔

(تاريخ يحيى بن معين برواية الدوري : 67/3)

بعد میں اس مبارک چارپائی کا کیا ہوا؟ کوئی علم نہیں۔

- اسی طرح سیدنا عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کے پاس نبی کریم ﷺ کی چھڑی مبارک تھی، جسے وہ ہر وقت اپنی تلوار کے ساتھ باندھ کر رکھا کرتے تھے، ان کی وصیت تھی کہ اس چھڑی کو ان کے کفن کے ساتھ رکھ دیا جائے، چنانچہ اسے ان کے ساتھ ہی دفن کر دیا گیا۔

(مسند الإمام أحمد : 486/3، وسندهٗ حسنٌ)

امام ابن خزیمہ(982)اور امام ابن حبان رحمہ اللہ(7160) نے اس حدیث کو، جبکہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (فتح الباری: 437/2) نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

✿ سیدنا سہیل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک صحابی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی چادر مبارک مانگی اور وہ چادر ہی ان کا کفن بنی۔(صحيح البخاري : 1277)

✿ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی مبارک جس پر ''محمد رسول اللہ'' کندہ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچی۔ان کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی انگلی کی زینت بنی۔ بالآخر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے یہ انگوٹھی کنویں میں گر گئی، بسیار کوشش کے باوجود نہ مل سکی۔(صحيح البخاري : 5866۔5879)

بیعتِ رضوان والے درخت کا معاملہ :

✿ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

رَجَعْنَا مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ، فَمَا اجْتَمَعَ مِنَّا اثْنَانِ عَلَى الشَّجَرَةِ الَّتِي بَايَعْنَا تَحْتَهَا، كَانَتْ رَحْمَةً مِّنَ اللّٰهِ .

''ہم (مقام حدیبیہ پر) صلح حدیبیہ کے دوسرے سال آئے، تو ہم میں سے دو آدمی بھی اس درخت کی نشاندہی پر متفق نہ ہو سکے، جس کے نیچے ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔''(صحيح البخاري : 2958)

✿ شارحِ صحیح بخاری، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

أَنْ لَّا يَحْصُلَ بِهَا افْتِتَانٌ لِّمَا وَقَعَ تَحْتَهَا مِنَ الْخَيْرِ، فَلَوْ بَقِيَتْ لَمَا أُمِنَ تَعْظِيْمُ بَعْضِ الْجُهَّالِ لَهَا، حَتّٰى رُبَّمَا أَفْضٰى بِهِمْ إِلَى اعْتِقَادِ أَنَّ لَهَا قُوَّةَ نَفْعٍ أَوْ ضَرٍّ، كَمَا نَرَاهُ الْآنَ مُشَاهَدًا فِيمَا هُوَ دُونَهَا، وَإِلٰى

ذٰلِكَ أَشَارَ ابْنُ عُمَرَ بِقَوْلِهِ : كَانَتْ رَحْمَةً مِّنَ اللّٰهِ، أَيْ كَانَ خَفَاؤُهَا عَلَيْهِمْ بَعْد ذٰلِكَ رَحْمَةً مِّنَ اللّٰهِ تَعَالٰى .

''(اسے بیان کرنے کی حکمت یہ ہے کہ) خیر کا جو معاملہ اس درخت کے نیچے رونما ہوا تھا، اس کی وجہ سے لوگ فتنے میں نہ پڑیں۔ اگر وہ باقی رہتا، تو بعض جاہل لوگوں کی طرف سے اس کی تعظیم کرنے کا اندیشہ ردّ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ یہاں تک کہ لوگ یہ عقیدہ گھڑ لیتے کہ درخت نفع ونقصان کا مالک ہے، جیسا کہ ہم اپنے مشاہدہ میں دیکھ رہے ہیں کہ اس سے کم تر چیزوں سے یہ معاملہ کیا جا رہا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بات میں اسی کی طرف اشارہ کیا تھا کہ اس سال کے بعد اس درخت کا مخفی ہو جانا اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔''

(فتح الباري شرح صحيح البخاري : 118/6)

❁ مشہور تابعی سعید بن مسیّب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں :

كَانَ أَبِي مِمَّنْ بَايَعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ الشَّجَرَةِ، قَالَ : فَانْطَلَقْنَا فِي قَابِلٍ حَاجِّينَ، فَخَفِيَ عَلَيْنَا مَكَانُهَا، فَإِنْ كَانَتْ تَبَيَّنَتْ لَكُمْ؛ فَأَنْتُمْ أَعْلَمُ .

''میرے والدِ گرامی ان لوگوں میں شامل تھے، جنہوں نے درخت کے نیچے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ وہ فرماتے ہیں کہ دوسرے سال جب ہم حج کرنے کے لیے گئے، تو ہمیں درخت والی جگہ نہ ملی۔ اگر وہ تمہارے سامنے ظاہر ہو جائے تو تم زیادہ سمجھ دار ہو۔'' (صحيح مسلم : 1859)

❁ شارحِ صحیح مسلم، حافظ نووی رحمہ اللہ اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں :

قَالَ الْعُلَمَاءُ : سَبَبُ خَفَائِهَا أَلَّا يُفْتَتَنَ النَّاسُ بِهَا لِمَا جَرٰى تَحْتَهَا مِنَ الْخَيْرِ وَنُزُولِ الرِّضْوَانِ وَالسَّكِينَةِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ، فَلَوْ بَقِيَتْ ظَاهِرَةً مَّعْلُومَةً لَّخِيفَ تَعْظِيمُ الْأَعْرَابِ وَالْجُهَّالِ إِيَّاهَا وَعِبَادَتُهُمْ لَهَا، فَكَانَ خَفَاؤُهَا رَحْمَةٌ مِّنَ اللّٰهِ تَعَالٰى .

''علماءِ کرام نے اس کے مفقود ہونے کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ اس درخت کے نیچے جو خیر، خوشنودی اور سکینت وغیرہ ملی تھی، اس کی وجہ سے لوگ فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ اگر وہ ظاہر اور معلوم رہتا تو دیہاتی اور جاہل لوگ اس کی تعظیم اور عبادت کرنے لگتے، لہٰذا اس کا مخفی رہنا اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔''

(شرح صحیح مسلم : 5/13)

جب زمین کا ایک ظاہری ٹکڑا صحابہ کرام پر مخفی ہو گیا، تو ہمارے زمانہ میں قطعیت اور یقین کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی طرف تبرکات کی نسبت کا دعویٰ ممکن نہیں۔ یہ نسل در نسل ثقہ اور معتبر راویوں کے واسطے سے ہم تک نہیں پہنچے، نہ ان کے متعلق دعویٔ تواتر ثابت ہے۔ محض جھوٹے اور بدعقیدہ لوگوں کی باتوں کا کیا اعتبار کیا جا سکتا ہے؟ ایسے لوگوں کے بے بنیاد دعووں کا اللہ رب العزت نے ہمیں مکلّف نہیں ٹھہرایا، جو دروغ گوئی میں بے باک ہیں۔

موجودہ آثار کے بارے معروف حنفی عالم کی رائے :

برصغیر پاک و ہند کے مشہور حنفی عالم علامہ عبدالحی لکھنوی کی آثارِ انبیا کے بارے میں نصیحت آموز تحریر ملاحظہ ہو:

''پس ان تمام احادیث و روایات سے اہل ایمان کی نظر میں بہ خوبی ثابت ہے کہ جملہ آثار و مشاہد نبوی سے برکت حاصل کرنا اور ان کی عظمت کرنا اللہ کی نعمتوں میں سے عمدہ نعمت ہے اور اس قسم کی برکت اور تعظیم کا ثبوت خود حضور روحی فداہ

اور حضرات صحابہ کرام علیہم السلام کے افعال سے پایا جاتا ہے، لیکن مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اس بات پر غور کریں کہ جس طرح ان احادیث سے آثار نبوی کی برکت اور تعظیم کا ثبوت ہوتا ہے، اسی طرح تعظیم اور برکت حاصل کرنے کا طریقہ بھی معلوم ہوتا ہے، پس جس طرح وہ شخص جو منکر برکت آثار نبویہ ہو، بددین اور گناہ گار ہے،اسی طرح وہ شخص بھی مبتدع اور مخالف سنت سمجھا جائے گا جو طریق مرویہ حدیث کے خلاف تعظیم کا کوئی خاص طریقہ اپنی طرف سے ایجاد کرے، کیونکہ مخالفتِ سنت میں دونوں برابر ہیں اور یہ اس صورت میں ہے کہ جبکہ اس طریقہ مخترعہ میں کوئی امر خاص صریح منہیات شرعیہ اور محرمات یقینیہ سے شامل نہ ہو اور اگر اس طریقہ مخترعہ میں کوئی امر محرمات شرعیہ سے بھی شامل کیا جائے تو ایسی حالت میں دو نقصان ہوں گے، ایک تو طریق خاص کا احداث اور دوسرے محرمات شرعیہ کا ارتکاب اور ان دونوں باتوں کا حکم یہ ہے کہ ان کا مرتکب غیر مستحل فاسق اور مستحل کافر ہے۔

دوسری اس بات پر بھی غور کرنا چاہئے کہ جو برکت اور تعظیم حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا کے آثار کے لیے ثابت ہے، وہ حضور ہی کے آثار کے ساتھ مخصوص ہے، دوسرے کے آثار کے ساتھ وہ معاملہ کرنا جو آپ کے آثار کے ساتھ مخصوص ہے، حرام ہے۔ پس ضرور ہوا جس کسی خاص جبہ اور خاص لباس اور خاص بال کی نسبت یہ دعوی کیا جائے کہ حضور روحی فداہ کے آثار ہیں تو اول اس بات کا یقین حاصل کیا جائے کہ فی الواقع یہ آثار آپ کے ہیں یا دوسرے شخص کے ہیں، جن کو آپ کی جانب کسی طمع سے نسبت کر دی ہے تاکہ اس یقین سے غیر کے آثار کے ساتھ آنخضرت کے آثار کا ایسا برتاؤ لازم نہ آئے اور اس قسم کا یقین کا حصول ایسے امور کی نسبت بغیر طریقے کے متعذر ہے، جس کو محدثین رحمہم اللہ نے روایتِ حدیث میں اختیار کیا ہے، کیونکہ اثبات آثار نبوی بھی حدیث ہے، جو رسول سے

مروی ہو اور جو حدیثِ رسول سے مروی ہو،اس میں یہی طریقہ مسلوک ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ جب اُن آثار کا ثبوت ایسے طریق روایت پر موقوف ہو تو اس کی صحت اور عدم صحت بھی صحت اسناد اور عدم صحت اسناد پر موقوف ہو گی اور جب اس کے لیے سند ضعیف بھی میسر نہ ہو تو صرف جاہلوں کے محضر نامے اس کو ثابت نہیں کر سکتے، پس خلاصہ کلام کا یہ ہو گا کہ بلاشبہ تعظیم آثار نبوی علامات ایمان میں سے ہے، جس کا ثبوت احادیث صحیحہ سے ہوتا ہے،لیکن وہ تعظیم اور تبرک انہیں طرق میں منحصر ہے جو احادیث سے ثابت ہیں اور یہ تعظیم اس بات کی فرع ہے کہ ان آثار وتبرکات کا انتساب حضور سرورکائنات علیہ السلام والصلاۃ کی ذات اقدس کی طرف صحیح ہو اور صحت انتساب صحت روایت پر موقوف ہے، پس جو آثار بصحت روایت ثابت ہیں، بلاشبہ ان کی تعظیم حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے طریقہ کے موافق کرنا چاہئے اور ان سے برکت حاصل کرنے میں کوئی شبہ نہیں اور جو بصحت روایت ثابت نہ ہوں،اُن کے ساتھ بے تحقیق کیے ہوئے وہ معاملہ کرنا جو آپ کے آثارِ ثابتہ سے کرنا چاہئے، ایسا ہے جیسے بے سند کلام کو حدیث کہنا اور اُس پر عمل کرنا جن کی نسبت سخت وعید وارد ہے۔‘‘(مجموع الفتاوی : 175/3، 176)

ایک بریلوی ’’مفتی‘‘ کی رائے :

بریلوی ’’مفتی‘‘ محمد شریف الحق امجدی (مبارک پور، اعظم گڑھ، یو، پی) نے لکھا ہے:

’’محض شاہی مسجد میں رکھا ہونا کوئی ثبوت نہیں کہ فلاں چیز حضور اقدس ﷺ کی استعمال کی ہوئی ہے، اس کے لیے ثبوت کی حاجت ہے،اس لیے دلیل آپ کے ذمے ہے۔‘‘(فتاویٰ شارح بخاری :479/1)

موجودہ آثار اور اہل علم :

❁ شیخ الاسلام،امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (661-728ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا إِذَا كَانَ النَّعْلُ صَحِيْحًا، فَكَيْفَ بِمَا لَا يُعْلَمُ صِحَّتُهُ، أَوْ بِمَا يُعْلَمُ أَنَّهُ مَكْذُوْبٌ، كَحِجَارَةٍ كَثِيْرَةٍ يَأْخُذُهَا الْكَذَّابُوْنَ وَيَنْحِتُوْنَ فِيْهَا مَوْضِعَ قَدَمٍ، وَيَزْعَمُوْنَ عِنْدَ الْجُهَّالِ أَنَّ هٰذَا الْمَوْضِعَ قَدَمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''یہ (تعظیم والا معاملہ) تو اس وقت (زیر بحث آ سکتا) ہے، جب ان جوتوں کی نسبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو۔لیکن اگر ان کی صحت کا علم ہی نہیں یا ان کا جھوٹا ہونا بالکل معلوم ہے، جس طرح بعض جھوٹے لوگ پتھر لے کر اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں کا نقش بناتے ہیں اور پھر جاہلوں کے سامنے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اس جگہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کے نشان ہیں، تو اس صورتِ حال میں ان کی تعظیم کیسے درست ہو سکتی ہے؟''

(اقتضاء الصراط المستقيم لمخالفة أصحاب الجحيم : 337/2)

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (673-748ھ) فرماتے ہیں:

وَمِثْلُ هٰذَا يَقُوْلُهُ هٰذَا الْإِمَامُ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَمْسِيْنَ سَنَةً، فَمَا الَّذِي نَقُوْلُهُ نَحْنُ فِي وَقْتِنَا لَوْ وَجَدْنَا بَعْضَ شَعْرِهٖ بِإِسْنَادٍ ثَابِتٍ، أَوْ شِسْعَ نَعْلٍ كَانَ لَهُ، أَوْ قُلَامَةَ ظُفْرٍ، أَوْ شَقَفَةً مِّنْ إِنَاءٍ شَرِبَ فِيْهِ، فَلَوْ بَذَلَ الْغَنِيُّ مُعْظَمَ أَمْوَالِهٖ فِي تَحْصِيْلِ شَيْءٍ مِّنْ ذٰلِكَ عِنْدَهُ، أَكُنْتَ تَعُدُّهُ مُبَذِّراً أَوْ سَفِيْهاً ؟ كَلَّا .

''اس طرح کی بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پچاس سال بعد اس امام (محمد بن سیرین رحمہ اللہ) نے کہی ہے۔اب اگر ہمارے زمانے میں ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے

بال، جوتے کے تسمے، ناخن اور برتن کا ٹکڑا، جس میں آپ ﷺ پانی نوش فرمایا کرتے تھے، کا ثبوت صحتِ سند کے ساتھ مل جائے تو ہم کیا کہیں گے؟ اگر کوئی امیر آدمی اس کے حصول کی خاطر کثیر زرِ خرچ کر دے تو کیا ہم اسے فضول خرچ اور بیوقوف کہیں گے؟ نہیں! ہرگز نہیں۔'' (سير أعلام النبلاء : 42/4)

ثابت ہوا کہ علماءِ کرام تبرکاتِ نبویہ میں سند کو صحت اور عدمِ صحت کے لیے بنیاد بناتے ہیں، جبکہ جاہل اور ظالم لوگوں کو سند سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔

❁ محدث العصر، ناصر السنہ، علامہ البانی رحمہ اللہ (1322۔1420ھ) لکھتے ہیں:

هٰذَا وَلَا بُدَّ مِنَ الْإِشَارَةِ إِلٰى أَنَّنَا نُؤْمِنُ بِجَوَازِ التَّبَرُّكِ بِآثَارِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا نُنْكِرُهُ خِلَافاً لِّمَا يُوْهِمُهُ صَنِيْعُ خُصُوْمِنَا، وَلٰكِنْ لِّهٰذَا التَّبَرُّكِ شُرُوْطاً، مِّنْهَا الْإِيْمَانُ الشَّرْعِيُّ الْمَقْبُوْلُ عِنْدَ اللّٰهِ، فَمَنْ لَّمْ يَكُنْ مُّسْلِماً صَادِقَ الْإِسْلَامِ؛ فَلَنْ يُّحَقِّقَ اللّٰهُ لَهٗ أَيَّ خَيْرٍ بِتَبَرُّكِهٖ هٰذَا، كَمَا يُشْتَرَطُ لِلرَّاغِبِ فِي التَّبَرُّكِ أَنْ يَّكُوْنَ حَاصِلًا عَلٰى أَثَرٍ مِّنْ آثَارِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَسْتَعْمِلُهٗ، وَنَحْنُ نَعْلَمُ أَنَّ آثَارَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ثِيَابٍ أَوْ شَعْرٍ أَوْ فُضَلَاتٍ قَدْ فُقِدَتْ، وَلَيْسَ بِإِمْكَانِ أَحَدٍ إِثْبَاتُ وُجُوْدِ شَيْءٍ مِّنْهَا عَلٰى وَجْهِ الْقَطْعِ وَالْيَقِيْنِ، وَإِذَا كَانَ الْأَمْرُ كَذٰلِكَ؛ فَإِنَّ التَّبَرُّكَ بِهٰذِهِ الْآثَارِ يُصْبِحُ أَمْراً غَيْرَ ذِي مَوْضُوْعٍ فِي زَمَانِنَا هٰذَا، وَيَكُوْنُ أَمْراً نَّظَرِيًّا مَّحْضًا، فَلَا يَنْبَغِي إِطَالَةُ الْقَوْلِ فِيْهِ.

''ہم ضرور آثارِ نبویہ سے تبرک کے جواز پر ایمان لاتے ہیں، اس کا انکار نہیں

کرتے، لیکن مخالفین ہمارے خلاف پروپیگنڈا کرتے ہیں۔ہمارے نزدیک تبرک حاصل کرنے کی کچھ شروط ہیں،ان میں سے ایک شرط شریعت پر ایسا ایمان ہے، جو اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہو۔جو شخص سچا مسلمان نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ اسے آثارِ نبویہ سے تبرک میں کوئی خیر نہیں دیتا۔اسی طرح تبرک حاصل کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ اس کے پاس آپ ﷺ کے کچھ آثار بھی ہوں،جن سے وہ تبرک لیتا ہو۔مگر ہمیں معلوم ہے کہ نبی کریم ﷺ کے بال،لباس اور دیگر آثار مفقود ہو چکے ہیں۔اب کسی کے بس کی بات نہیں کہ وہ انہیں یقینی اور قطعی طور پر ثابت کر سکے۔ جب معاملہ یہ ہے تو ہمارے زمانے میں آثارِ نبویہ سے تبرک لینا بے جا ہے۔یہ محض ایک خیالی معاملہ ہے،جس پر لمبی گفتگو کرنا نامناسب ہے۔''

(التوسل وأنواعه و أحكامه، ص : 144، وفي نسخة :162,161)

خودساختہ تبرکات کے بارے میں بریلوی موقف :

اہل علم کی رَوَش کے خلاف امامِ بریلویت،احمد رضا خان بریلوی لکھتے ہیں:

''ایسی جگہ ثبوت یقینی باسند محدثانہ کی اصلاً حاجت نہیں،اس کی تحقیق و تنقیح کے پیچھے پڑنا اور بغیر اس کے تعظیم وتبرک سے باز رہنا سخت محرومی کم نصیبی ہے۔ائمہ دین نے صرف حضور اقدس کے نام سے اُس شے کا معروف ہونا کافی سمجھا ہے۔''

(فتاویٰ رضویہ:412/21)

نہ معلوم وہ کون سے ائمہ دین ہیں، جو آثارِ نبویہ کے لیے سند کو بنیاد نہیں بناتے، بلکہ جھوٹی شہرت پر اکتفا کر لیتے ہیں،ان لوگوں کے اپنے مَن پسند اصول ہیں۔ہم ثبوتوں کے ساتھ بیان کر چکے ہیں علماءِ کرام تو اس کے لیے سند کو ضروری سمجھتے ہیں۔

ہم تو کہتے ہیں کہ تحقیق کے پیچھے نہ پڑنا اور بغیر تحقیق کے تعظیم وتبرک میں پڑنا کم نصیبی اور محرومی ہے۔

جناب احمد یار خان نعیمی گجراتی صاحب لکھتے ہیں:

''تبرکات کے ثبوت کے لیے مسلمانوں میں یہ مشہور ہونا کہ یہ حضور کے تبرکات ہیں، کافی ہے۔'' (جاء الحق: 376/1)

نکاح و ولدیت کا ثبوت اور تبرکات :

جناب احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں:

''ہم کہتے ہیں کہ ہم فلاں کے بیٹے فلاں کے پوتے ہیں، اس کا ثبوت نہ قرآن میں ہے نہ حدیث سے، نہ ہماری والدہ کے نکاح کے گواہ موجود، مگر مسلمانوں میں اس کی شہرت ہے، اتنا ہی کافی ہے، اسی طرح یادگاروں کے ثبوت کے لیے صرف شہرت معتبر ہے۔'' (جاء الحق: 376/1)

بریلوی حضرات کی خدمت میں عرض ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف نسبت کا معاملہ عام دعووں سے مختلف ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی طرف کسی چیز کو منسوب کرنا دلیل و ثبوت کا متقاضی اور احتیاط طلب معاملہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی طرف کسی اثر کو منسوب کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ایک فعل کی نسبت آپ ﷺ کی طرف کی جا رہی ہے۔ اس کی مثال یوں لیں کہ کسی جوتے کو نبی اکرم ﷺ سے منسوب کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ یہ جوتا پہنا کرتے تھے۔ یوں یہ ایک حدیث ہے اور کسی جھوٹی حدیث کو آپ ﷺ کی طرف منسوب کرنے کا انجام یہ ہے:

«مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا؛ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ» .

''جس نے جان بوجھ کر میری طرف جھوٹ منسوب کیا، وہ اپنا ٹھکانہ جہنم سمجھے۔''

(صحيح البخاري: 1291، صحيح مسلم: 3)

رہی یادگاروں کی بات، تو جن یادگاروں کے متعلق واقعات قرآن و حدیث میں موجود

ہیں یا وہ تواتر کے ساتھ ثابت ہیں،ان کے متعلق کوئی شبہ نہیں ہوسکتا،لیکن جو یادگاریں بغیر ثبوت کے کسی کی طرف منسوب ہیں،وہ بھی مشکوک ہی ہوں گی۔

موجودہ دَور کے خودساختہ اور جعلی تبرکات بھی تواتر سے ثابت نہیں،لہٰذا انہیں نبی اکرم ﷺ کی طرف منسوب کرنا بہت بڑی جسارت ہے۔

باقی جو نکاح کی بات کی گئی ہے،تو شریعت نے اس میں گواہوں کی موجودگی اسی لیے ضروری اور لازمی شرط کے طور پر رکھی ہے کہ اس کے ثبوت میں کوئی دقت نہ ہو۔ظاہر ہے کہ نکاح علی الاعلان کیا جاتا ہے اور دو خاص گواہوں کے علاوہ باقی سارے لوگ بھی اس نکاح کے گواہ ہی ہوتے ہیں۔دولوگوں کو خاص طور پر گواہ اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اگر اس بارے میں کوئی قانونی پیچیدگی ہوتی ہے،تو یہ لوگ عدالت کو اس حوالے سے مطمئن کرسکیں۔جب پورے علاقے والے لوگ نکاح کے گواہ ہوتے ہیں،تو موجودہ اور آنے والی تمام نسلوں کو بھی یہ گواہی پہنچتی جاتی ہے۔اگر کسی شخص کے نکاح کے دونوں گواہ فوت ہو چکے ہوں،تو کیا عدالت میں اس کے نکاح کا ثبوت پیش نہیں کیا جا سکے گا؟

اس کے برعکس نبی اکرم ﷺ سے منسوب تبرکات کو ثابت کرنا ممکن ہی نہیں۔محدثین اور اہل علم نے اس کے لیے تواتر یا سندِ صحیح کی شرط لگائی ہے اور موجودہ تبرکات کو خود حنفی اہل علم نے بھی مسترد کر دیا ہے،جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔

نعیمی صاحب ایک واقعہ ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’ان سے پوچھا گیا کہ جناب کا اسم شریف کیا ہے؟فرمانے لگے:عبدالرحمٰن،والد مہربان کا اسم گرامی کیا ہے؟ فرمایا کہ عبد الرحیم، ہم نے پوچھا کہ اس کا ثبوت کیا ہے؟ کہ آپ عبدالرحیم صاحب کے فرزند ہیں؟ اولاً تو اس نکاح کے گواہ نہیں، اگر کوئی ہو بھی تو وہ صرف عقد نکاح کی گواہی دے گا، یہ کیسے معلوم ہوا کہ جناب کی ولادت شریف ان کے ہی قطرے سے ہے،رُک کر بولے کہ جناب مسلمان کہتے

ہیں کہ میں ان کا بیٹا ہوں اور مسلمانوں کی گواہی معتبر ہے، ہم نے کہا: جب مسلمان کہتے ہیں کہ یہ رسول اللہ کا بال شریف ہے اور مسلمانوں کی گواہی معتبر ہے، شرمندہ ہو گئے۔'' (جاء الحق:378/1)

جناب نعیمی صاحب یہاں خلطِ مبحث سے کام لے رہے ہیں۔ بات نبی اکرم ﷺ کی طرف کسی چیز کی نسبت کی ہو رہی ہے، جس کے بارے میں بڑی وضاحت وصراحت سے یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ آپ ﷺ کی طرف جھوٹی نسبت جہنم میں جانے کا باعث ہے۔ اس کے برعکس شریعت ہی نے یہ بتایا ہے کہ اگر کسی کے گھر کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے، تو وہ اسی کی طرف منسوب ہو گا۔ اگر کوئی شخص یہ بھی دعویٰ کر دے کہ میں نے اس کی ماں کے ساتھ زنا کیا تھا اور یہ میرا بچہ ہے، تو بھی اس کا دعویٰ مسترد کر دیا جائے گا۔ یہ بچہ تو اسی کا ہو گا، جس کے بستر پر پیدا ہوا ہے، جبکہ زنا کا دعویٰ کرنے والے کو زنا کی سزا دی جائے گی، جیسا کہ:

❀ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ، وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ».

''بچہ بستر (والے) کا ہی ہو گا، البتہ (شادی شدہ) زانی کے لیے (زنا کی سزا کے طور پر) پتھر ہیں۔'' (صحيح البخاري: 6749، صحيح مسلم: 1457)

اگر کوئی کہے کہ فلاں شخص فلاں کا بیٹا نہیں تو اس نے اس پر حرامی ہونے کا دعویٰ کیا ہے، اس دعویٰ پر اسے چار گواہ پیش کرنا ہوں گے، ورنہ اسے کوڑے لگائے جائیں گے، مگر تبرکات کے متعلق کوئی دعویٰ کر دے کہ یہ تبرکات اصلی نہیں تو اس کو گواہ پیش کرنے کی ضرورت نہیں، البتہ تبرکات کے اصلی ہونے کے دعویدار پر ثبوت پیش کرنا ضروری ہے۔

لہٰذا تبرکات کو نکاح یا کسی کے حلالی وحرامی ہونے کے دعوے پر قیاس کرنا باطل اور کم عقلی ہے۔

ایک جھوٹے نقش پا کا قصہ :

حالیہ واقعہ ہے، موضع ''دھرابی''،ضلع چکوال میں ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میرے گھر میں نبی کریم ﷺ تشریف لائے ہیں اور آپ ﷺ کے مبارک قدم کا نشان باقی ہے۔قبوری لوگ قافلوں کی صورت میں وہاں پہنچے،لیکن بہت جلد اس جھوٹے دعویٰ کی قلعی کھل گئی۔

ہر مسلمان کو معلوم ہونا چاہیے کہ تبرکات کا معاملہ دین اور عقیدہ کا مسئلہ ہے،اسے جھوٹے لوگوں کے رحم وکرم پر مت چھوڑا جائے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ آثارِ نبوی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا خوف اور ڈر مدنظر رکھنا چاہیے،احتیاط کا دامن نہ چھوڑا جائے۔اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہی کا مسئلہ بڑا سخت ہے،یہ جھوٹے دعوے روزِ قیامت وبالِ جان بن جائیں گے۔

تبرکات نبویہ کی تشبیہ :

آثارِ نبویہ سے تبرک حاصل کرنا حق ہے،مگر تبرک اس طریقہ سے حاصل کیا جائے،جیسے صحابہ کرام،تابعین عظام اور تبع تابعین حاصل کیا کرتے تھے۔آج کل بعض لوگوں نے دین میں غلو کرتے ہوئے تبرکات کی شبیہات بنا لی ہیں۔اسی طرح نعلین کریمین کی فرضی اور مصنوعی تصاویر جھنڈیوں کی زینت بنتی ہیں۔

اولاً تو جن نعلین کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف کی گئی ہے،وہ نسبت ثابت ہی نہیں۔ ثانیاً آثارِ نبویہ کی فرضی تصاویر اور تشبیہ سے تبرک حاصل کرنا بری بدعت ہے۔صحابہ کرام،تابعین عظام اور تبع تابعین اس سے ناواقف تھے۔خیر القرون میں اس کا کوئی ثبوت نہیں۔یہ کام ایجادِ دین ہے۔

نبی کریم ﷺ کے ساتھ محبت کا ہرگز یہ تقاضا اور مطلب نہیں کہ آپ ﷺ کے آثار کی شبیہ بنا لی جائے،اس فرضی تصویر اور شبیہ کی وہی تعظیم وتکریم بجا لائی جائے،جو اصلی تبرکات کی بھی جائز نہیں۔تبرکات کی تصویر بدعت اور منکر کام ہے۔یہ شرک تک پہنچنے کا راستہ ہموار کرنے کے

مترادف ہے۔اگر کوئی ان غالیوں سے دلیل کا طلب گار ہوتو اسے گستاخ کہہ دیا جاتا ہے۔اگر کوئی ان تصاویر اور شبیہات کو مصنوعی اور فرضی کہہ دے تو اسے طرح طرح کے فتووں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور اگر کوئی فرضی تصاویر کو ختم کردے تو اسے گستاخِ رسول قرار دیا جاتا ہے، بلکہ اس کے خلاف طوفانِ بدتمیزی برپا کر دیا جاتا ہے۔

ان لوگوں کی اول تا آخر یہی کوشش ہے کہ لوگ حقائق کو نظر انداز کر کے ان فرضی تصاویر کے پیچھے لگ جائیں۔

آثار نبویہ کی شبیہات اور اسلافِ امت :

امام بریلویت احمد رضا خان بریلوی لکھتے ہیں:

''بالجملہ مزار اقدس کا نقشہ تابعین کرام اور نعل مبارک کی تصویر تبع تابعین اعلام سے ثابت اور جب سے آج تک ہر قرن و طبقہ کے علما وصلحا میں معمول و رائج، ہمیشہ اکابر دین ان سے تبرک اور ان کی تکریم تعظیم رکھتے آئے ہیں۔''

(شفاء الواله في صور الحبيب و مزاره و نعاله، مندرج في فتاوىٰ رضوية : 456/2)

تابعین اور اکابرِ دین کی طرف اس بات کی نسبت کو اگر نرم سے نرم الفاظ میں بھی بیان کیا جائے ،تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ یہ کائنات کا سیاہ ترین جھوٹ ہے۔اس کا ثبوت قیامت تک ممکن نہیں۔حیرانی تو اس بات پر ہے کہ لوگ سلف صالحین پر جھوٹ باندھنے سے ذرہ برابر بھی عار محسوس نہیں کرتے۔

نعلین کی شبیہ پر ایک دلیل کا جائزہ :

بعض لوگ نعلین کی شبیہ بنانے کے جواز پر ایک واقعہ پیش کرتے ہیں،جسے حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ نے اپنی سند سے ذکر کیا ہے۔آپ بھی ملاحظہ فرمائیں :

قَالَ عَبْدُ الْعَزِيْزِ : وَأَخْرَجَ إِلَيَّ أَبُوْ طَالِبٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْحَسَنِ

تِمْثَالًا، فَذَكَرَ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ مُّحَمَّدَ بْنَ عَدِيِّ بْنِ عِلِيِّ بْنِ زَحْرَ الْمُنْقَرِيَّ أَخْرَجَ إِلَيْهِ تِمْثَالًا، فَذَكَرَ أَنَّ أَبَا عُثْمَانَ سَعِيْدَ بْنَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ التُّسْتُرِيَّ أَخْرَجَ إِلَيْهِ تِمْثَالًا، فَذَكَرَ أَنَّهٗ تِمْثَالٌ لِّنَعْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَنَّ أَحْمَدَ بْنَ مُحَمَّدٍ الْفَزَارِيَّ أَخْرَجَ ذٰلِكَ إِلَيْهِ بِأَصْبَهَانَ وَحَدَّثَهٗ بِهٖ، قَالَ : وَنَا أَبُوْ طَالِبٍ، قَالَ : وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَدِيِّ بْنِ عَلِيِّ بْنِ زَحْرٍ الْمُنْقَرِيُّ : حَدَّثَنِي سَعِيْدُ بْنُ الْحَسَنِ التُّسْتُرِيُّ بِتُسْتُرَ : أَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْفَزَارِيُّ، قَالَ : قَالَ أَبُوْ اِسْحَاقَ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْحَسَنِ، قَالَ : قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ إِسْمَاعِيْلُ ابْنُ أَبِي أُوَيْسٍ، وَاِسْمُ أَبِي أُوَيْسٍ؛ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أُوَيْسِ ابْنِ مَالِكِ بْنِ أَبِي عَامِرٍ الْأَصْبَحِيُّ، قَالَ : كَانَتْ نَعْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي حُذِيَتْ هٰذِهِ النَّعْلُ عَلٰى مِثَالِهَا؛ عِنْدَ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أُوَيْسٍ الْحَذَّاءِ، فَحَذَا مِثَالَ هٰذَا النَّعْلِ بِحَضْرَتِهٖ عَلٰى مِثَالِ نَعْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهَا سَواءً، وَلَهَا قِبَالَانِ .

''۔۔۔ابوعبداللہ اسماعیل اصبحی بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے نعلین مبارک اسی طرح کے تھے،جس طرح اسماعیل بن عبداللہ بن اویس موچی کے پاس ان کی بنی ہوئی شبیہ تھی۔اس(اسماعیل موچی)نے ان کے سامنے نبی کریم ﷺ کے جوتوں جیسے جوتے بنائے،جن کے دو تسمے تھے۔''(تاریخ دمشق : 363,362/27)

لیکن یہ روایت ایک جھوٹا سلسلہ ہے،کیونکہ :

① اس کے راوی ابو طالب عبداللہ بن حسن بن احمد بن حسن بن مثنی بصری کی توثیق نہیں مل سکی۔

② ابوبکر محمد بن عدی بن علی بن عدی بن زحر منقری بصری کی توثیق درکار ہے۔

③ ابوعثمان سعید بن حسن بن علی تستری کے حالات زندگی نہیں مل سکے۔

④ احمد بن محمد فزاری کا تعین اور توثیق مطلوب ہے۔

اس سند پر نامعلوم اور مجہول راویوں کا قبضہ ہے اور یہ انہی میں سے کسی ایک کی کارستانی ہے، جو بعض غالیوں کے ہاتھ لگ گئی ہے، انہوں نے اسے اپنا دین بنا لیا ہے۔

یہ تھی آثارِ نبویہ کی شبیہات کے جواز پر بعض الناس کی کل کائنات، جس کا حشر آپ نے دیکھ لیا ہے۔ اگر کسی کے پاس اس کے علاوہ کچھ ہے تو پیش کرے، ورنہ مان لے کہ نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب نعلین کی تصویر بنا کر اور اس کے جھوٹے فوائد بیان کرنا دین میں دخل اندازی ہے۔ جو لوگ دین میں دخل اندازی کرتے ہیں، ان کا حشر روزِ قیامت ان لوگوں کے ساتھ ہوگا، جنہیں اللہ تعالیٰ نے دُنیا میں بندر اور خنزیر بنا دیا تھا۔

قبر رسول ﷺ كي شبيه :

نبی کریم ﷺ کی قبر یا حجرۂ عائشہ کی شبیہ بنا کر اس کی تکریم و تعظیم کرنا قبیح بدعت ہے، اس کا موجد کون تھا؟ کچھ معلوم نہیں، کسی ثقہ مسلمان سے ایسا کرنا قطعاً ثابت نہیں۔

اس کے باوجود امامِ بریلویت، احمد رضا خان بریلوی لکھتے ہیں:

''رہا نقشہ روضۂ مبارکہ، اس کے جواز میں اصلاً مجالِ سخن و جائے دم زدن نہیں، جس طرح ان تصویروں کی حرمت یقینی ہے، یوں ہی اس کا جواز اجماعی ہے۔''

(فتاویٰ رضویہ: 439/21)

لیکن یہ دعویٔ اجماع سفید جھوٹ ہے۔ یہ اجماع غالیوں کی کسی بند کوٹھڑی میں ہی ہوا

ہوگا۔اجماع تو در کنار، کسی ایک صحیح العقیدہ سنی مسلمان سے اس کا جواز ثابت کرنا ناممکن ہے۔

قبر نبوي سے تبرك اور سلف صالحين :

یہاں یہ بھی یاد رہے کہ نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک تبرکات میں سے نہیں ہے، مبارک ضرور ہے، کیونکہ اس میں نبی کریم ﷺ مدفون ہیں، متبرک اس لیے نہیں کہ صحابہ کرام اور خیر القرون میں کوئی اس کا قائل نہیں۔

بعض لوگ بلا دلیل قبر مبارک سے تبرک کا جواز ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جیسا کہ قاضی ابوالحسن علی بن عبدالکافی، سبکی (683۔756ھ) لکھتے ہیں:

وَأَنَّ مَعْلُوْمًا مِّنَ الدِّيْنِ وَسِيَرِ السَّلَفِ الصَّالِحِيْنَ التَّبَرُّكُ بِبَعْضِ الْمَوْتٰى مِنَ الصَّالِحِيْنَ، فَكَيْفَ بِالْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ، وَمَنِ ادَّعٰى أَنَّ قُبُوْرَ الْأَنْبِيَاءِ وَغَيْرِهِمْ مِّنْ أَمْوَاتِ الْمُسْلِمِيْنَ سَوَاءٌ؛ فَقَدْ أَتٰى أَمْرًا عَظِيْمًا نَّقْطَعُ بِبُطْلَانِهٖ وخَطَئِهٖ فِيْهِ، وَفِيْهِ حَطٌّ لِّمَرْتَبَةِ النَّبِيِّ إِلٰى دَرَجَةِ مَنْ سِوَاهُ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ، وَذٰلِكَ كُفْرٌ بِيَقِيْنٍ، فَإِنَّ مَنْ حَطَّ رُتْبَةَ النَّبِيِّ عَمَّا يَجِبُ لَهٗ؛ فَقَدْ كَفَرَ، فَإِنْ قَالَ : إِنَّ هٰذَا لَيْسَ بِحَطٍّ، وَلٰكِنَّهٗ مَنْعٌ مِّنَ التَّعْظِيْمِ خَوْفاً كَمَا يَجِبُ لَهٗ، قُلْتُ : هٰذَا جَهْلٌ وَّسُوْءُ أَدَبٍ.

''دین اور سلف صالحین کی سیرت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بعض نیک فوت شدگان سے تبرک حاصل کرنا جائز ہے تو انبیا اور رسولوں سے کیوں جائز نہیں؟ جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ انبیاءِ کرام کی قبریں اور عام مسلمانوں کی قبریں برابر

مقام رکھتی ہیں،اس نے اتنی بڑی بات کہی ہے کہ جس کے غلط اور باطل ہونے پر ہمیں یقین ہے۔جس نے نبی کریم ﷺ کے مقام کو عام مسلمان کے برابر سمجھا،تو یقیناً یہ کفر ہے اور جس نے نبی کریم ﷺ کا مقام و مرتبہ کم کیا،یقیناً اس نے بھی کفر کیا۔اگر وہ کہے کہ یہ آپ ﷺ کے مقام کو گھٹانا نہیں ہے، بلکہ تعظیم میں مبالغہ سے روکنے کے لیے ہے،تو میں کہتا ہوں کہ یہ جہالت اور بے ادبی ہے۔''

(شفاء السقام في زيارة خير الأنام، ص : 312)

دین اسلام یا خیر القرون کے سلف صالحین میں کسی سے قبروں سے تبرک حاصل کرنا ثابت نہیں۔ہر بدعتی قبروں سے تبرک کا تو قائل ہے،مگر دلیل اور ثبوت فراہم کرنے سے عاجز و قاصر ہے۔رہا انبیا و مرسلین کی قبروں سے تبرک حاصل کرنا،تو یہ بھی دین میں نئی بات ہے۔ صحابہ کرام، تابعین عظام اور تبع تابعین اعلام سے ایسا کرنا ثابت نہیں۔وہ دین ہی کیا جو خیر القرون میں موجود نہیں تھا؟محض بے بنیاد دعووں کا کوئی فائدہ نہیں۔

نبی کریم ﷺ اور عام مسلمان آدمی کی قبر کو کوئی مسلمان برابر نہیں سمجھتا۔یہ محض بدگمانی ہے۔بھلا کوئی سچا مسلمان کیسے سمجھ سکتا ہے کہ ایک قبر مبارک میں پیغمبر کا جسدِ اقدس ہو، دوسری میں عام اُمتی کا،تو دونوں قبریں برابر مقام رکھتی ہیں؟ہاں!عدمِ تبرک میں قبر رسول اور قبر اُمتی کا مسئلہ ایک جیسا ہے،قبر رسول مبارک ہے،متبرک نہیں۔اس میں نبی کریم ﷺ کی شان میں نقص کا کوئی پہلو نہیں،تعظیم وہی ہے، جسے قرآن و حدیث میں بیان کیا گیا ہو اور خیر القرون میں جسے اپنایا گیا ہو،اس بات میں جہالت یا سوءِ ادب کا شائبہ تک نہیں۔

قبر نبوی سے عدمِ تبرک کے قائلین کو جہالت یا سوءِ ادب کا طعنہ دینا،دراصل سلف صالحین کو مطعون کرنے کی کوشش ہے۔سلف صالحین میں سے کسی ایک ایسے شخص کا نام بتایا

جائے، جو قبر نبوی سے تبرک کا قائل و فاعل ہو۔ اگر ایسا ممکن نہیں، تو انصاف سے بتایا جائے کہ کیا قبروں سے تبرک کا نظریہ سلف صالحین کے اجماعی عقیدہ کی مخالفت نہیں؟

نقش نعلین سے تبرک :

نقش نعلین سے تبرک بھی بدعت ہے، کیونکہ نقش نعلین بذات خود منکر اور بدعت ہے، جیسا کہ آپ نے معلوم کر لیا ہے۔

نبی کریم ﷺ کے نعلین کریمین سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس محفوظ تھے، جیسا کہ :

❁ عیسیٰ بن طہمان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

أَخْرَجَ إِلَيْنَا أَنَسٌ نَّعْلَيْنِ جَرْدَاوَيْنِ، لَهُمَا قِبَالَانِ، فَحَدَّثَنِي ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ بَعْدُ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّهُمَا نَعْلَا النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہمارے پاس بغیر بالوں کے چمڑے والے دو جوتے لائے، جن کے دو تسمے تھے۔ اس کے بعد مجھے ثابت بنانی رحمہ اللہ نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بتایا کہ وہ نعلین کریمین نبی کریم ﷺ کے تھے۔''

(صحيح البخاري :438/1، ح : 3107)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے بعد یہ مبارک جوتے کس کے پاس تھے، اس کا کہیں کوئی ذکر نہیں ملتا۔ لہٰذا آج کل جو لوگ نعلین کو نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کرتے ہیں، یہ نسبت غلط ہے۔ جب یہ نسبت ہی ثابت نہیں تو نقش نعلین بنا کر اسے نبی پاک ﷺ کے مبارک جوتوں کا نقش قرار دینا جرم عظیم ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ آثار نبویہ سے جیسے صحابہ کرام نے تبرک حاصل کیا، ویسے ہی تبرک حاصل کرنا جائز ہو گا۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ بعض لوگوں نے نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب نعلین کا نقشہ بنا رکھا ہے، جو کہ فرضی اور مصنوعی ہے، اس کے جھوٹے فوائد بتائے جاتے ہیں،

جھوٹے تجربات بیان کیے جاتے ہیں،مثلاً: جس لشکر میں یہ نقشہ ہو گا؛وہ فتح یاب ہو گا،جس قافلے میں ہوگا؛ بہ حفاظت اپنی منزل پر پہنچے گا،جس کشتی میں ہوگا؛ وہ ڈوبنے سے محفوظ رہے گی،جس گھر میں ہوگا؛ وہ جلنے سے محفوظ رہے گا،جس مال و متاع میں ہوگا؛ وہ چوری سے محفوظ رہے گا اور کسی بھی حاجت کے لیے صاحبِ نعلین سے توسل کیا جائے،تو وہ پوری ہو کر رہے گی اور اس توسل سے تنگی فراخی میں تبدیل ہو جائے گی۔

نقشِ نعلین کے فوائد و برکات میں یہ بھی ذکر کیا جاتا ہے کہ جو شخص اس کو حصول برکت کی نیت سے اپنے پاس محفوظ رکھے گا تو اس کی برکت سے وہ شخص ظالم کے ظلم، دشمنوں کے غلبہ، شیاطین کے شر اور حاسدین کی نظر بد سے محفوظ رہے گا، اسی طرح اگر کوئی حاملہ عورت شدتِ دردِ زہ میں اس کو اپنے دائیں پہلو میں رکھ لے،تو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت و مشیئت سے اس خاتون پر آسانی فرمائے گا۔اس نقشِ نعلین کی برکتوں میں سے یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ اس کے ذریعہ نظر بد اور جادوٹونے سے آدمی امان میں رہتا ہے، نیز حادثات سے بچاؤ کے لیے بھی اسے اکسیر بتایا جاتا ہے۔

یہ سب خودساختہ اور جھوٹی باتیں ہیں۔نقش نعلین سے تبرک حاصل کرنے میں ان کا سلف کون ہے؟ ایک مصنوعی نقشہ کے متعلق یہ کہنا کہ یہ نبی کریم ﷺ کی مبارک جوتیوں کا نقش ہے اور پھر اس کے فوائد و برکات بیان کرنا کون سا دین ہے؟

ہم کہتے ہیں کہ ان منسوب نعلین کی تمہارے پاس آخر کیا دلیل ہے؟ مگر وہ دلیل پیش کرنے کے بجائے ہمیں گمراہ، بے دین، بیمار دل اور ناپاک تک کہہ دیتے ہیں۔ہم اس اختلاف کا فیصلہ اللہ رب العالمین پر چھوڑتے ہیں،جو وہ روزِ قیامت فرمائیں گے،ان شاء اللہ!

نبی کریم ﷺ اور آپ کے آثار کی تعظیم وہی ہے،جو دین سے ثابت ہو اور جسے خیر القرون کے مسلمانوں نے اختیار کیا ہو۔

منسوب تبرکات کی زیارت :

نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب جھوٹے تبرکات کی زیارت ہوتی ہے، باقاعدہ مخصوص مہینے، مخصوص تاریخ اور مخصوص موقع کے اعلانات ہوتے ہیں، اشتہار چھپتے ہیں۔ وہاں کیا کچھ ہوتا ہے، کسی پر مخفی نہیں۔ ان تبرکات کو مس کیا جاتا ہے، انہیں بوسہ دیا جاتا ہے، جسموں پر ملا جاتا ہے، ان کی زیارت باعث خیر و برکت اور کارِ اجر وثواب سمجھی جاتی ہے۔

اخلاقی حوالے سے بھی کئی قباحتیں اور خرابیاں پائی جاتی ہیں، مرد وزن کا اختلاط ہوتا ہے، بے حیائی اور بے پردگی عروج پر ہوتی ہے، نوخیز لڑکے اور لڑکیاں اکٹھے ہوتے ہیں، تصاویر اتاری جاتی ہیں، شرم وحیا کا جنازہ نکالا جاتا ہے، دین کے نام پر بے غیرتی، عریانی اور فحاشی کو فروغ دیا جاتا ہے، عورتیں بن ٹھن کر نیم برہنہ ہو کر گھروں سے نکلتی ہیں۔

برصغیر پاک و ہند کے حنفی عالم عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں:

''جب یہ تمام اور ظاہر ہو چکے تو مسائل کو سمجھنا چاہیے کہ جو لوگ مذکورہ سوال کے موافق موئے مبارک کی زیارت کراتے ہیں، وہ بدعات ومخترعات کے پابند ہیں، روایت مذکورہ بالا کے موافق جب حضرت ام سلمہ سے موئے مبارک کا پانی مریض کے لیے مانگا گیا تو انہوں نے نہ ڈول تاشہ بجوایا، نہ قرآن خوانی کرائی، نہ مجلس مرتب کی، نہ وقت مقرر کیا، نہ تاریخ معین کی، غرض کسی قسم کے تعینات خاصہ سے اس کو مفید نہیں کیا، بلکہ اس کی برکت کو ہر وقت میں قابل استفادہ خیال کیا، بخلاف اس صورت کے جس کو سائل نے بیان کیا ہے، جس میں تعین ماہ و یوم و تاریخ کو امر ضروری اور ازدیاد ثواب میں مؤثر خیال کیا ہے، جس کی سنت نبویہ میں کوئی اصل نہیں ہے اور تداعی اور انعقاد محافل خاصہ کو ضروری خیال کیا ہے، اس میں نوبت و نکارہ اور جملہ مزامیر مہیا کیے جاتے ہیں، جو سراسر شیاطین کے افعال

ہیں، مالیدہ موئے مبارک بھی بطور نذر لغیر اللہ کیا جاتا ہے اور تبرک کی طرح بانٹا جاتا ہے، حالانکہ اس سے انتفاع حرام قطعی ہے، غزلیں گاتے ہیں، حالانکہ ایسے راگ بالاتفاق حرام ہیں، پس برکت حاصل کرنا جو زائد سے زائد مستحب ثابت ہو گا، ایسے محرمات شرعیہ کے ارتکاب کا باعث ہوا جن سے اجتناب واجب ہے اور ظاہر ہے جس امر مستحب کے ارتکاب سے ترک واجب لازم آئے، اس کا ترک کرنا واجب ہے، پس اس صورت میں ہرگز شریعت اس بات کی اجازت نہ دے گی کہ ایسی بدعات کے ساتھ اس امر مستحب کا ارتکاب صحیح ہو اور اس کا نفس استحباب بھی اس صورت میں مسلّم ہے، جب ثابت ہوجائے کہ واقعی یہ موئے مبارک حضور ہی کا ہے اور اگر یہ امر پایہ ثبوت کو نہ پہنچے تو ایسے جلسے میں بقصد تبرک حاضر ہونا بھی جائز نہیں اور موئے مبارک پر نذر ماننا اور چڑھاوا چڑھانا حرام ہے، کیونکہ نذر عبادت ہے اور غیر خدا کی عبادت حرام ہے۔''

(مجموع الفتاویٰ: 178,177/3)

منبر رسول ﷺ سے تبرک :

منبر رسول ﷺ مبارک تھا، کیونکہ اسے نبی کریم کے جسدِ اقدس کا لمس نصیب ہوا تھا۔ صحابہ کرام اس کو چھو کر دُعا کیا کرتے تھے، جیسا کہ:

❁ یزید بن عبد اللہ بن قسیط بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ نَفَرًا مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذَا خَلَا لَهُمُ الْمَسْجِدُ؛ قَامُوا إِلٰى رُمَّانَةِ الْمِنْبَرِ الْقَرْعَاءَ، فَمَسَحُوهَا وَدَعَوْا، قَالَ : وَرَأَيْتُ يَزِيدَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ .

میں نے نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام کو دیکھا، جب مسجد خالی ہو جاتی تو وہ بوسیدہ

منبر کے پاس جا کر اسے ارد گرد سے مس کرتے اور دعا مانگتے، میں نے یزید کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔''(مصنف ابن أبی شیبة : 120/4، الطبقات الکبریٰ لابن سعد :196/1، وسندهٗ صحیحٌ)

یہاں یہ بات بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ عام تبرکات کی طرح یہ معاملہ بھی صرف نبی اکرم ﷺ کے منبر مبارک کے ساتھ خاص تھا۔ کسی نیک بزرگ کے منبر یا بیٹھنے کی جگہ کو اس پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

اسی ضمن میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں مروی ہے کہ ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عبدالقاری بیان کرتے ہیں:

إِنَّهٗ نَظَرَ إِلَی ابْنِ عُمَرَ وَضَعَ یَدَهٗ عَلَی مَقْعَدِ النَّبِیِّ صلّی اللّٰه عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمِنْبَرِ، ثُمَّ وَضَعَهَا عَلٰی وَجْهِهٖ .

''میں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کے منبر پر بیٹھنے والی جگہ پر ہاتھ رکھا، پھر اسے اپنے چہرے پر پھیر لیا۔''

(الطبقات لابن سعد :196/1، وفي نسخة :254/1)

لیکن اس کی سند ''ضعیف'' ہے، کیونکہ اس کے راوی ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عبدالقاری کی امام ابن حبان (الثقات:9/4) کے علاوہ کسی نے توثیق نہیں کی، لہٰذا یہ ''مجہول الحال'' ہے۔ مجہول راویوں کی روایات مقبول نہیں ہوتیں۔

یہ بھی یاد رہے کہ منبر رسول ﷺ اب دنیا میں نہیں رہا، بلکہ وہ جل گیا تھا، جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے، لہٰذا اب منبر رسول ﷺ سے تبرک لینا ممکن نہیں۔

حصول تبرک کے لیے قرب رسول ﷺ میں دفن ہونے کي خواهش :

تبرک کے لیے نبی کریم ﷺ کے قرب میں دفن ہونے کی خواہش کرنے کی کوئی اصل

نہیں۔سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خواہش تھی کہ وہ اپنے حجرہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے والدِ گرامی،سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پہلو میں دفن ہوں۔دوسری طرف سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بھی خواہش ظاہر کی کہ وہاں مجھے دفن ہونے کی اجازت دے دی جائے۔اس پر سیدہ رضی اللہ عنہا نے اجازت دے دی۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی تعریف وستائش کی اور بوقتِ وفات فرمایا کہ میری میت کو اٹھا کر لے جانا اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دوبارہ اجازت طلب کرنا،اگر وہ اجازت دے دیں تو مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ دفن کر دینا۔

جب اجازت مل گئی ،تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جو فرمایا،اس کے الفاظ یہ ہیں:

مَا كَانَ شَيْءٌ أَهَمَّ إِلَيَّ مِنْ ذٰلِكَ الْمَضْجَعِ، فَإِذَا قُبِضْتُ؛ فَاحْمِلُونِي، ثُمَّ سَلِّمُوا، ثُمَّ قُلْ : يَسْتَأْذِنُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، فَإِنْ أَذِنَتْ لِي، فَادْفِنُونِي، وَإِلَّا؛ فَرُدُّونِي إِلٰى مَقَابِرِ الْمُسْلِمِينَ .

''مجھے اور کوئی چیز اس جگہ دفن ہونے سے زیادہ محبوب نہیں۔جب میری روح قبض ہو جائے ،تو مجھے اٹھا کر لے جانا اور دوبارہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو میرا سلام پہنچا کر گزارش کرنا:عمر(رضی اللہ عنہ)نے آپ سے اجازت چاہی ہے۔اگر اس وقت مجھے اجازت دے دیں،تو مجھے وہاں دفن کر دینا،ورنہ عام مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا۔''(صحيح البخاري : 1392)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ دفن ہونے کی خواہش کا اظہار حصولِ برکت کے لیے نہیں، بلکہ شرف وعزت کے لیے کیا تھا کہ انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ دفن ہونے کا شرف حاصل ہو جائے۔یہ بڑی عزت کی بات ہے۔سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بھی یہی ارادہ تھا۔حدیث کے الفاظ بھی یہی بتاتے ہیں :

فَأَذِنَتْ لَهٗ، حَيْثُ أَكْرَمَهُ اللّٰهُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَ أَبِي بَكْرٍ .

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو حجرۂ نبوی میں دفن ہونے کی اجازت دے دی۔ یوں اللہ تعالیٰ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ (دفن ہونے کا) شرف نصیب فرمایا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 576/14، وسندهٗ صحيحٌ)

یہ کہنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دفن تبرک کی غرض سے تھا، بے دلیل ہے، نیز یہ فہم سلف صالحین کے بھی خلاف ہے۔

تنبیه ① :

اس سلسلے میں بعض لوگ ایک روایت پیش کرتے ہیں، اس کا علمی و تحقیقی جائزہ پیشِ خدمت ہے:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

لَمَّا حَضَرَتْ أَبَا بَكْرٍ اَلْوَفَاةُ أَقْعَدَنِي عِنْدَ رَأْسِهٖ، وَقَالَ لِي : يَا عَلِيُّ، إِذَا أَنَا مِتُّ؛ فَغَسِّلْنِي بِالْكَفِّ الَّذِي غَسَّلْتَ بِهٖ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَحَنِّطُوْنِي، وَاذْهَبُوْا بِي إِلَى الْبَيْتِ الَّذِي فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاسْتَأْذِنُوْا، فَإِنْ رَّأَيْتُمُ الْبَابَ قَدْ يُفْتَحُ؛ فَادْخُلُوْا بِي، وَإِلَّا فَرُدُّوْنِي إِلٰى مَقَابِرِ الْمُسْلِمِيْنَ، حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَ عِبَادِهٖ، قَالَ : فَغُسِّلَ وَكُفِنَ، وَكُنْتُ أَوَّلَ مَنْ يَّأْذَنُ إِلَى الْبَابِ، فَقُلْتُ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، هٰذَا أَبُوْ بَكْرٍ مُّسْتَأْذِنٌ، فَرَأَيْتُ الْبَابَ قَدْ

تُفْتَحُ، وَسَمِعْتُ قَائِلًا يَقُوْلُ : أَدْخِلُوا الْحَبِيْبَ إِلٰى حَبِيْبِهٖ، فَإِنَّ الْحَبِيْبَ إِلَى الْحَبِيْبِ مُشْتَاقٌ .

''جب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت آیا،تو انہوں نے مجھے اپنے سر کی جانب بیٹھایا۔فرمایا: علی!جب میں فوت ہو جاؤں، تو مجھے اس ہتھیلی سے غسل دینا،جس سے آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا تھا۔پھر مجھے خوشبو لگا کر اس گھر کی طرف لے جانا،جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما رہے ہیں۔جا کر اجازت طلب کرنا۔اگر آپ دیکھیں کہ دروازہ کھل رہا ہے،تو مجھے اندر لے جانا،ورنہ مجھے عام مسلمانوں کے قبرستان میں لے جانا،یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے درمیان فیصلہ فرما دے۔سیدنا علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:انہیں غسل وکفن دیا گیا،سب سے پہلے میں نے دروازے کے پاس جا کر اجازت طلب کرتے ہوئے عرض کیا:یارسول اللہ!یہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں،جو آپ سے اجازت طلب کرتے ہیں۔اسی دوران میں نے دیکھا کہ دروازہ کھلنا شروع ہو گیا۔میں نے سنا،کوئی کہہ رہا تھا: دوست کو دوست کے پاس لے چلو،کیونکہ محبوب اپنے حبیب کی چاہت رکھتا ہے۔''

(تاریخ دمشق لابن عساکر : 436/30)

تبصرہ :

یہ روایت جھوٹی ہے،اسے ذکر کرنے کے بعد :

❁ حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ خود فرماتے ہیں:

هٰذَا مُنْكَرٌ، وَرَاوِيهِ أَبُو الطَّاهِرِ مُوْسَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَطَاءٍ الْمَقْدِسِيُّ وَعَبْدُ الْجَلِيْلِ مَجْهُوْلٌ .

''یہ جھوٹی روایت ہے،اس کے راوی ابو طاہر موسیٰ بن محمد بن عطا مقدسی اور عبدالجلیل دونوں مجہول ہیں۔''

۞ حافظ سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَفِي إِسْنَادِهِ أَبُو الطَّاهِرِ مُوسَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَطاءٍ الْمَقْدِسِيُّ كَذَّابٌ، عَنْ عَبْدِ الْجَلِيْلِ الْمُرِّيِّ، وَهُوَ مَجْهُولٌ.

''اس روایت کی سند میں ابو طاہر موسیٰ بن محمد بن عطا مقدسی جھوٹا،عبدالجلیل مجہول سے بیان کرتا ہے۔''(الخصائص الكبرٰى : 492/2)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَأَبُوْ طَاهِرٍ، هُوَ مُوْسَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَطَاءٍ، كَذَابٌ، وَعَبْدُ الْجَلِيْلِ مَجْهُوْلٌ.

''ابو طاہر موسیٰ بن محمد بن عطا مقدسی جھوٹا اور عبدالجلیل مجہول ہے۔''

(لسان الميزان : 391/3)

۞ نیز اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں:

خَبَرٌ بَاطِلٌ.

''یہ روایت باطل ہے۔''(لسان الميزان : 391/3)

۞ حافظ خطیب بغدادی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

غَرِيْبٌ جِدًّا.

''یہ روایت انتہائی کمزور ہے۔''(الخصائص الكبرٰى للسيوطي : 492/2)

تنبیہ ② :

سیّدنا جندب بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو وفات سے پانچ دن پہلے یہ فرماتے ہوئے سنا:

«إِنِّي أَبْرَأُ إِلَى اللّٰهِ أَنْ يَكُونَ لِي مِنْكُمْ خَلِيلٌ، فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَدِ اتَّخَذَنِي خَلِيلًا، كَمَا اتَّخَذَ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا، وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِّنْ أُمَّتِي خَلِيلًا؛ لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا، أَلَا، وَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوا يَتَّخِذُونَ قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ وَصَالِحِيهِمْ مَّسَاجِدَ، أَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُورَ مَسَاجِدَ، إِنِّي أَنْهَاكُمْ عَنْ ذٰلِكَ».

''میں اللہ تعالیٰ کے ہاں اس بات سے بری ہوں کہ تم میں سے کوئی میرا خلیل ہو۔ میرے ربّ نے مجھے اپنا خلیل بنا لیا ہے، جس طرح اس نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا تھا۔ اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو اپنا خلیل بناتا، تو ابوبکر صدیق کو خلیل بناتا۔ خبردار! بے شک تم سے پہلے لوگوں نے اپنے انبیاءِ کرام اور صالحین کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا تھا۔ تم قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا، میں تمہیں اس سے منع کرتا ہوں۔''

(صحیح مسلم : 532)

❀ علامۃ الیمن، شوکانی رحمہ اللہ (1173۔1250ھ) لکھتے ہیں:

وَاسْتَنْبَطَ الْبَيْضَاوِيُّ مِنْ عِلَّةِ التَّعْظِيمِ جَوَازَ اتِّخَاذِ الْقُبُورِ فِي جِوَارِ الصُّلَحَاءِ لِقَصْدِ التَّبَرُّكِ دُونَ التَّعْظِيمِ، وَرُدَّ بِأَنَّ قَصْدَ التَّبَرُّكِ تَعْظِيمٌ.

''بیضاوی نے علتِ تعظیم سے یہ استنباط کیا ہے کہ صلحا کے قرب میں تعظیماً نہیں، تبرکاً قبر بنانا جائز ہے، مگر یہ کہہ کر ان (بیضاوی) کا ردّ کر دیا گیا ہے کہ تبرک، تعظیم ہی تو ہے۔''(نیل الأوطار : 159/2)

ڈاکٹر طاهر القادري کا مبلغ علم :

ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا مبلغ علم ملاحظہ ہو،وہ اس عبارت کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:

''امام بیضاوی نے علتِ تعظیم سے استنباط کرتے ہوئے صلحاء کے قرب میں تبرکاً قبر بنانا جائز قرار دیا ہے، نہ کہ تعظیماً اور انہوں نے اس بات کو ردّ کیا ہے کہ تبرک بھی تعظیم (عبادت) ہے۔''(تبرک کی شرعی حیثیت،ص:123)

جہالت اور تعصب کی وجہ سے ڈاکٹر صاحب عبارت کا صحیح ترجمہ کرنے سے قاصر رہے، سادہ لوح عوام کی کمزوری سے فائدہ اٹھانے کی ناکام کوشش کی۔

رہا بیضاوی کا استنباط،تو اسلافِ امت کے مقابلے میں ان کی کیا حیثیت ہے؟

جگهوں اور مکانات و مقامات سے تبرک :

ایسی تمام جگہیں اور مقامات جہاں نبی کریم ﷺ نے نماز ادا کی،وہاں قیام فرمایا،پڑاؤ ڈالا، وہاں پر تشریف فرما ہوئے،ان سے تبرک حاصل کرنا جائز نہیں، بلکہ بدعت ہے۔

قرآن و حدیث اور آثارِ سلف میں سے اس پر کوئی استناد نہیں،البتہ جہاں آپ اکثر و بیشتر نماز ادا فرماتے رہے،سنت کے اتباع میں بعض صحابہ کرام بھی وہاں نماز ادا کرنے کی کوشش کرتے تھے،جیسا کہ:

❀ یزید بن ابی عبید تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كُنْتُ آتِي مَعَ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ، فَيُصَلِّي عِنْدَ الْأُسْطُوَانَةِ الَّتِي عِنْدَ الْمُصْحَفِ، فَقُلْتُ : يَا أَبَا مُسْلِمٍ، أَرَاكَ تَتَحَرَّى الصَّلَاةَ عِنْدَ هٰذِهِ الْأُسْطُوَانَةِ، قَالَ : فَإِنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَرَّى الصَّلَاةَ عِنْدَهَا .

''میں سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مسجد نبوی میں آیا کرتا تھا۔آپ ہمیشہ اس ستون کے سامنے کھڑے ہو کر نماز پڑھا کرتے تھے، جہاں قرآنِ مجید رکھا ہوتا تھا۔میں نے ان سے کہا:ابومسلم! میں دیکھتا ہوں کہ آپ ہمیشہ اسی ستون کے سامنے کھڑے ہو کر نماز ادا کرتے ہیں۔انہوں نے بتایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ خاص طور پر اسی ستون کے سامنے کھڑے ہو کر نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔''(صحيح البخاري : 502، صحيح مسلم : 509)

❀ شیخ الاسلام،احمد بن عبد الحلیم،ابن تیمیہ رحمہ اللہ (661۔728ھ)اس حدیث کو دلیل بناتے ہوئے لکھتے ہیں:

فَأَمَّا الْأَمْكِنَةُ الَّتِي كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْصِدُ الصَّلَاةَ أَوِ الدُّعَاءَ عِنْدَهَا؛ فَقَصْدُ الصَّلَاةِ فِيْهَا أَوِ الدُّعَاءِ سُنَّةٌ، اِقْتِدَاءً بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاتِّبَاعًا لَّهٗ، كَمَا إِذَا تَحُرِّيَ الصَّلَاةُ أَوِ الدُّعَاءُ فِي وَقْتٍ مِّنَ الْأَوْقَاتِ؛ فَإِنَّ قَصْدَ الصَّلَاةِ أَوِ الدُّعَاءِ فِي ذٰلِكَ الْوَقْتِ سُنَّةٌ، كَسَائِرِ عِبَادَاتِهٖ، وَسَائِرِ الْأَفْعَالِ الَّتِي فَعَلَهَا عَلٰى وَجْهِ التَّقَرُّبِ.

''رہے وہ مقامات جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دُعا اور نماز کے لیے جایا کرتے تھے، وہاں جا کر دعا کرنا اور نماز پڑھنا مسنون ہے اور اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا و اتباع ہے، جس طرح کہ جن اوقات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا کرتے تھے، یا دعا کیا کرتے تھے، ان اوقات میں نماز پڑھنا یا دعا کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باقی تمام عبادات اور ان افعال کی طرح مسنون ہے، جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم قربِ الٰہی کے طور پر کیا

کرتے تھے۔‘‘(اقتضاء الصراط المستقيم لمخالفة أصحاب الجحيم : 276/2)

وہ جگہیں، جہاں نبی کریم ﷺ نے اتفاقاً نماز ادا کی، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سنت کے اتباع میں وہاں بھی نماز ادا کر لیتے تھے،جیسا کہ:

❁ **موسیٰ بن عقبہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:**

رَأَيْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَتَحَرّٰى أَمَاكِنَ مِنَ الطَّرِيقِ، فَيُصَلِّي فِيهَا، وَيُحَدِّثُ أَنَّ أَبَاهُ كَانَ يُصَلِّي فِيهَا، وَأَنَّهٗ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي تِلْكَ الْأَمْكِنَةِ .

’’میں نے سالم بن عبداللہ رحمہ اللہ کو دیکھا،وہ مدینہ سے مکہ کے راستے میں کئی جگہوں کو ڈھونڈ کر وہاں نماز پڑھتے اور کہتے کہ ان کے والدِمحترم سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی ان مقامات پر نماز پڑھا کرتے تھے،کیونکہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو ان مقامات پر نماز پڑھتے دیکھا تھا۔(صحيح البخاري : 483)

❁ **نافع رحمہ اللہ،سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں:**

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَاخَ بِالْبَطْحَاءِ بِذِي الْحُلَيْفَةِ، فَصَلّٰى بِهَا، وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ .

’’رسول اللہ ﷺ نے مقامِ ذوالحلیفہ کے پتھریلے میدان میں سواری روک کر نماز ادا کی۔راویٔ حدیث نافع رحمہ اللہ کہتے ہیں:سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔‘‘(صحيح البخاري : 1532، صحيح مسلم : 1257)

❁ **نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:**

إِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ إِذَا دَخَلَ الكَعْبَةَ؛ مَشٰى قِبَلَ وَجْهِهٖ حِينَ

يَدْخُلُ، وَجَعَلَ الْبَابَ قِبَلَ ظَهْرِهٖ، فَمَشٰى حَتّٰى يَكُونَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِدَارِ الَّذِي قِبَلَ وَجْهِهٖ قَرِيبًا مِّنْ ثَلَاثَةِ أَذْرُعٍ، صَلّٰى يَتَوَخَّى الْمَكَانَ الَّذِي أَخْبَرَهٗ بِهٖ بِلَالٌ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى فِيهِ، قَالَ : وَلَيْسَ عَلٰى أَحَدِنَا بَأْسٌ إِنْ صَلّٰى فِي أَيِّ نَوَاحِي الْبَيْتِ شَاءَ .

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب کعبۃ اللہ میں داخل ہوتے، تو دروازے کی طرف پشت کر کے سیدھا منہ کی سمت چلے جاتے، یہاں تک کہ جب ان میں اور سامنے کی دیوار میں تین ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا تو نماز پڑھتے، کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ اس جگہ نماز پڑھنا چاہتے تھے، جس کے بارے میں سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے آپ کو بتایا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں نماز پڑھی تھی۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ بھی فرمایا کہ ہم بیت اللہ میں جس جانب بھی نماز پڑھیں، اس میں کوئی حرج نہیں۔''

(صحيح البخاري : 506)

یعنی کعبۃ اللہ کے کسی بھی کونے میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، البتہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اتباعِ سنت کے جذبہ سے سرشار ہو کر اس جگہ کی تلاش کی، جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا کی۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اتباعِ سنت کی ایک اور مثال ملاحظہ ہو:

❁ عبداللہ بن دینار رحمہ اللہ، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِي مَسْجِدَ قُبَاءٍ كُلَّ سَبْتٍ، مَاشِيًا وَرَاكِبًا، وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَفْعَلُهٗ .

''نبی کریم ﷺ ہر ہفتے والے دن پیدل یا سوار ہو کر مسجدِ قبا تشریف لے جایا کرتے تھے، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی ایسا ہی کرتے تھے۔''

(صحيح البخاري : 1193)

ان مثالوں سے واضح ہوتا ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اتباعِ سنت کے جذبہ سے ایسا کرتے تھے، نہ کہ حصولِ تبرک کے لیے۔ ان کا مقصود صرف اور صرف نبی کریم ﷺ کی پیروی اور آپ ﷺ کی اقتدا تھا۔

❀ شیخ الاسلام، امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (م: 728ھ) لکھتے ہیں:

هٰذَا مِنِ ابْنِ عُمَرَ تَحَرٍّ لِّمِثْلِ فِعْلِهٖ، فَإِنَّهٗ قَصَدَ أَنْ يَّفْعَلَ مِثْلَ فِعْلِهٖ، فِي نُزُوْلِهٖ وَصَلَاتِهٖ .

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس لیے ایسے کاموں کے متلاشی رہتے تھے کہ ان کا مقصد نبی کریم ﷺ کا کامل اتباع تھا کہ کس جگہ نبی کریم ﷺ نے پڑاؤ ڈالا ہے اور کس مقام پر آپ ﷺ نے نماز ادا کی۔''

(اقتضاء الصراط المستقيم لمخالفة أصحاب الجحيم : 330/2)

❀ امیر المومنین، سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سواری پر سوار ہوتے وقت ''بسم اللہ'' پڑھ کر رکاب پر پاؤں رکھا، سواری کی پیٹھ پر بیٹھ کر ''الحمد للہ'' کہہ کر دُعا پڑھی، پھر ہنس دیے، پوچھا گیا:

مَا يُضْحِكُكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ؟

''امیر المومنین! آپ مسکرائے کس لیے ہیں؟''

جواباً فرمایا:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلْتُ .

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسا کرتے دیکھا تھا۔''

(السنن الکبریٰ للبیهقي : 252/5، وسندهٗ صحیحٌ)

نبی کریم ﷺ کا ہنسنا،سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہنسنے کا باعث بنا اور کوئی وجہ نہیں تھی۔اسی طرح سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی نبی کریم ﷺ کی اقتدا و اتباع میں وہاں وہاں نماز پڑھی اور پڑاوَ ڈالا،جہاں آپ ﷺ نے اتفاقاً نماز پڑھی اور پڑاوَ ڈالا تھا۔

اس حوالے سے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک اور روایت ملاحظہ فرمائیں:

❀ نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں :

رَأَیْتُ ابْنَ عُمَرَ، إِذَا ذَهَبَ إِلَی قُبُورِ الشُّهَدَاءِ عَلٰی نَاقَتِهٖ؛ رَدَّهَا هٰكَذَا وَهٰكَذَا، فَقِیلَ لَهٗ فِي ذٰلِكَ، فَقَالَ : إِنِّي رَأَیْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِي هٰذَا الطَّرِیقِ عَلٰی نَاقَتِهٖ، فَقُلْتُ : لَعَلَّ خُفِّي یَقَعُ عَلٰی خُفِّهٖ .

''میں نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ جب وہ شہدا کی قبروں کی طرف جاتے،تو اپنی اونٹنی کو موڑتے۔اس بارے میں ان سے پوچھا گیا،تو فرمایا : میں نے رسولِ اکرم ﷺ کو اس راستے میں اپنی اونٹنی پر دیکھا تھا۔میں نے سوچا کہ شاید میری اونٹنی کا پاؤں آپ ﷺ کی اونٹنی کے پاؤں کے اوپر آ جائے۔''

(مصنّف ابن أبي شیبة : 327/13، السنن الکبریٰ للبیهقي : 249/5، واللفظ لهٗ، حلیة الأولیاء لأبي نعیم :310/1، وسندهٗ حسنٌ)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہر معاملہ میں اتباعِ سنت کے جذبہ سے سرشار تھے۔

ایک روایت پر تبصرہ :

❀ **عمران القاری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:**

عَدَلَ إِلَيَّ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، وَأَنَا نَازِلٌ تَحْتَ سَرْحَةٍ بِطَرِيقِ مَكَّةَ، فَقَالَ : مَا أَنْزَلَكَ تَحْتَ هٰذِهِ السَّرْحَةِ؟ قَالَ : فَقُلْتُ : أَرَدْتُ ظِلَّهَا، فَقَالَ : هَلْ غَيْرَ ذٰلِكَ؟ فَقُلْتُ : أَرَدْتُّ ظِلَّهَا، فَقَالَ : هَلْ غَيْرَ ذٰلِكَ؟ فَقُلْتُ : لَا، مَا أَنْزَلَنِي غَيْرُ ذٰلِكَ، فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِذَا كُنْتَ بَيْنَ الْأَخْشَبَيْنِ مِنْ مِّنًى، وَنَفَحَ بِيَدِهٖ نَحْوَ الْمَشْرِقِ، فَإِنَّ هُنَالِكَ وَادِيًا يُّقَالُ لَهُ السُّرَرُ، بِهٖ سَرْحَةٌ، سُرَّ تَحْتَهَا سَبْعُونَ نَبِيًّا .

''میں مکہ کے راستے میں ایک درخت کے نیچے ٹھہرا ہوا تھا۔سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مجھے مخاطب ہو کر دریافت فرمایا : آپ اس درخت کے نیچے کیوں ٹھہرے ہیں؟ میں نے عرض کیا: اس کے سائے کی وجہ سے۔فرمایا: کوئی اور وجہ؟ میں نے پھر عرض کیا: صرف اس کے سائے کی وجہ سے۔پھر فرمایا: کوئی اور وجہ؟ میں نے پھر عرض کیا: صرف اس کے سائے کہ وجہ سے۔اس پر سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرق کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: جب آپ منیٰ کے ان دو پہاڑوں کے درمیان ہوں،تو ان کے درمیان ایک وادی ہے، جسے سرر کہتے ہیں۔وہاں ایک درخت ہے جہاں ستر نبیوں کے ناف (نال) کاٹے گئے (یعنی ان کی وہاں ولادت ہوئی)۔''

(الموطّأ للإمام مالك : 423/1، 424، مسند الإمام أحمد : 138/2، سنن النسائي : 2995، و صحّحه ابن حبّان : 6244)

تبصرہ:

یہ روایت ''ضعیف'' اور ''منکر'' ہے، کیونکہ:

① اس کا راوی محمد بن عمران انصاری ''مجہول'' ہے۔امام ابن حبان (الثقات:411/7) کے علاوہ کسی نے اس کی توثیق نہیں کی۔

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

لَا يُدْرٰى مَنْ هُوَ، وَلَا أَبُوْهُ.

''اس کا اور اس کے باپ کا کوئی اتہ پتہ نہیں۔''

(ميزان الاعتدال في نقد الرجال : 672/3)

❁ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اسے ''مجہول'' قرار دیا ہے۔

(تقريب التهذيب : 6198)

② اس کا باپ عمران انصاری بھی ''مجہول'' ہے۔

اس کے بارے میں:

❁ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

فَلَا أَدْرِي مَنْ هُوَ.

''میں نہیں جانتا کہ یہ کون ہے؟''

(التمهيد لما في المؤطّأ من المعاني والأسانيد : 64/13)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

لَا يُدْرٰى مَنْ هُوَ، تَفَرَّدَ عَنْهُ ابْنُهٗ مُحَمَّدٌ، وَحَدِيْثُهٗ فِي الْمُوَطَّأِ، وَهُوَ مُنْكَرٌ.

''کوئی پتہ نہیں کہ کون ہے؟اس سے صرف اس کا بیٹا محمد بیان کرتا ہے،اس کی روایت مؤطا میں ہے،جو کہ منکر ہے۔''

(ميزان الاعتدال في نقد الرجال : 245/3، ت : 6325)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''مقبول'' (مجہول الحال) کا فیصلہ دیا ہے۔

(تقريب التهذيب : 5176)

اسے صرف سلمہ بن قاسم نامی ایک ''ضعیف'' شخص نے ''لا باس'' کہا ہے۔

دوسري سند :

مسند ابی یعلیٰ (5723) کی روایت کے الفاظ یوں ہیں:

لَقَدْ سُرَّ فِي ظِلِّ سَرْحَةٍ سَبْعُونَ نَبِيًّا، لَا تُسْرَفُ وَلَا تُجَرَّدُ وَلَا تُعْبَلُ .

''اس درخت کے سائے میں ستر انبیاءِ کرام کی ناف کاٹی گئی۔اسے کیڑا نہیں لگتا، نہ اس کے پتے خشک ہوتے ہیں نہ گرتے ہیں۔''

یہ سند بھی ''ضعیف'' ہے، کیونکہ :

① ابو معاویہ ضریر ''مدلس'' ہیں اور سماع کی تصریح نہیں کی۔

② سلیمان بن مہران اعمش بھی ''مدلس'' ہیں۔

③ عبداللہ بن ذکوان نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا زمانہ نہیں پایا۔

(المراسيل لابن أبي حاتم، ص :111)

لہٰذا یہ سند ''مدلَّس'' اور ''منقطع'' ہے۔

تیسري سند :

اس کی ایک تیسری سند أخبار مكه للفاكهي (2333) میں آتی ہے،لیکن اس میں :

① سفیان بن عیینہ ''مدلس'' ہیں اور سماع کی تصریح نہیں کی۔

② محمد بن عجلان بھی ''مدلس'' ہیں، انہوں نے بھی سماع کی تصریح نہیں کی۔

محمد بن عجلان کی متابعت معمر بن راشد نے مصنف عبدالرزاق (20975) میں کر رکھی ہے، لیکن اس میں امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی کی ''تدلیس'' ہے، لہٰذا یہ متابعت چنداں مفید نہیں۔

③ ''رجل مبہم'' بھی موجود ہے۔

فائدہ:

اس ''ضعیف ومنکر'' روایت میں تبرک کے حوالے سے کچھ بھی نہیں، لیکن حیرانی کی بات ہے کہ پھر بھی بعض لوگ اپنے مزعومہ تبرکات کے ثبوت پر پیش کرتے ہیں۔

تنبیہ ① :

سیدنا عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنْتُ أُصَلِّي لِقَوْمِي بِبَنِي سَالِمٍ، وَكَانَ يَحُولُ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ وَادٍ، إِذَا جَائَتِ الْأَمْطَارُ؛ فَيَشُقُّ عَلَيَّ اجْتِيَازُهُ قِبَلَ مَسْجِدِهِمْ، فَجِئْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ لَهُ: إِنِّي أَنْكَرْتُ بَصَرِي، وَإِنَّ الْوَادِيَ الَّذِي بَيْنِي وَبَيْنَ قَوْمِي يَسِيلُ إِذَا جَائَتِ الْأَمْطَارُ، فَيَشُقُّ عَلَيَّ اجْتِيَازُهُ، فَوَدِدْتُ أَنَّكَ تَأْتِي فَتُصَلِّي مِنْ بَيْتِي مَكَانًا، أَتَّخِذُهُ مُصَلًّى، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «سَأَفْعَلُ»، فَغَدَا عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبُو بَكْرٍ رَّضِيَ اللّٰهُ

عَنْهُ بَعْدَ مَا اشْتَدَّ النَّهَارُ، فَاسْتَأْذَنَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَذِنْتُ لَهُ، فَلَمْ يَجْلِسْ حَتّٰى قَالَ: «أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ؟» فَأَشَرْتُ لَهُ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي أُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ فِيهِ، فَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكَبَّرَ، وَصَفَفْنَا وَرَائَهُ، فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ، وَسَلَّمْنَا حِينَ سَلَّمَ.

''میں بنوسالم قبیلہ میں اپنی قوم کونماز پڑھایا کرتا تھا۔میرے گھر اورقوم والوں کے درمیان ایک نالہ حائل تھا۔جب بارش ہوتی تو اسے پار کر کے مسجد تک پہنچنا میرے لیے مشکل ہو جاتا تھا، چنانچہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکرعرض کیا:میری آنکھیں خراب ہوگئی ہیں،جبکہ میرے اور میری قوم کے درمیان ایک برساتی نالہ حائل ہے،جو بارش کے دنوں میں بہنے لگ جاتا ہے اور میرے لیے اس کا پار کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔میری خواہش ہے کہ آپ میرے گھر تشریف لاکر کسی جگہ نماز پڑھ دیں تا کہ میں اسے جائے نماز بنا لوں۔ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:میں تمہاری یہ خواہش جلد ہی پوری کردوں گا۔ پھر آپ ﷺ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ دوسرے ہی دن ظہر کے قریب تشریف لے آئے۔آپ ﷺ نے اجازت چاہی تو میں نے اجازت دے دی۔ بیٹھنے سے پہلے آپ ﷺ نے پوچھا:تم اپنے گھر میں کس جگہ میرا نماز پڑھنا پسند کرو گے؟میں نے اُس جگہ کی طرف اشارہ کیا جس کے بارے میں میری خواہش تھی کہ آپ ﷺ وہاں نماز پڑھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے وہاں کھڑے ہوکرتکبیرتحریمہ کہی تو ہم نے آپ ﷺ کے پیچھے صف باندھ لی، آپ ﷺ نے ہمیں دو رکعت نماز

پڑھا کر سلام پھیرا۔ ہم نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ سلام پھیر دیا۔‘‘

(صحيح البخاري : 1186)

اس حدیث سے تو معلوم ہوتا ہے کہ صحابیٔ رسول یہ چاہتے تھے کہ آپ ﷺ ان کے گھر میں نماز کے لیے ایک جگہ متعین فرما دیں تا کہ وہ آئندہ اسی جگہ میں نماز پڑھیں۔

اس سے تبرک کا مسئلہ نکالنا فہم سلف کے خلاف ہے۔

تنبیه ② :

سیدنا شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، كَيْفَ أُسْرِيَ بِكَ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِكَ؟ قَالَ : «صَلَّيْتُ لِأَصْحَابِي صَلَاةَ الْعَتَمَةِ بِمَكَّةَ مُعْتِمًا، فَأَتَانِي جِبْرِيلُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بِدَابَّةٍ بَيْضَاءَ فَوْقَ الْحِمَارِ، وَدُونَ الْبَغْلِ، فَقَالَ : ارْكَبْ، فَاسْتَصْعَبَ عَلَيَّ، فَدَارَهَا بِأُذُنِهَا، ثُمَّ حَمَلَنِي عَلَيْهَا، فَانْطَلَقَتْ تَّهْوِي بِنَا، يَقَعُ حَافِرُهَا حَيْثُ أَدْرَكَ طَرْفُهَا، حَتّٰى بَلَغْنَا أَرْضًا ذَاتَ نَخْلٍ، فَقَالَ : انْزِلْ، فَنَزَلْتُ، ثُمَّ قَالَ : صَلِّ، فَصَلَّيْتُ، ثُمَّ رَكِبْنَا، فَقَالَ : أَتَدْرِي أَيْنَ صَلَّيْتَ؟ قُلْتُ : اللّٰهُ أَعْلَمُ، قَالَ : صَلَّيْتَ بِيَثْرِبَ، صَلَّيْتَ بِطِيْبَةَ، ثُمَّ انْطَلَقَتْ تَهْوِي بِنَا، يَقَعُ حَافِرُهَا حَيْثُ أَدْرَكَ طَرْفُهَا، حَتّٰى بَلَغْنَا أَرْضًا بَيْضَاءَ، فَقَالَ : انْزِلْ، فَنَزَلْتُ، ثُمَّ قَالَ : صَلِّ، فَصَلَّيْتُ، ثُمَّ رَكِبْنَا، فَقَالَ : تَدْرِي أَيْنَ صَلَّيْتَ؟ قُلْتُ : اللّٰهُ أَعْلَمُ، قَالَ :

صَلَّيْتَ بِمَدْيَنَ، صَلَّيْتَ عِنْدَ شَجَرَةِ مُوسٰى، ثُمَّ انْطَلَقَتْ تَهْوِي بِنَا، يَقَعُ حَافِرُهَا حَيْثُ أَدْرَكَ طَرْفُهَا، ثُمَّ بَلَغْنَا أَرْضًا بَدَتْ لَنَا قُصُورُهَا، فَقَالَ : انْزِلْ، فَنَزَلْتُ، ثُمَّ قَالَ : صَلِّ، فَصَلَّيْتُ، فَقَالَ : أَتَدْرِي أَيْنَ صَلَّيْتَ؟ قُلْتُ : اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ : صَلَّيْتَ بِبَيْتِ لَحْمٍ حَيْثُ وُلِدَ عِيسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ» .

''میں نے اپنے صحابہ کرام کو عشا کی نماز آدھی رات کے وقت پڑھائی۔میرے پاس جبریل ﷺ ایک سفید جانور کے ہمراہ تشریف لائے، جو گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا تھا،اور عرض کیا : سوار ہو جایئے۔مجھے چڑھنے میں دشواری ہوئی،تو جبریل علیہ السلام نے اسے کان سے پکڑ کر گھمایا، پھر مجھے اس پر سوار کیا۔وہ جانور ہمیں لے کر روانہ ہوا۔اس کے پاؤں وہاں پڑتے تھے، جہاں تک اس کی نظر جاتی تھی۔ ہم چلتے چلتے کھجوروں والی سرزمین میں پہنچے،تو جبریل علیہ السلام نے کہا : نیچے تشریف لایئے۔میں اتر گیا تو کہا : نماز ادا فرمایئے۔میں نے نماز ادا کی،تو ہم پھر سے سوار ہو گئے۔جبریل علیہ السلام نے کہا : کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ نے کہاں نماز پڑھی ہے؟ میں نے کہا : اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔انہوں نے بتایا کہ آپ نے یثرب،طیبہ میں نماز پڑھی ہے۔پھر وہ سواری ہمیں لے کر روانہ ہوئی۔اس کے پاؤں وہاں پڑتے تھے جہاں تک اس کی نگاہ جاتی تھی۔یہاں تک کہ ہم ایک سفید زمین پر پہنچ گئے۔جبریل علیہ السلام نے کہا : نیچے تشریف لایئے۔میں اتر گیا۔پھر انہوں نے کہا : نماز ادا فرمایئے۔ میں نے نماز ادا کی،تو ہم پھر سے سوار ہو گئے۔جبریل علیہ السلام نے مجھے کہا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ نے کہاں نماز پڑھی ہے؟ میں نے کہا : اللہ ہی

بہتر جانتا ہے۔جبریل علیہ السلام نے بتایا کہ آپ نے مدین میں شجرۂ موسیٰ کے پاس نماز ادا کی ہے۔پھر وہ جانور ہمیں لیے روانہ ہو گیا۔اس کے پاؤں وہاں پڑتے تھے، جہاں تک اس کی نظر پڑتی تھی۔یہاں تک کہ ہم ایسی جگہ پر پہنچے جس کے محلات ہمیں نظر آ رہے تھے۔جبریل علیہ السلام نے کہا: آپ نیچے تشریف لائیے۔میں اتر گیا،تو انہوں نے کہا: نماز ادا فرمائیے۔میں نے نماز ادا کی۔انہوں نے پوچھا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ نے کہاں نماز ادا کی ہے؟ میں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول (پیغام رساں)ہی بہتر جانتا ہے۔اس پر انہوں نے بتایا کہ آپ نے بیت لحم میں نماز ادا کی ہے،جہاں عیسیٰ،مسیح ابن مریم علیہما السلام پیدا ہوئے تھے۔''

(المعجم الكبير للطبراني : 282/7، ح : 7142، مسند البزّار : 3484، دلائل النبوّة للبيهقي : 355/2، وسندهٗ صحيحٌ)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو''صحیح''قرار دیا ہے۔

اسی طرح سنن نسائی (450) میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی صحیح حدیث بھی موجود ہے۔

اس روایت سے بعض لوگوں نے صالحین کی قیام گاہوں،عبادت گاہوں،ان کی جائے ولادت اور ان کی قبور سے تبرک لینے اور وہاں نماز کا اہتمام کرنے کا جواز ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

لیکن ذرا سا غور کرنے پر معلوم ہو جاتا ہے کہ ان لوگوں کا استدلال کئی طرح سے مردود و باطل ہے؛

① نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نماز ادا فرمائی،تو آپ کو معلوم ہی نہیں تھا کہ آپ کس جگہ نماز ادا کر رہے ہیں۔یہ کیسا تبرک ہوا؟ تبرک تو تب ثابت ہوتا،جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوتا کہ یہ فلاں متبرک مقام ہے اور آپ وہاں تبرک کی نیت سے نماز ادا کرتے۔اس روایت

میں ایسا کچھ بھی نہیں، بلکہ اس میں تو یہ ہے کہ آپ ﷺ کو بعد میں جبریل علیہ السلام نے پوچھا کہ آپ نے کون سی جگہ پر نماز پڑھی ہے،تو آپ ﷺ نے لاعلمی کا اظہار فرمایا۔بعد میں جبریل کے بتانے پر معلوم ہوا کہ فلاں جگہ ہے۔پھر زندگی میں کبھی آپ ﷺ نے ان جگہوں پر نماز ادا کرنے کی خواہش یا اہتمام نہیں فرمایا۔

② سب سے پہلی جگہ جہاں آپ ﷺ نماز ادا فرمائی،وہ یثرب تھی۔معراج کا واقعہ مکی زندگی میں پیش آیا اور اس وقت یثرب بیماریوں کی آماجگاہ تھی۔وہ تو ہجرت کے بعد آپ ﷺ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسے بابرکت بنایا۔لہٰذا ہجرت سے پہلے وہ جگہ متبرک تو کیا بابرکت بھی نہیں تھی۔اس وقت وہاں نماز پڑھنے میں کیسا تبرک تھا؟

③ اس حدیث سے یہ استدلال کرنا نبی اکرم ﷺ کی توہین ہے،کیونکہ بیماریوں کی آماجگاہ ،جسے ہجرت کے بعد آپ ﷺ کی وجہ سے برکت ملی،اس کے بارے میں یہ کہنا کہ ہجرت سے پہلے آپ ﷺ وہاں سے برکت حاصل کرتے تھے،کیا یہ آپ ﷺ کی عزت ہے؟

④ نبی اکرم ﷺ خود اس کائنات کی سب سے بابرکت اور متبرک شخصیت تھے۔آپ ﷺ کے بارے میں یہ کہنا کہ ان مقامات سے آپ ﷺ نے برکت حاصل کرنے کی کوشش کی،نہایت نامعقول بات ہے۔

تنبیہ ③ :

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَمَّا أُسْرِيَ بِي إِلٰى بَيْتِ الْمَقْدِسِ؛ مَرَّ بِي جِبْرِيلُ بِقَبْرِ أَبِي إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلامُ، فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ، انْزِلْ، فَصَلِّ هُنَا

رَكْعَتَيْنِ، هٰذَا قَبْرُ أَبِيكَ إِبْرَاهِيمَ، ثُمَّ مَرَّ بِي بِبَيْتِ لَحْمٍ، فَقَالَ : انْزِلْ، فَصَلِّ هَا هُنَا رَكْعَتَيْنِ، فَإِنَّهٗ هُنَا وُلِدَ أَخُوكَ عِيسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ، ثُمَّ أَتٰى بِي إِلَى الصَّخْرَةِ، فَقَالَ : يَا مُحَمَّدُ، مِنْ هُنَا عَرَجَ رَبُّكَ إِلَى السَّمَاءِ» .

''جب مجھے بیت المقدس کی طرف معراج کرائی گئی،تو جبریل میرے ہمراہ میرے دادا ابراہیم علیہ السلام کی قبر کے پاس سے گزرے۔کہنے لگے : محمد(صلی اللہ علیہ وسلم)! یہاں دو رکعتیں ادا فرمائیے، یہ آپ کے دادا ابراہیم علیہ السلام کی قبر ہے۔پھر وہ میرے ہمراہ بیتِ لحم سے گزرے،تو کہا: یہاں اتر کر دو رکعتیں ادا کیجیے، کیونکہ یہاں آپ کے بھائی عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی تھی۔پھر وہ مجھے لے کر بیت المقدس پہنچے ،تو کہا: اے محمد(صلی اللہ علیہ وسلم)! یہاں سے آپ کا ربّ آسمانوں کی طرف چڑھا تھا۔''

(المجروحين لابن حبّان :197/1، فضائل بيت المقدس لضياء المقدسي : 30)

اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد خود امام حبان رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

وَهٰذَا شَيْءٌ لَّا يَشُكُّ عَوَامُّ أَصْحَابِ الْحَدِيثِ أَنَّهٗ مَوْضُوعٌ، فَكَيْفَ الْبَزْلُ فِي هٰذَا الشَّأْنِ .

''اس روایت کے من گھڑت ہونے میں طلبہ حدیث کو بھی کوئی شک وشبہ نہیں، چہ جائیکہ فن حدیث کے ماہرین اس میں کوئی شک کریں۔''

اس حدیث کو حافظ ابن الجوزی (الموضوعات :113/1)،حافظ ابن تیمیہ(اقتضاء الصراط المستقیم :352/2) اور حافظ ابن حجر(لسان المیز ان :51/2)وغیرہ نے موضوع (من گھڑت) قرار دیا ہے۔

اس کے راوی بکر بن زیاد باہلی کے بارے میں امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

شَيْخٌ دَجَّالٌ، يَضَعُ الْحَدِيثَ عَلَى الثِّقَاتِ، لَا يحِلُّ ذِكْرُهُ فِي الْكُتُبِ إِلَّا عَلٰى سَبِيلِ الْقَدْحِ فِيهِ.

''یہ دجال شیخ تھا،ثقہ راویوں سے منسوب کر کے جھوٹی حدیثیں گھڑتا تھا۔کتابوں میں اس کا تذکرہ صرف اس صورت میں جائز ہے کہ اس پر جرح ذکر کی جائے۔''

(المجروحین :1/196، 197)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

صَدَقَ ابْنُ حِبَّانَ.

''ابن حبان رحمہ اللہ نے سچ فرمایا ہے۔''(میزان الاعتدال :1/345)

مقاماتِ صالحین اور حدیثِ نبوي :

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں :

فَلَقِيتُ بَصْرَةَ بْنَ أَبِي بَصْرَةَ الْغِفَارِيَّ، فَقَالَ : مِنْ أَيْنَ أَقْبَلْتَ؟ فَقُلْتُ : مِنَ الطُّورِ، فَقَالَ : لَوْ أَدْرَكْتُكَ قَبْلَ أَنْ تَخْرُجَ إِلَيْهِ؛ مَا خَرَجْتَ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : «لَا تُعْمَلُ الْمَطِيُّ إِلَّا إِلٰى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ؛ إِلَى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَإِلٰى مَسْجِدِي هٰذَا، وَإِلٰى مَسْجِدِ إِيلِيَاءَ، أَوْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ».

''میں بصرہ بن ابو بصرہ رضی اللہ عنہ سے ملا،تو انہوں نے مجھے پوچھا : آپ کہاں سے آ رہے ہیں؟ میں نے بتایا کہ طور سے۔اس پر انہوں نے فرمایا : اگر آپ کے جانے سے پہلے ہماری ملاقات ہو جاتی،تو آپ نہ جاتے۔میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو

یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تین مسجدوں کے علاوہ کسی بھی جگہ کی طرف (تبرک کی نیت سے) رختِ سفر نہ باندھا جائے؛ مسجدِ حرام، میری یہ مسجد (مسجدِ نبوی) اور بیت المقدس۔'' (المؤطّأ للإمام مالك : 108/1، 109، سنن النسائي : 1430، مسند الإمام أحمد : 248/2، 7/6، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (2772) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❁ سیدنا بصرہ بن ابو بصرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

لَقِيتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، وَهُوَ يَسِيرُ إِلٰى مَسْجِدِ الطُّورِ لِيُصَلِّيَ فِيهِ، قَالَ: فَقُلْتُ لَهٗ: لَوْ أَدْرَكْتُكَ قَبْلَ أَنْ تَرْتَحِلَ؛ مَا ارْتَحَلْتَ، قَالَ: فَقَالَ: وَلِمَ؟ قَالَ: قَالَ: فَقُلْتُ: إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلٰى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ؛ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَالْمَسْجِدِ الْأَقْصٰى، وَمَسْجِدِي».

''میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس وقت ملا، جب وہ مسجدِ طور میں نماز پڑھنے کی غرض سے جا رہے تھے۔ میں نے ان سے کہا: اگر آپ کے نکلنے سے پہلے ہماری ملاقات ہو جاتی، تو آپ مسجدِ طور کی طرف نہ جاتے۔ انہوں نے پوچھا: کیوں؟ میں نے بتایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: تین مسجدوں کے علاوہ کسی بھی جگہ کی طرف (تبرک کی نیت سے) رختِ سفر نہیں باندھا جا سکتا؛ مسجدِ حرام، مسجدِ اقصیٰ اور میری مسجد۔''

(مسند الإمام أحمد : 397/6، وسندهٗ حسنٌ)

❁ شہر بن حوشب تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، وَذُكِرَتْ عِنْدَهٗ صَلَاةٌ فِي الطُّورِ، فَقَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يَنْبَغِي لِلْمَطِيِّ أَنْ تُشَدَّ رِحَالُهٗ إِلٰى مَسْجِدٍ تُبْتَغٰى فِيهِ الصَّلَاةُ؛ غَيْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَالْمَسْجِدِ الْأَقْصٰى، وَمَسْجِدِي هٰذَا»

''میں نے سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا۔ان کے پاس کوہِ طور پر نماز کے بارے میں ذکر کیا گیا،تو انہوں نے بیان کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی بھی مسجد کی طرف رختِ سفر باندھنا جائز نہیں،سوائے تین مساجد کے ؛ مسجدِ حرام، مسجدِ اقصیٰ اور میری یہ مسجد۔''(مسند الإمام أحمد: 64/3، وسندهٗ حسنٌ)

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سوائے تین مساجد کے کسی بھی مسجد میں خاص ثواب کی نیت سے نماز پڑھنے کے لیے یا کسی بھی جگہ سے تبرک حاصل کرنے کے لیے سفر کرنا جائز نہیں۔سیدنا بصرہ بن ابو بصرہ،سیدنا ابو سعید خدری اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم شدِ رحال والی حدیث کو عموم پر محمول کرتے تھے،جیسا کہ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے کوہِ طور پر نماز پڑھنے کے بارے میں سوال کیا گیا،تو انہوں نے یہی حدیث پیش کر کے اس سے ممانعت کا فتویٰ دیا۔

شارحِ صحیح بخاری،حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (773-852ھ) لکھتے ہیں:

وَالْمُرَادُ النَّهْيُ عَنِ السَّفَرِ إِلٰى غَيْرِهَا، قَالَ الطِّيبِيُّ: هُوَ أَبْلَغُ مِنْ صَرِيحِ النَّهْيِ، كَأَنَّهٗ قَالَ: لَا يَسْتَقِيمُ أَنْ يُّقْصَدَ بِالزِّيَارَةِ إِلَّا هٰذِهِ الْبِقَاعُ، لِاخْتِصَاصِهَا بِمَا اخْتَصَّتْ بِهٖ.

''اس سے مراد یہ ہے کہ ان مسجدوں کے علاوہ کسی بھی جگہ کی طرف (بطورِ تبرک) سفر کرنا منع ہے۔علامہ طیبی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس حدیث کے الفاظ صریح ممانعت

سے بھی زیادہ سخت ہیں، گویا کہ آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ ان تین جگہوں کے علاوہ کسی بھی جگہ کی زیارت کا قصد کرنا جائز نہیں، کیونکہ یہ خصوصیت انہی جگہوں کو حاصل ہے۔‘‘(فتح الباري : 64/3، شرح الطيبي : 929/3)

❁ علامہ یمن، امیر صنعانی رحمہ اللہ (م :1182ھ) لکھتے ہیں :

وَقَدْ خَالَفَ النَّاسُ هٰذَا النَّهْيَ، فَمَا يَزَالُونَ فِي شَدٍّ لِّلرِّحَال إِلَى الْقُبُورِ، وَالْمَشَاهِدِ، وَاجْتِمَا عٍ لِّذٰلِكَ عَلٰى مُحَرَّمَاتٍ لَّا تَحِلُّ، فَإِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ.

’’یقیناً لوگوں نے رسولِ اکرم ﷺ کی اس ممانعت کی خلاف ورزی کی ہے۔ وہ مسلسل قبروں، مزاروں کی طرف رختِ سفر باندھتے ہیں اور وہاں محرمات پر مبنی عرس میلوں کا انعقاد کرتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔‘‘

(التنوير شرح الجامع الصغير :112/11)

تنبیه ④ :

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

دَعَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَسْجِدِ الْأَحْزَابِ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ وَيَوْمَ الثُّلَاثَاءِ وَيَوْمَ الْأَرْبِعَاءِ، فَاسْتُجِيبَ لَهٗ يَوْمَ الْأَرْبِعَاءِ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ؛ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ، فَعَرَفْنَا الْبِشْرَ فِي وَجْهِهٖ، قَالَ جَابِرٌ : فَلَمْ يَنْزِلْ بِي أَمْرٌ مُّهِمٌّ غَائِظٌ؛ إِلَّا تَوَخَّيْتُ تِلْكَ السَّاعَةَ مِنْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ، فَدَعَوْتُ اللّٰهَ، فَأَعْرِفُ الْإِجَابَةَ.

’’ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے مسجد احزاب میں تین روز سوموار، منگل اور بدھ کو

مسلسل دعا مانگی۔بدھ کے دن ظہر اور عصر کی نمازوں کے درمیان دُعا قبول ہو گئی۔نبی کریم ﷺ کے رُخِ انور پر بشاشت جھلک رہی تھی۔اس کے بعد جب مجھے کوئی اہم مسئلہ درپیش ہوا،میں نے اس گھڑی کا انتخاب کر کے دُعا مانگی تو مجھے اس میں قبولیت کے آثار نظر آئے۔''

(الطبقات الکبرٰی لابن سعد : 56/2، وفي نسخة : 73/2، الأدب المفرد للبخاري : 704، مسند الإمام أحمد : 332/3، شعب الإيمان للبيهقي : 3874، وسندهٗ حسنٌ)

اس سے بھی بعض لوگوں نے صالحین کے اختیار کردہ اوقات کے متبرک ہونے کا مسئلہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے،لیکن اس سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا،کیونکہ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کے پیش نظر یہی تھا کہ آپ ﷺ نے کئی دن دُعا کرنے کے بعد اس گھڑی کو پا لیا تھا،جس میں اللہ تعالیٰ دُعا قبول فرماتا ہے۔لہٰذا انہوں نے اس گھڑی کو یاد رکھا اور اسی میں دُعا کرنے کا اہتمام کیا۔اگر تبرک والی کوئی بات سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کے ذہن میں ہوتی،تو وہ دُعا کے لیے اس وقت کے ساتھ ساتھ مسجدِ احزاب کی اس جگہ کا بھی اہتمام فرماتے،جہاں انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دُعا کرتے دیکھا تھا۔

تنبیہ : مشہور تابعی،ثابت بنانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ أَنَسًا دَفَعَ إِلٰى أَبِي الْعَالِيَةِ تُفَّاحَةً، فَجَعَلَهَا فِي كَفِّهٖ، وَجَعَلَ يَمْسَحُهَا، وَيُقَبِّلُهَا، وَيَمْسَحُهَا بِوَجْهِهٖ، وَقَالَ : تُفَّاحَةٌ مَسَّتْ كَفًّا مَسَّ كَفَّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ابو العالیہ رحمہ اللہ تابعی کو سیب دیا،انہوں نے ہاتھ میں لے کر اُسے چھوا،بوسہ دیا،اپنے چہرے پر مَلا اور کہا:اس سیب کو ایسی ہتھیلی نے چھوا ہے،جسے نبی کریم ﷺ کی مبارک ہتھیلی کو چھونے کا شرف حاصل ہے۔''

(القبل والمعانقة والمصافحة لابن الأعرابي : 35، وسندهٗ صحيحٌ)

ابو العالیہ رحمہ اللہ کا یہ فعل بطورِ تکریم تھا،نہ کہ بطورِ تبرک۔

سلف صالحین میں سے کسی ایک سے بھی نبی کریم ﷺ کے مبارک نام سے تبرک حاصل کرنا ثابت نہیں، حالانکہ اسلافِ امت، یعنی صحابہ و تابعین اور ائمہ دین، سب سے بڑھ کر آپ ﷺ کی تکریم و تعظیم کرنے والے تھے، نیز قرآن و حدیث کی نصوص بہ خوبی ان کے مدنظر تھیں۔

بعض الناس کا کہنا ہے کہ اسم ''محمد'' (ﷺ) سے تبرک حاصل کرنا جائز ہے۔اس حوالے سے ان کا دامن دلائل سے تو خالی ہے، البتہ غلو سے بھرپور ہے۔ان کے مزعومہ دلائل کا مختصر اور جامع جائزہ پیش خدمت ہے:

دلیل نمبر ① :

❀ سیدنا ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ وُّلِدَ لَهٗ مَوْلُودٌ، فَسَمَّاهُ مُحَمَّدًا تَبَرُّكًا بِهٖ؛ كَانَ هُوَ وَمَوْلُودُهٗ فِي الْجَنَّةِ» .

''جس نے اپنے پیدا ہونے والے بچے کا نام تبرکاً محمد رکھا، وہ اور اس کا بچہ دونوں جنتی ہوں گے۔'' (فضائل التسمية لابن بكير : 30، مشيخة قاضي المارستان : 453)

تبصرہ :

یہ جھوٹی روایت ہے۔اسے تراشنے والا حامد بن حماد بن مبارک عسکری ہے، جیسا کہ:

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

اَلْمُتَّهِمُ بِوَضْعِهِ حَامِدُ بْنُ حَمَّادِ الْعَسْكَرِيُّ .

''اس حدیث کو گھڑنے کا الزام حامد بن حماد عسکری کے سر ہے۔''

(تلخیص کتاب الموضوعات،ص:35)

- حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے اسے الموضوعات (157/1) میں ذکر کیا ہے۔
- حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''موضوع''(من گھڑت) کہا ہے۔

(میزان الاعتدال :447/1)

- حافظ سیوطی (اللآلي المصنوعة : 106/1) کا اس جھوٹی روایت کی سند کو ''حسن'' کہنا انتہائی تساہل ہے۔

بعض الناس کو چاہیے کہ وہ حامد بن حماد بن مبارک عسکری کی کسی ایک ثقہ امام سے توثیق ثابت کریں، ورنہ تسلیم کریں کہ ان کے حصے میں من گھڑت دلائل آئے ہیں۔

دلیل نمبر ② :

- رسول اللہ ﷺ کی طرف ایک منسوب روایت یوں ہے :

«قَالَ اللّٰهُ : وَعِزَّتِي وَجَلالِي، لَا أُعَذِّبُ أَحَدًا سُمِّيَ بِاسْمِكَ بِالنَّارِ، يَا مُحَمَّدُ» .

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد! مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم! جس کا نام آپ کے نام پر رکھا جائے گا، میں اسے آگ کا عذاب نہیں دوں گا۔''

(معجم الشیوخ للذهبي : 42/3، 43)

تبصرہ :

- حافظ ذہبی رحمہ اللہ اس روایت کو جھوٹی اور باطل قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں:

وَنُسْخَةُ نُبَيْطٍ؛ نُسْخَةٌ مَّوْضُوعَةٌ بِلَا رَيْبٍ، فَلَا تَغْتَرُّوا بِعُلُوِّهَا، فَاللُّكِّيُّ تَكَلَّمَ فِيهِ ابْنُ مَاكُولَا وَغَيْرُهُ، وَشَيْخُهُ أَحْمَدُ؛ أَحْسِبُهُ هُوَ وَاضِعُ النُّسْخَةِ .

''نبیط کے نسخہ کے من گھڑت ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔اس کے عالی ہونے سے دھوکہ مت کھاؤ، کیونکہ لُکّی کے بارے میں ابن ماکولا وغیرہ نے جرح کر دی ہے۔میرے خیال کے مطابق اس نسخے کو گھڑنے والا اس کا استاذ احمد ہے۔''

(معجم الشيوخ : 43/3)

❁ علامہ محمد طاہر پٹنی حنفی نے اسے تذکرۃ الموضوعات (89) میں ذکر کیا ہے۔

❁ اسی طرح ابن عراق کنانی نے تنزيه الشريعة المرفوعة عن الأخبار الشنيعة الموضوعة (226/1) میں ذکر کیا ہے۔

دلیل نمبر ③ :

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«يُوقَفُ عَبْدَانِ بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ، فَيَأْمُرُ بِهِمَا إِلَى الْجَنَّةِ، فَيَقُولَانِ : رَبَّنَا بِمَ اسْتَأْهَلْنَا دُخُولَ الْجَنَّةِ، وَلَمْ نَعْمَلْ عَمَلًا تُجَازِينَا بِهِ الْجَنَّةَ ؟ فَيَقُولُ اللّٰهُ : أَدْخِلَا عَبْدَيَّ، فَإِنِّي آلَيْتُ عَلٰى نَفْسِي أَلَّا يَدْخُلَ النَّارَ مَنِ اسْمُهُ أَحْمَدُ وَمُحَمَّدٌ» .

''دو آدمی اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں داخل کرنے کا حکم فرمائے گا۔اس پر وہ دونوں کہیں گے :ہمارے ربّ!ہم جنت میں

داخل ہونے کے حق دار کیسے ہوئے، حالانکہ ہم نے ایسا کوئی عمل نہیں کیا، جس کے بدلے میں تُو ہمیں جنت دیتا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میرے ان دونوں بندوں کو جنت میں داخل کر دو، کیونکہ میں نے اپنے آپ پر لازم کیا ہے کہ وہ شخص دوزخ میں نہیں جائے گا، جس کا نام محمد یا احمد ہوگا۔'' (فضائل التسمية لابن بكير :1)

تبصره :

یہ جھوٹی روایت ہے، کیونکہ :

❀ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

هٰذَا حَدِيْثٌ لَّا أَصْلَ لَهٗ .

''اس روایت کی کوئی اصل نہیں۔'' (الموضوعات :157/1)

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ اس روایت کو باطل قرار دے کر اس کے راوی احمد بن نصر بن عبداللہ ذارع کے بارے میں کہتے ہیں:

ذَاكَ الْكَذَّابُ .

''یہ جھوٹا شخص ہے۔'' (ميزان الاعتدال : 313/2)

❀ اس کے راوی صدقہ بن موسیٰ بن تمیم کے بارے میں حافظ خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الشَّيْخُ مَجْهُوْلٌ، وَقَدْ رَوٰى عَنْهُ الذَّارِعُ أَحَادِيْثَ مُنْكَرَةً، وَالْحَمْلُ فِيْهَا عِنْدِي عَلَى الذَّارِعِ .

''یہ مجہول راوی ہے۔ ذارع نے اس سے جھوٹی روایات بیان کر رکھی ہیں۔ میرے نزدیک اس کارروائی کا بوجھ ذارع کے سر پر ہے۔'' (تاريخ بغداد : 333/9)

- اس کا باپ موسیٰ بن تمیم بن ربیعہ بھی ''مجہول'' ہے۔
- حافظ ذہبی رحمہ اللہ اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں:

سَنَدُهٗ مُظْلِمٌ، وَهُوَ مَوْضُوْعٌ .

''اس کی سند اندھیری ہے جو کہ گھڑی ہوئی ہے۔''

(تلخيص كتاب الموضوعات، ص: 34، ح: 52)

- شیخ الاسلام ثانی، علامہ ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ (691-751ھ) لکھتے ہیں:

وَهٰذَا مُنَاقِضٌ، لِمَا هُوَ مَعْلُومٌ مِّنْ دِينِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ النَّارَ لَا يُجَارُ مِنْهَا بِالْأَسْمَاءِ وَالْأَلْقَابِ، وَإِنَّمَا النَّجَاةُ مِنْهَا بِالْإِيمَانِ وَالْأَعْمَالِ الصَّالِحَةِ .

''یہ واضح طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کے خلاف ہے، کیونکہ اسما و القاب نارِ جہنم سے بچا نہیں پائیں گے، بلکہ نجات کا دار و مدار صرف ایمان اور اعمالِ صالحہ پر ہے۔'' (المنار المنيف في الصحيح والضعيف، ص: 57)

دلیل نمبر ④ :

- حافظ سیوطی من گھڑت روایات کا ذکر کرتے ہوئے اپنی سند سے مرفوعاً ذکر کرتے ہیں:

«إِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؛ نَادٰى مُنَادٍ : يَا مُحَمَّدُ، قُمْ، فَادْخُلِ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ، فَيَقُومُ كُلُّ مَنِ اسْمُهٗ مُحَمَّدٌ، فَيَتَوَهَّمُ أَنَّ النِّدَاءَ لَهٗ، فَلِكَرَامَةِ مُحَمَّدٍ لَا يُمْنَعُونَ» .

''روزِ قیامت ایک منادی یہ پکارے گا: اے محمد! کھڑے ہو جائیں اور جنت میں

بغیر حساب داخل ہو جائیں۔اس پر ہر محمد نامی شخص اس تو ہم میں اٹھ جائے گا کہ اس کا نام بھی محمد ہے۔مگر محمد نام کی برکت کی وجہ سے کسی کو(جنت جانے سے)روکا نہیں جائے گا۔‘‘(اللآلي المصنوعة في الأحاديث الموضوعة :97/1)

تبصرہ:

یہ جھوٹی روایت ہے،کیونکہ:

❁ اسے بیان کرنے کے بعد حافظ سیوطی لکھتے ہیں:

هٰذَا مُعْضَلٌ، سَقَطَ مِنْهُ عِدَّةُ رِجَالٍ .

’’یہ سند معضل (منقطع) ہے،اس کے کئی ایک راوی گر گئے ہیں۔‘‘(أیضًا)

اس میں اور کئی خرابیاں بھی ہیں۔

❁ ابن عراق کنانی کہتے ہیں:

قَالَ بَعْضُ أَشَيَاخِي : هٰذَا حَدِيْثٌ مَّوْضُوْعٌ بِلَا شَكٍّ .

’’میرے بعض اساتذہ نے فرمایا: یہ حدیث بلاشک وشبہ موضوع (من گھڑت) ہے۔‘‘(تنزيه الشريعة المرفوعة عن الأخبار الشنيعة الموضوعة :226/1)

دلیل نمبر ⑤ :

❁ امیر المومنین،سیدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ سے یہ قول منسوب ہے:

إِذَا سَمَّيْتُمُ الْوَلَدَ مُحَمَّدًا؛ فَأَكْرِمُوهُ وَأَوْسِعُوا لَهُ الْمَجْلِسَ، وَلَا تُقَبِّحُوا لَهٗ وَجْهًا .

’’جب تم کسی بچے کا نام محمد رکھو تو اس کی عزت کرو،اس کے لیے مجلس کشادہ رکھو اور اس کے چہرے کے عیوب بیان نہ کرو۔‘‘(فضائل التسمية لابن بكير : 26)

تبصرہ :

یہ جھوٹی روایت ہے، کیونکہ :

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اسے ''منکر المتن'' قرار دیا ہے۔

(سير أعلام النبلاء : 386/9)

نیز فرماتے ہیں:

عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ عَامِرٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَلِيٍّ الرِّضَا، عَنْ آبَائِهٖ، بِتِلْكَ النُّسْخَةِ الْمَوْضُوْعَةِ الْبَاطِلَةِ، مَا تَنْفَكُّ عَنْ وَّضْعِهٖ أَوْ وَضْعِ أَبِيْهِ .

''عبداللہ بن احمد بن عامر، اپنے باپ، علی رضا اور ان کے آباو اجداد سے یہ من گھڑت اور جھوٹا نسخہ بیان کرتا ہے، جو یا تو اس کی اپنی گھڑنتل ہے یا اس کے باپ کی۔''(ميزان الاعتدال : 390/2)

❀ عبداللہ بن احمد بن عامر کے بارے میں حسن بن علی زہری کہتے ہیں:

كَانَ أُمِّيًّا، لَمْ يَكُنْ بِالْمَرْضِيِّ .

''وہ ایک جاہل اور غیر معتبر شخص تھا۔''

(سؤالات السهمي للدارقطني : 339، تاريخ بغداد للخطيب : 394/9)

❀ اس روایت کی ایک سند تاریخ بغداد(90/3) میں آتی ہے،لیکن یہ سند بھی جھوٹی ہے، کیونکہ اسے بیان کرنے والے ابواسماعیل علی بن حسین، حسین بن حسن محمد بن قاسم اوراس کے باپ سمیت سب کی توثیق درکار ہے۔

❀ اس کی تیسری سند مسند بزار(كشف الأستار : 413/2، ح : 1988)میں بھی آتی

ہے۔لیکن یہ بھی سخت ترین ''ضعیف'' ہے، کیونکہ اس کے راوی غسان بن عبیداللہ راسبی کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔نیز یوسف بن نافع بن عبداللہ بن نافع راوی ''مجہول الحال'' ہے۔سوائے امام ابن حبان رحمہ اللہ (الثقات : 281/9) کے کسی نے اسے ''ثقہ'' نہیں کہا۔

دلیل نمبر ⑥ :

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِذَا سَمَّيْتُمُوْهُ مُحَمَّدًا؛ فَلَا تُجَبِّهُوْهُ، وَلَا تُحَرِّمُوْهُ، وَلَا تُقَبِّحُوْهُ، بُوْرِكَ فِي مُحَمَّدٍ، وَفِي بَيْتٍ فِيْهِ مُحَمَّدٌ، وَمَجْلِسٌ فِيْهِ مُحَمَّدٌ» .

''جب تم بچے کا نام محمد رکھو،تو نہ اس کے ساتھ سختی کرو،نہ اس کی تنقیص کرو اور نہ اس کی برائی بیان کرو۔نیز محمد نام ،جس گھر میں محمد نامی بچہ ہو اور جس مجلس میں محمد نامی شخص ہو،اس میں برکت ہو گی۔''

(سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة وأثرها السيّء في الأمّة للألباني : 2574)

تبصرہ :

یہ جھوٹی روایت ہے، کیونکہ :

① سفیان بن وکیع راوی جمہور محدثین کرام کے نزدیک ''ضعیف'' ہے۔

② سفیان بن ہارون قاضی کی توثیق درکار ہے۔

③ ابو الزبیر ''مدلس'' ہیں اور ان کے سماع کی تصریح نہیں مل سکی۔

دلیل نمبر ⑦ :

❁ سیدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي مَشُورَةٍ مَّعَهُمْ رَجُلٌ، اسْمُهٗ مُحَمَّدٌ، وَلَمْ

يُدْخِلُوهُ فِي مَشُورَتِهِمْ؛ إِلَّا لَمْ يُبَارَكْ لَهُمْ فِيهَا» .

''جو قوم مشورے کے لیے جمع ہوتی ہے اور ان میں کوئی محمد نامی شخص ہو اور وہ اسے مشورے میں شریک نہ کریں تو اس مشورے میں برکت نہیں ہو گی۔''

(فضائل التسمية لابن بكير : 9، موضح أوهام الجمع والتفريق للخطيب البغدادي :446/1)

تبصرہ :

یہ سخت ترین ''ضعیف'' سند ہے، کیونکہ احمد بن حفص جزری کون ہے؟ معلوم نہیں۔

ایک سند میں احمد الشامی کے نام سے مذکور ہے۔اس کے بارے میں :

❁ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُنْكَرُ الْحَدِيثِ، وَ لَيْسَ بِالْمَعْرُوفِ .

''یہ منکر الحدیث اور غیر معروف شخص ہے۔''(الكامل في ضعفاء الرجال :141/1)

❁ دیلمی کی سند میں احمد بن جعفر حرانی کا ذکر ہے۔

❁ (اللآلي المصنوعة للسيوطي :96/1) میں بھی ''مجہول''راوی موجود ہے۔

❁ تاریخ ابن النجار میں بھی اس بارے میں ایک موضوع سند مذکور ہے۔اس کے راوی ابوبکر محمد بن احمد بن محمد حفید کے بارے میں :

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَهُوَ مُتَّهَمٌ .

''اس راوی کو روایتِ حدیث میں موردِ الزام ٹھہرایا گیا ہے۔''

(ميزان الاعتدال : 461/3)

نیز فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِثِقَةٍ .

''یہ ثقہ نہیں ہے۔''(سير أعلام النبلاء : 389/9)

۞ اسے حافظ سیوطی نے بھی ''متہم'' کہا ہے۔(اللآلي المصنوعة :96/1)

۞ فضائل التسمية بأحمد و محمّد لابن بكير (4) میں بھی اس کا ایک ''موضوع''(من گھڑت) شاہد آتا ہے۔

عبداللہ بن احمد بن عامر طائی اور اس کے باپ احمد بن عامر طائی دونوں کا حال بیان ہو چکا ہے۔یہ روایت انہی دونوں کی کارروائی ہے۔

یوں یہ روایت ناقابل اعتبار ہوئی۔یہی وجہ ہے کہ اسے امام ابن عدی رحمہ اللہ نے ''غیر محفوظ'' کہا ہے۔(الكامل في ضعفاء الرجال :140/1)

دلیل نمبر ⑧ :

❀ محمد بن عثمان عمری اپنے والد سے مرفوعاً بیان کرتے ہیں:

«مَا ضَرَّ أَحَدَكُمْ لَوْ كَانَ فِي بَيْتِهِ مُحَمَّدٌ وَمُحَمَّدَان وَثَلَاثَةٌ» .

''اگر تم میں سے کسی ایک کے گھر میں ایک، دو یا تین محمد نامی شخص ہوں گے تو تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔''(الطبقات الكبرٰى لابن سعد : 54/5)

تبصرہ :

یہ روایت ''مرسل'' ہونے کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے، کیونکہ عثمان عمری صحابی نہیں، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بغیر کسی واسطے کے بیان کر رہا ہے۔

دلیل نمبر ⑨ :

❀ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَا أُطْعِمَ طَعَامٌ عَلٰى مَائِدَةٍ، وَلَا جُلِسَ عَلَيْهَا، وَفِيهَا اسْمِي؛ إِلَّا قُدِّسُوا كُلَّ يَوْمٍ مَرَّتَيْنِ».

''جس بھی دستر خوان پر کھانا کھایا جائے اور جس بھی مجلس میں بیٹھا جائے، اگر اس میں میرا نام ہو، تو ہر دن انہیں دو مرتبہ پاک کیا جائے گا۔''

(الكامل في ضعفاء الرجال لابن عدي: 275/1، موضح أوهام الجمع والتفريق للخطيب: 447/1، العلل المتناهية لابن الجوزي: 267)

تبصرہ :

یہ جھوٹی روایت ہے۔ اسے ذکر کرنے کے بعد امام ابن عدی رحمہ اللہ نے ''غیر محفوظ'' قرار دیا ہے، کیونکہ:

① اس کے راوی احمد بن کنانہ شامی کے بارے میں امام صاحب فرماتے ہیں:

مُنْكَرُ الْحَدِيثِ، وَلَيْسَ بِالْمَعْرُوفِ.

''یہ منکر الحدیث اور غیر معروف شخص ہے۔'' (الكامل: 274/1)

② اس روایت کی صحت کے لیے امام ابن عدی رحمہ اللہ کے استاذ یحییٰ بن عبدالرحمٰن بن ناجیہ حرانی کی توثیق بھی درکار ہے۔

دلیل نمبر ⑩ :

❀ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما ہی سے منسوب ایک مرفوع روایت ہے:

«لَيْسَ أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ؛ إِلَّا يُدْعٰى بِاسْمِهٖ، إِلَّا آدَمَ».

''سیدنا آدم علیہ السلام کے علاوہ ہر جنتی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے پکارا جائے گا۔''

(المجروحين لابن حبّان: 76/3، تاريخ بغداد للخطيب: 463/3)

تبصرہ :

یہ بھی جھوٹی روایت ہے، کیونکہ :

۞ اس کو گھڑنے کا کارنامہ وہب بن حفص حرانی نے سرانجام دیا ہے۔اس کے بارے میں :

۞ ابوعروبہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

كَذَّابٌ، يَضَعُ الْحَدِيْثَ .

''یہ جھوٹا تھا اور اپنی طرف سے احادیث گھڑا کرتا تھا۔''

(الكامل في ضعفاء الرجال لابن عدي : 344/8)

۞ امام ابن عدی رحمہ اللہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

وَكُلُّ أَحَادِيْثِهٖ مَنَاكِيْرُ، غَيْرُ مَحْفُوْظَةٍ .

''اس کی ساری کی ساری روایات جھوٹی اور غیر محفوظ ہیں۔''

(الكامل في ضعفاء الرجال : 347/8)

۞ اس کے بارے میں امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يَضَعُ الْحَدِيْثَ .

''یہ اپنی طرف سے احادیث گھڑا کرتا تھا۔''(تاريخ بغداد للخطيب : 463/13)

۞ اس روایت کو حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے الموضوعات (257/3) میں ذکر کیا ہے۔

۞ الكامل لابن عدي (74/5) میں اس کی ایک دوسری سند بھی ہے،مگر یہ بھی جھوٹی سند ہے، کیونکہ اس کا راوی شیخ بن خالد صوفی بصری جھوٹی احادیث گھڑنے والا تھا۔

۞ امام ابن عدی رحمہ اللہ خود فرماتے ہیں:

وَشَيْخُ ابْنُ أَبِي خَالِدٍ هٰذَا؛ لَيْسَ بِمَعْرُوْفٍ، وَهٰذِهِ الْأَحَادِيْثُ الَّتِي رَوَاهَا عَنْ حَمَّادٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ؛ بَوَاطِيْلُ كُلُّهَا .

''ابن ابی خالد کا استاذ غیر معروف ہے۔حماد کے حوالے سے بیان کی جانے والی اس کی یہ ساری روایات جھوٹی ہیں۔'' (أيضاً)

✿ امام ابن حبان رحمہ اللہ اس روایت کو باطل اور ''موضوع'' (جھوٹی) قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں:

لَا يَجُوْزُ الْاِحْتِجَاجُ بِهٖ (شَيْخِ ابْنِ أَبِي خَالِدٍ) بِحَالٍ .

''کسی بھی حالت میں ابن ابی خالد کے استاذ کی روایت سے دلیل لینا جائز نہیں۔''

(المجروحين: 364/1)

✿ اس روایت میں اور بھی خرابیاں ہیں۔

دلیل نمبر ⑪ :

❀ امیر المومنین، سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«أَهْلُ الْجَنَّةِ؛ لَيْسَتْ لَهُمْ كُنًى إِلَّا آدَمُ، فَإِنَّهٗ يُكَنّٰى بِأَبِي مُحَمَّدٍ تَوْقِيرًا وَّتَعْظِيمًا» .

''سیدنا آدم علیہ السلام کے علاوہ کسی جنتی کی کوئی کنیت نہیں ہوگی۔آدم علیہ السلام کی کنیت بہ طور تعظیم وتکریم ابومحمد ہوگی۔''

(الكامل في ضعفاء الرجال لابن عدي: 566/7، الموضوعات لابن الجوزي: 258/3)

تبصرہ :

یہ جھوٹی روایت ہے، کیونکہ اس کے راوی ابوالحسن محمد بن محمد بن الاشعث کوفی نے خود

اسے گھڑ کر نبی اکرم ﷺ کی طرف منسوب کیا ہے، جیسا کہ امام ابن عدی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔

❁ اس راوی کے بارے میں امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

آيَةٌ مِّنْ آيَاتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الْكِتَابُ، هُوَ وَضَعَهُ، أَعْنِي الْعَلَوِيَاتِ.

''یہ علویات نامی کتاب اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔اسے اسی (ابوالحسن کوفی) نے گھڑا ہے۔''(سؤالات السهمي للدارقطني : 52)

دلیل نمبر ⑫ :

❁ نبی کریم ﷺ کی طرف یہ حدیث بھی منسوب ہے:

«مَنْ كَانَ لَهُ ذُو بَطْنٍ، فَأَجْمَعَ أَنْ يُّسَمِّيَهُ مُحَمَّدًا؛ رَزَقَهُ اللّٰهُ غُلَامًا، وَمَا كَانَ اسْمُ مُحَمَّدٍ فِي بَيْتٍ؛ إِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ فِي ذٰلِكَ الْبَيْتِ بَرَكَةً».

''جو اپنے پیٹ والے بچے کا نام محمد رکھنے کا ارادہ کرے،تو اللہ تعالیٰ اسے بیٹا ہی عطا فرمائے گا اور جس گھر میں محمد نامی شخص ہو،اللہ تعالیٰ اس گھر میں برکت ڈالتا ہے۔''(فضائل التسمية بأحمد ومحمّد لابن بكير :11)

تبصرہ :

یہ جھوٹی سند ہے، کیونکہ:

① محمد بن عبدالرحمٰن جدعانی راوی جمہور کے نزدیک ''ضعیف'' ہے۔

② ابن جریج کی ''تدلیس'' بھی موجود ہے۔

③ ابن جریج سے اوپر سند غائب ہے۔

④ اس میں اور بھی کئی خرابیاں ہیں۔

دلیل نمبر ⑬ :

❀ سیدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کی طرف یہ قول منسوب ہے :

مَنْ كَانَ لَهُ حَمْلٌ، فَنَوٰى أَنْ يُّسَمِّيَهُ مُحَمَّدًا؛ حَوَّلَهُ اللّٰهُ ذَكَرًا، وَإِنْ كَانَ أُنْثٰى .

''جس کا کوئی حمل ہو اور وہ اس کے لیے محمد نام کی نیت کرے ،تو اللہ تعالیٰ اسے بیٹے میں بدل دے گا ،اگرچہ وہ بیٹی ہی کیوں نہ ہو۔''

(اللآلي المصنوعة في الأحاديث الموضوعة للسيوطي :95/1)

تبصرہ :

یہ جھوٹی روایت ہے، کیونکہ :

① وہب بن وہب راوی کو محدثین کرام نے کذاب ،دجال ،اللہ کا دشمن اور اپنی طرف سے حدیثیں گھڑ کر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنے والا قرار دیا ہے۔

(میزان الاعتدال للذھبي : 353/4)

② زید بن مروان تک اس سند کی تحقیق درکار ہے۔

دلیل نمبر ⑭ :

❀ ہشام بن عروہ تابعی رحمہ اللہ کی طرف منسوب ہے :

دَخَلْتُ عَلَى الْمَنْصُورِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ، فَقَالَ : كَمْ وَلَدًا لَّكَ يَا هِشَامُ؟ قُلْتُ : مُحَمَّدٌ، وَفُلَانٌ، وَفُلَانٌ، فَقَالَ لِي : كَيْفَ سَمَّيْتَ وَلَدَكَ مُحَمَّدًا، وَتَرَكْتَ الزُّبَيْرَ وَعُرْوَةَ ؟ قُلْتُ : تَبَرُّكًا بِاسْمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ : ائْتِ بِمَوْضِعِ الْبَرَكَةِ وَالتَّكْرِيمِ، قَالَ :

حَدَّثَنِي أَبِي مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ، قَالَ : سَمِعْتُ أَبِي عَلِيًّا، يَقُولُ : سَمِعْتُ أَبِي عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ : مَنْ كَانَ لَهٗ حَمْلٌ، فَنَوٰى أَنْ يُّسَمِّيَهٗ مُحَمَّدًا؛ أُدْخِلَ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ الْجَنَّةَ .

''میں امیر المومنین منصور کے پاس آیا،انہوں نے دریافت کیا:ہشام! آپ کے کتنے بچے ہیں؟ میں نے کہا: محمد اور فلاں،فلاں۔انہوں نے کہا:آپ نے زبیر اور عروہ چھوڑ کر محمد نام کیوں رکھا؟ میں نے کہا: نبی کریم ﷺ کے نام کی برکت کی وجہ سے۔انہوں نے دریافت کیا: اس برکت وتعظیم کی کیا دلیل ہے؟ میں نے کہا : مجھے میرے والد محمد بن علی نے بیان کیا کہ انہوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ انہوں نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ فرماتے ہوئے سنا:جس کا کوئی حمل ہو اور وہ اس کے لیے محمد نام کی نیت کرے،تو ان شاء اللہ وہ جنت میں داخل کیا جائے گا۔''(فضائل التسمية لابن بكير : 13)

تبصرہ :

یہ جھوٹا قول ہے، کیونکہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تک سند کا صحیح ہونا ثابت نہیں۔اس سند میں نصر بن ابوالفتح خراسانی اور محمد بن عبداللہ بن رزیق دونوں نامعلوم اور ''مجہول''ہیں۔

دلیل نمبر ⑮ :

❁ عطا خراسانی رحمہ اللہ سے منسوب ہے :

مَا سُمِّيَ مَوْلُوْدٌ فِي بَطْنِ أُمِّهٖ مُحَمَّدًا؛ إِلَّا أُذْكِرَ .

''جس بچے کا نام اس کی ماں کے پیٹ میں محمد رکھا گیا وہ بیٹا ہی ہو گا۔''

(الأجوبة المرضيّة للحافظ السخاوي :1/381، 3/989)

تبصرہ :

یہ قول بے سند ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

اسی طرح امام مالک رحمہ اللہ کا قول کہ ''جس گھر میں محمد نام کا شخص ہو،اس میں پھیل جاتا ہے۔'' بے سند ہونے کی وجہ سے نا قابل التفات ہے۔

دلیل نمبر ⑯ :

وہب بن وہب کہتا ہے:

''میں نے اپنے سات بچوں کا نام دورانِ حمل ہی محمد رکھنے کی نیت کر لی تھی،جس کی برکت سے سب لڑکے پیدا ہوئے۔''

(اللآلي المصنوعة في الأحاديث الموضوعة للسيوطي :95/1)

تبصرہ :

وہب بن وہب خود بہت بڑا جھوٹا ہے،اس کی بات کا اعتبار کوئی اس جیسا ہی کر سکتا ہے۔

اہل علم کی تصریحات

محمد نام کی فضیلت اور فوائد و برکات کے متعلق جتنی بھی احادیث وارد ہوئی ہیں،وہ ساری کی ساری جھوٹی ہیں،جیسا کہ:

❀ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

وَقَدْ رُوِيَ فِي هٰذَا الْبَابِ أَحَادِيْثُ، لَيْسَ فِيْهَا مَا يَصِحُّ .

''اس باب میں بیان کی جانے والی کوئی روایت صحیح نہیں۔''

(الموضوعات :158/1)

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

وَهٰذِهٖ أَحَادِيْثُ مَكْذُوْبَةٌ .

''یہ ساری روایتیں جھوٹی ہیں۔''(ميزان الاعتدال في نقد الرجال :129/1)

❁ حافظ ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

وَفِي ذٰلِكَ جُزْءٌ، كُلُّهٗ كَذِبٌ .

''اس بارے میں پورا ایک کتابچہ ہے جو کہ سارا جھوٹ کا پلندہ ہے۔''

(المنار المنيف في الصحيح والضعيف، ص : 52)

❁ علامہ حلبی کہتے ہیں:

قَالَ بَعْضُهُمْ : وَلَمْ يَصِحَّ فِي فَضْلِ التَّسْمِيَةِ بِمُحَمَّدٍ حَدِيْثٌ، وَكُلُّ مَا وَرَدَ فِيْهِ؛ فَهُوَ مَوْضُوْعٌ .

''بعض علما کا کہنا ہے کہ محمد نام کی فضیلت میں کوئی حدیث صحیح نہیں، بلکہ اس بارے میں بیان کی جانے والی ساری روایات من گھڑت ہیں۔''

(إنسان العيون في سيرة الأمين المأمون، المعروف به السيرة الحلبيّة :121/1)

❁ علامہ زرقانی لکھتے ہیں:

وَذَكَرَ بَعْضُ الْحُفَّاظِ أَنَّهٗ لَمْ يَصِحَّ فِي فَضْلِ التَّسْمِيَةِ بِمُحَمَّدٍ حَدِيْثٌ .

''بعض حفاظ کا کہنا ہے کہ محمد نام کی فضیلت میں کوئی حدیث صحیح نہیں۔''

(شرح الزرقاني على المواهب اللدنية : 307/7)

❁ ابن عراق کنانی لکھتے ہیں:

قَالَ الْأُبِّيُّ : لَمْ يَصِحَّ فِي فَضْلِ التَّسْمِيَةِ بِمُحَمَّدٍ حَدِيْثٌ، بَلْ قَالَ

الْحَافِظُ أَبُو الْعَبَّاسِ تَقِيُّ الدِّيْنِ الْحِرَّانِيُّ : كُلُّ مَا وَرَدَ فِيْهِ؛ فَهُوَ مَوْضُوْعٌ .

''علامہ اُبّی کہتے ہیں کہ محمد نام کی فضیلت میں کوئی حدیث ثابت نہیں، بلکہ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے بقول اس بارے میں بیان کی جانے والی ساری کی ساری روایات من گھڑت ہیں۔''

(تنزيه الشريعة المرفوعة عن الأخبار الشنيعة الموضوعة : 174/1)

الحاصل :

اسم محمد سے حصولِ تبرک کے لیے پیش کی جانے والی تمام دلیلیں قیل وقال پر مبنی ہیں،اس بارے میں کوئی ٹھوس دلیل دستیاب نہیں۔لہٰذا یہ کہنا کہ اسم محمد سے تبرک حاصل کرنا جائز ہے، بے دلیل بات ہے، بے دلیل بات کون سنتا ہے؟

تبلیغی جماعت

❁ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے شیخ ومحدث،ابو عبد اللطیف،حماد بن محمد انصاری، افریقی رحمہ اللہ (1344-1418ھ)فرماتے ہیں :

جَمَاعَةُ التَّبْلِيغِ فِيهَا خَيْرٌ وَّشَرٌّ، وَهُمْ مُّبْتَدِعَةٌ، مَاتُرِيدِيَّةٌ فِي الْعَقِيدَةِ، أَحْنَافٌ مُّتَعَصِّبُونَ .

''تبلیغی جماعت خیر وشر کا مجموعہ ہے۔یہ بدعتی لوگ ہیں،جو عقیدے میں ماتریدی اور (فروعات میں)متعصب حنفی ہیں۔''

(المجموع في ترجمة العلّامة المحدّث الشيخ حمّاد بن محمّد الأنصاري : 481/2)

آثارِ نبویہ سے حصولِ تبرک نبی کریم ﷺ کی مشروع تعظیم ہے اور آپ کے ساتھ اظہارِ محبت ہے۔صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں اور بعد از وفات ان سے تبرک حاصل کرتے تھے۔صحابہ کرام کی اقتدا و پیروی میں تابعین عظام اور تبع تابعین اعلام بھی آثارِ نبویہ سے تبرک حاصل کیا کرتے تھے۔

یاد رہے کہ جن آثار سے اور جس طریقے سے حصولِ تبرک خیر القرون میں تھا، ویسے ہی تبرک کا مسئلہ سمجھنا چاہیے۔سلف صالحین کی پیروی دراصل حق کی پیروی ہے جو کہ نجاتِ اخروی کی ضمانت ہے۔اسلاف کی مخالفت درحقیقت حق کی مخالفت ہے۔سلف صالحین بہترین امت تھے۔ان کے دور کو خیر القرون کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔یہ سند انہیں نبی کریم ﷺ نے اپنے مبارک فرمان: 'خیر القرون قرنی' کے تحت عطا فرمائی تھی۔ان کے منہج کو سبیل المومنین اور سبیل حق سے تعبیر کیا گیا ہے۔ان کا اتفاقی فہم اجماع کہلاتا ہے، جس پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے اور اس کا اتباع واجب اور مخالفت حرام ہے۔ان کے منہج و عقیدہ اور اجماع کے ماننے والوں کو اہل سنت والجماعت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

سلف صالحین ائمہ اہل سنت کا مذہب ہی اسلم، اعلم اور احکم ہے، کیونکہ وہ ورع و تقویٰ اور علم و فضل میں فائق تھے۔وہ تکلف کے نام سے بھی ناواقف تھے، اس لیے ان کے استنباط و اجتہاد سب پر مقدم ہیں۔وہ سب سے بڑھ کر نبی کریم ﷺ کی تعظیم کرنے والے تھے، وہ سب سے بڑھ کر محمد رسول اللہ ﷺ کو محبوب رکھتے تھے، وہ سب سے بڑھ کر نبی کریم ﷺ کی سنتوں

اور اداؤں کو اپنانے والے تھے، وہ اتباع سنت پر حریص تھے۔

سلف صالحین ہمارے اکابر ہیں اور امت میں خیر و برکت اور علم وفضل انہیں کے سبب ہے۔ وہ دیانت اور روایت میں اس قدر موثوق بہم ہیں کہ معیارِ حق کا درجہ رکھتے ہیں۔ ہر گمراہی سے بچنے کا ایک ہی حل ہے کہ ان کے دامن کو مضبوطی سے تھام لیا جائے۔ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت میں شدید تر تھے، اس لیے شریعت کے معانی وحقائق ان پر کھول دیئے گئے تھے۔ ذیل کی سطور میں صحابہ کرام، تابعین عظام اور تبع تابعین اعلام کی طرف سے آثارِ نبویہ سے حصولِ تبرک کے چند نمونے پیشِ خدمت ہیں:

جسدِ اقدس سے تبرک :

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دیہاتی صحابی، سیدنا زاہر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تحائف لایا کرتے تھے۔ جب وہ واپس جانے لگتے، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی انہیں سامان عنایت فرما دیتے۔ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زاہر ہمارا دیہاتی ہے اور ہم اس کے شہری ہیں۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ مزید بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بڑی محبت کیا کرتے تھے، وہ اتنے خوش شکل نہیں تھے۔

فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا، وَهُوَ يَبِيعُ مَتَاعَهٗ، فَاحْتَضَنَهٗ مِنْ خَلْفِهٖ وَهُوَ لَا يُبْصِرُهٗ، فَقَالَ : مَنْ هٰذَا؟ أَرْسِلْنِي، فَالْتَفَتَ فَعَرَفَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَعَلَ لَا يَأْلُو مَا أَلْصَقَ ظَهْرَهٗ بِصَدْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ عَرَفَهٗ .

''ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے۔ وہ اس وقت بازار میں سامان بیچ رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پیچھے سے اس طرح بغل گیر ہوئے کہ

وہ آپ کو دیکھ نہیں سکتے تھے۔انہوں نے کہا: کون ہے؟ مجھے چھوڑ دو۔پھر جب انہوں نے مڑکر دیکھا کہ آپ ہیں تو (عقیدت و محبت کے ساتھ) اپنی پیٹھ کو آپ کے سینۂ اقدس سے (تبرک کے لیے) مَلنا شروع کر دیا۔''

(الشمائل المحمديّة للترمذي :240، مسند الإمام أحمد : 161/3، مسند أبي يعلٰى : 3454، وسندهٗ صحيحٌ)

امام ابن حبان رحمہ اللہ (5790) نے اس حدیث کو''صحیح'' کہا ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَهٰذَا إِسْنَادٌ؛ رِجَالُهٗ كُلُّهُمْ ثِقَاتٌ .

''اس سند کے سارے راوی ثقہ ہیں۔''(البداية والنهاية : 53/6)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے''صحیح'' قرار دیا ہے۔

(الإصابة في تمييز الصحابة : 452/2)

وضو والے پانی سے تبرک :

① سیدنا ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْهَاجِرَةِ، فَأُتِيَ بِوَضُوءٍ، فَتَوَضَّأَ، فَجَعَلَ النَّاسُ يَأْخُذُونَ مِنْ فَضْلِ وَضُوئِهٖ، فَيَتَمَسَّحُونَ بِهٖ، فَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ، وَالْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ، وَبَيْنَ يَدَيْهِ عَنَزَةٌ، وَقَالَ أَبُو مُوسٰى : دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَدَحٍ فِيهِ مَاءٌ، فَغَسَلَ يَدَيْهِ وَوَجْهَهٗ فِيهِ، وَمَجَّ فِيهِ، ثُمَّ قَالَ لَهُمَا : «اشْرَبَا مِنْهُ، وَأَفْرِغَا عَلٰى وُجُوهِكُمَا

وَنُحُورِكُمَا».

''ایک دن دوپہر کے وقت رسول اللہ ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے۔آپ کے لیے وضو کا پانی حاضر کیا گیا،جس سے آپ ﷺ نے وضو فرمایا۔لوگ آپ کے وضو کا بچا پانی لے کر اپنے بدنوں پر ملنے لگے۔آپ ﷺ نے ظہر وعصر کی دو دو رکعتیں ادا فرمائیں۔آپ ﷺ کے سامنے ایک نیزہ بھی تھا۔سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے پانی کا پیالہ منگوایا۔اس سے آپ نے اپنے مبارک ہاتھ دھوئے اوراسی پیالے میں منہ دھویا اور کلی فرمائی۔پھر فرمایا:تم لوگ اس پانی کو پی لو،نیز اپنے چہروں اورسینوں پر ڈال لو۔''

(صحيح البخاري : 187، 188، صحيح مسلم : 503)

② سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ نَازِلٌ بِالْجِعِرَّانَةِ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ، وَمَعَهُ بِلَالٌ، فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْرَابِيٌّ، فَقَالَ : أَلَا تُنْجِزُ لِي مَا وَعَدْتَّنِي ؟ فَقَالَ لَهُ : «أَبْشِرْ»، فَقَالَ : قَدْ أَكْثَرْتَ عَلَيَّ مِنْ أَبْشِرْ، فَأَقْبَلَ عَلٰى أَبِي مُوسٰى وَبِلَالٍ كَهَيْئَةِ الْغَضْبَانِ، فَقَالَ : رَدَّ الْبُشْرٰى، فَاقْبَلَا أَنْتُمَا، قَالَا : قَبِلْنَا، ثُمَّ دَعَا بِقَدَحٍ فِيهِ مَاءٌ، فَغَسَلَ يَدَيْهِ وَوَجْهَهُ فِيهِ وَمَجَّ فِيهِ، ثُمَّ قَالَ : «اشْرَبَا مِنْهُ، وَأَفْرِغَا عَلٰى وُجُوهِكُمَا وَنُحُورِكُمَا وَأَبْشِرَا»، فَأَخَذَا الْقَدَحَ فَفَعَلَا، فَنَادَتْ أُمُّ سَلَمَةَ مِنْ وَّرَاءِ السِّتْرِ : أَنْ أَفْضِلَا لِأُمِّكُمَا،

فَأَفْضَلَا لَهَا مِنْهُ طَائِفَةً .

’’میں نبی اکرم ﷺ کے پاس تھا اور آپ ﷺ مکہ اور مدینہ کے درمیان جعرانہ مقام پر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے۔سیدنا بلال رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ہمراہ تھے۔نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک دیہاتی شخص آیا اور کہنے لگا: کیا آپ میرے ساتھ کیا ہوا وعدہ پورا نہیں کریں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: خوش خبری لو۔اس نے کہا: آپ مجھے بہت زیادہ خوش خبریاں دے چکے ہیں۔نبی اکرم ﷺ غصے کی حالت میں سیدنا ابوموسیٰ اشعری اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اس نے خوش خبری واپس کر دی ہے،آپ دونوں اسے قبول کر لیں۔ہم نے عرض کیا: ہم نے قبول کر لی ہے۔پھر آپ ﷺ نے ایک پانی والا پیالہ منگوایا اور اس میں اپنے ہاتھوں اور چہرۂ مبارک کو دھویا، نیز اس میں کُلی فرمائی۔پھر فرمایا: آپ دونوں اس پانی کو پییں،اپنے چہروں اور سینوں پر بہائیں اور خوش ہو جائیں۔دونوں نے پیالہ پکڑا اور ویسا ہی کیا۔اسی اثنا میں پردے کے پیچھے سے سیدہ امِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے پکار کر کہا: اپنی ماں کے لیے بھی یہ پانی بچانا، چنانچہ انہوں نے کچھ پانی بچا لیا۔‘‘

(صحيح البخاري : 4328، صحيح مسلم : 2497)

③ سیدنا ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قُبَّةٍ حَمْرَاءَ مِنْ أَدَمٍ، وَرَأَيْتُ بِلَالًا أَخَذَ وَضُوءَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَرَأَيْتُ النَّاسَ يَبْتَدِرُونَ ذَاكَ الْوَضُوءَ، فَمَنْ أَصَابَ مِنْهُ شَيْئًا؛ تَمَسَّحَ بِهٖ، وَمَنْ لَّمْ يُصِبْ مِنْهُ شَيْئًا؛ أَخَذَ مِنْ بَلَلِ يَدِ صَاحِبِهٖ .

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک سرخ چمڑے کے خیمہ میں دیکھا۔ میں نے یہ بھی دیکھا کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ آپ کو وضو کروا رہے تھے۔ وہاں موجود ہر صحابی، نبی کریم ﷺ کے وضو والا پانی حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اگر کسی کو تھوڑا سا بھی پانی مل جاتا تو وہ اسے اپنے اوپر مل لیتا اور اگر کوئی پانی نہ حاصل کر پاتا تو وہ اپنے ساتھی کے ہاتھ کی تری ہی حاصل کر لیتا۔''

(صحيح البخاري : 376، صحيح مسلم : 503)

دستِ مبارک سے تبرک :

① سیدنا ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْهَاجِرَةِ إِلَى الْبَطْحَاءِ، فَتَوَضَّأَ، ثُمَّ صَلَّى الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ، وَالْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ، وَبَيْنَ يَدَيْهِ عَنَزَةٌ، قَالَ شُعْبَةُ : وَزَادَ فِيهِ عَوْنٌ، عَنْ أَبِيهِ أَبِي جُحَيْفَةَ، قَالَ : كَانَ يَمُرُّ مِنْ وَّرَائِهَا الْمَرْأَةُ، وَقَامَ النَّاسُ، فَجَعَلُوا يَأْخُذُونَ يَدَيْهِ، فَيَمْسَحُونَ بِهَا وُجُوهَهُمْ، قَالَ : فَأَخَذْتُ بِيَدِهٖ، فَوَضَعْتُهَا عَلٰى وَجْهِي، فَإِذَا هِيَ أَبْرَدُ مِنَ الثَّلْجِ، وَأَطْيَبُ رَائِحَةً مِّنَ الْمِسْكِ.

''نبی کریم ﷺ دوپہر کے وقت سفر کے ارادے سے نکلے۔ بطحا نامی جگہ پر پہنچ کر آپ ﷺ نے وضو کیا اور ظہر و عصر کی نماز دو دو رکعت ادا کی۔ آپ ﷺ کے سامنے ایک چھوٹا سا نیزہ (بطورِ سترہ) گڑا ہوا تھا۔ عون نے اپنے والد ابو جحیفہ سے اس روایت میں یہ الفاظ زیادہ بیان کیے ہیں کہ سیدنا ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اس نیزہ کے آگے سے عورت گزر رہی تھی۔ پھر صحابہ کرام آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر

ہوئے اور آپ کے مبارک ہاتھ کو تھام کر اپنے چہروں پر ملنے لگے۔سیدنا ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک کو اپنے چہرے پر رکھا۔وہ برف سے زیادہ ٹھنڈا اور کستوری سے زیادہ خوشبو دار تھا۔''

(صحيح البخاري : 3553)

② سیدنا انس بن مالک بیان کرتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى الْغَدَاةَ؛ جَاءَ خَدَمُ الْمَدِينَةِ بِآنِيَتِهِمْ فِيهَا الْمَاءُ، فَمَا يُؤْتٰى بِإِنَاءٍ إِلَّا غَمَسَ يَدَهٗ فِيهَا، فَرُبَّمَا جَاءُوهُ فِي الْغَدَاةِ الْبَارِدَةِ، فَيَغْمِسُ يَدَهٗ فِيهَا .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نمازِ فجر ادا فرما لیتے،تو مدینہ منورہ کے خادم برتن لے کر آتے،جن میں پانی ہوتا تھا۔وہ جو بھی برتن لاتے،آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اپنا دستِ مبارک ڈبو دیتے تھے۔بسا اوقات تو وہ موسمِ سرما میں صبح کے وقت آپ کے پاس آجاتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اپنا ہاتھ مبارک ڈبو دیا کرتے تھے۔''

(صحيح مسلم : 2324)

③ ذیال بن عبید بن حنظلہ رحمہ اللہ،صحابیٔ رسول،سیدنا حنظلہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ان کے والدِ گرامی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان (سیدنا حنظلہ رضی اللہ عنہ) کے لیے دُعا کی درخواست کی۔

قَالَ حَنْظَلَةُ : فَدَنَا بِي إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ : إِنَّ لِي بَنِينَ ذَوِي لِحًى، وَدُونَ ذٰلِكَ، وَإِنَّ ذَا أَصْغَرُهُمْ، فَادْعُ اللّٰهَ لَهٗ، فَمَسَحَ رَأْسَهٗ، وَقَالَ : بَارَكَ اللّٰهُ فِيكَ، أَوْ بُورِكَ فِيهِ، قَالَ ذَيَّالٌ : فَلَقَدْ

رَأَيْتُ حَنْظَلَةَ يُؤْتٰى بِالْإِنْسَانِ الْوَارِمِ وَجْهُهٗ، أَوِ بِالْبَهِيمَةِ الْوَارِمَةِ الضَّرْعُ، فَيَتْفُلُ عَلٰى يَدَيْهِ، وَيَقُولُ : بِسْمِ اللّٰهِ، وَيَضَعُ يَدَهٗ عَلٰى رَأْسِهٖ، وَيَقُولُ عَلٰى مَوْضِعِ كَفِّ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَمْسَحُهٗ عَلَيْهِ، وَقَالَ ذَيَّالٌ : فَيَذْهَبُ الْوَرَمُ.

''سیدنا حنظلہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: پھر وہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے اور عرض کیا: میرے کچھ بیٹے جوان اور کچھ کم عمر ہیں۔ یہ ان میں سب سے چھوٹا ہے۔ آپ اس کے لیے اللہ سے دعا کر دیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سر پر ہاتھ مبارک پھیر کر فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے۔ ذیال کہتے ہیں: میں نے دیکھا کہ سیدنا حنظلہ بن حزیم رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی ورم آلود چہرے والا آدمی لایا جاتا یا ورم آلود تھنوں والا کوئی جانور، تو وہ اپنے ہاتھوں پر اپنا لعاب لگاتے اور بسم اللہ کہہ کر اس کے سر پر ہاتھ رکھ دیتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک ہتھیلی کی جگہ کو اس پر پھیرتے۔ اس سے ورم ختم ہو جاتا۔''

(مسند الإمام أحمد : 68/5، دلائل النبوة للبيهقي : 214/6، وسندهٗ صحيحٌ)

④ سیدنا ابو زید انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے قریب کر کے اپنا مبارک ہاتھ ان کے سر اور ڈاڑھی پر پھیرا، پھر یہ دُعا کی:

«اَللّٰهُمَّ جَمِّلْهُ، وَأَدِمْ جَمَالَهٗ».

''الٰہی! انہیں خوبصورتی عطا فرما اور ان کے حسن و جمال کو دوام بخش دے۔''

راوی کہتے ہیں کہ انہوں نے 100 سال سے زائد عمر پائی، مگر اس وقت بھی ان کے سر اور ڈاڑھی کے صرف چند بال سفید ہوئے تھے۔ ان کا چہرہ صاف اور روشن رہا اور تادمِ آخر ایک

ذرہ برابر شکن بھی چہرے پر نمودار نہیں ہوئی تھی۔

(مسند الإمام أحمد : 77/5، دلائل النبوّة للبيهقيّ : 211/6، وقال : هٰذا إسناد صحيحٌ موصولٌ، وسندهٗ صحيحٌ لهٗ طرقٌ حسنةٌ)

⑤ سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ذَهَبَتْ بِي خَالَتِي إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّ ابْنَ أُخْتِي وَجِعٌ، فَمَسَحَ رَأْسِي وَدَعَا لِي بِالْبَرَكَةِ، ثُمَّ تَوَضَّأَ، فَشَرِبْتُ مِنْ وَّضُوئِهٖ، وَقُمْتُ خَلْفَ ظَهْرِهٖ، فَنَظَرْتُ إِلٰى خَاتَمِ النُّبُوَّةِ بَيْنَ كَتِفَيْهِ، مِثْلَ زِرِّ الْحَجَلَةِ .

''میری خالہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئیں اور گزارش کی: اللہ کے رسول! میرا بھانجا بیمار ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر پر ہاتھ مبارک پھیرا اور برکت کے لیے دعا کی۔پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا،تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا پانی پیا۔ بعد ازاں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں کے مابین چکور کے انڈے کی مثل مہر نبوت دیکھی۔''

(صحيح البخاري : 5670، صحيح مسلم : 2345)

⑥ ام المومنین،سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا اشْتَكٰى؛ يَقْرَأُ عَلٰى نَفْسِهٖ بِالْمُعَوِّذَاتِ وَيَنْفُثُ، فَلَمَّا اشْتَدَّ وَجَعُهٗ؛ كُنْتُ أَقْرَأُ عَلَيْهِ وَأَمْسَحُ بِيَدِهٖ رَجَاءَ بَرَكَتِهَا .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیمار ہوتے تو معوذات پڑھ کر اپنے اوپر پھونکتے۔جب

(مرض الموت میں) آپ ﷺ کی بیماری شدت اختیار کرگئی، تو میں معوذات پڑھ کر آپ ﷺ پر پھونکتی اور برکت کی خاطر آپ ﷺ ہی کا دست مبارک آپ کے جسم اطہر پر پھیرتی۔''(صحيح البخاري : 5016، صحيح مسلم : 2192)

توشہ دان میں کھجوروں کا ذخیرہ اور تبرک :

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمرَاتٍ، فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، ادْعُ اللّٰهَ فِيهِنَّ بِالْبَرَكَةِ، فَضَمَّهُنَّ، ثُمَّ دَعَا لِي فِيهِنَّ بِالْبَرَكَةِ، فَقَالَ لِي : «خُذْهُنَّ وَاجْعَلْهُنَّ فِي مِزْوَدِكَ هٰذَا، أَوْ فِي هٰذَا الْمِزْوَدِ، كُلَّمَا أَرَدْتَّ أَنْ تَأْخُذَ مِنْهُ شَيْئًا؛ فَأَدْخِلْ يَدَكَ فِيهِ، فَخُذْهُ وَلَا تَنْثُرْهُ نَثْرًا»، فَقَدْ حَمَلْتُ مِنْ ذٰلِكَ التَّمْرِ كَذَا وَكَذَا مِنْ وَّسْقٍ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، فَكُنَّا نَأْكُلُ مِنْهُ وَنُطْعِمُ، وَكَانَ لَا يُفَارِقُ حِقْوِي، حَتّٰى كَانَ يَوْمُ قَتْلِ عُثْمَانَ؛ فَإِنَّهُ انْقَطَعَ .

''میں کچھ کھجوریں لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اللہ کے رسول! ان میں برکت کے لیے دعا کیجئے۔آپ ﷺ نے انہیں اکٹھا کر کے میرے لیے ان میں برکت کی دعا فرمائی اور فرمایا:انہیں لے لیجیے اور اپنے اس توشہ دان میں رکھ لیجیے۔جب بھی ان میں سے کچھ لینا چاہیں،تو اس میں اپنا ہاتھ ڈال کر لے لیجیے گا،انہیں مکمل طور پر باہر نہ نکالیے گا۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: میں نے ان میں سے کتنے ہی وسق (ایک وسق تقریباً 126 کلوگرام کا ہوتا ہے) کھجور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیں۔ہم خود اس میں سے کھاتے تھے اور کھلاتے

بھی تھے اور یہ توشہ دان میری کمر سے الگ نہیں ہوتا تھا، حتی کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن وہ ٹوٹ کر گر گیا۔''

(سنن الترمذي : 3839، وقال : هٰذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ، مسند الإمام أحمد : 352/2، دلائل النبوّة للبيهقي : 110/6، وصحّحه ابن حبّان : 6532، وسندهٗ حسنٌ)

تنبيه :

اس سلسلے میں ایک روایت ان الفاظ سے بھی مروی ہے :

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک جنگ میں سینکڑوں کی تعداد میں صحابہ کرام موجود تھے، جن کے کھانے کے لیے کچھ نہ تھا۔ اس وقت میرے ہاتھ میں ایک توشہ دان تھا، جس میں چند کھجوریں تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے استفسار پر میں نے عرض کیا: میرے پاس کچھ کھجوریں ہیں۔ فرمایا: لے آؤ۔ میں وہ توشہ دان لے کر حاضر خدمت ہو گیا اور کھجوریں گنتی کیں تو وہ کل اکیس (تاریخ دمشق کی روایت کے مطابق سات) کھجوریں تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس توشہ دان پر اپنا مبارک ہاتھ رکھ کر فرمایا:

دس آدمیوں کو بلاؤ، میں دس کو بلا لایا۔ انہوں نے کھائیں اور خوب سیر ہو کر چلے گئے۔

اسی طرح اگلے دس آدمیوں نے بھی خوب سیر ہو کر کھجوریں کھائیں۔ یہاں تک کہ سارے لشکر نے کھجوریں کھا لیں۔ پھر بھی کچھ کھجوریں میرے پاس توشہ دان میں باقی بچ گئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو ہریرہ! جب تم اس توشہ دان سے کھجوریں نکالنا چاہو، تو ہاتھ ڈال کر اس سے نکال لینا، لیکن توشہ دان مت انڈیلنا۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اس سے

کھجوریں کھاتا رہا۔پھر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور اور بعد میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں بھی کھجوریں کھاتا رہا،حتی کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پورے عہد خلافت تک وہ کھجوریں میرے استعمال میں رہیں۔جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو میرا سارا مال و متاع گھر سے چوری ہو گیا،جس میں توشہ دان بھی شامل تھا۔میں تمہیں کیا بتاؤں کہ میں نے اس سے کتنی کھجوریں کھائی ہوں گی،کم و بیش دو وسق (252 کلوگرام) سے زیادہ۔''

(دلائل النبوّة للبيهقي : 110/6، 111، تاريخ دمشق لابن عساكر : 189/40)

لیکن اس روایت کی سند ''ضعیف'' ہے،کیونکہ ابوسفور ازدی نامی راوی کے حالاتِ زندگی نہیں مل سکے۔اس کی دوسری سند بھی ''ضعیف'' ہے،کیونکہ اس میں سہل بن زیاد نامی راوی کی توثیق نہیں مل سکی۔یوں یہ دونوں طریق سنداً ''ضعیف'' ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک سے تبرک :

① سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک صحابی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی اونٹنی کی سست رفتاری کی شکایت کی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک پاؤں سے اس اونٹنی کو ٹھوکر لگائی۔سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ، لَقَدْ رَأَيْتُهَا تَسْبِقُ الْقَائِدَ .

''اس ذات کی قسم!جس کے ہاتھ میں میری جان ہے،میں نے دیکھا کہ اس کے بعد ایسی تیز ہو گئی کہ کسی کو آگے نہیں نکلنے دیتی تھی۔''

(صحيح مسلم : 1424، مختصراً، السنن الكبرٰى للبيهقي : 235/7، وصحّحه أبوعوانة (4145)، و أخرجه الحاكم (173/2)، وقال : هٰذا حديثٌ صحيحٌ على شرط الشيخين، ووافقه الذهبيّ)

② نبی کریم ﷺ کے مبارک قدم کی برکت سے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کا اونٹ بھی تیز ہو گیا تھا، چنانچہ حدیث میں ہے:

فَضَرَبَهٗ بِرِجْلِهٖ، وَدَعَا لَهٗ، فَسَارَ سَيْرًا لَّمْ يَسِرْ مِثْلَهٗ .

''نبی کریم ﷺ نے اپنے پاؤں مبارک سے ٹھوکر مار کر اس کے لیے دُعا فرمائی: وہ یکدم ایسا تیز ہو گیا کہ اس سے پہلے کبھی ایسا نہ تھا۔''

(مسند الإمام أحمد : 299/3، صحيح مسلم : 715)

نبی کریم ﷺ نے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: آپ کے اونٹ کا کیا حال ہے؟ عرض کیا:

بِخَيْرٍ، قَدْ أَصَابَتْهُ بَرَكَتُكَ .

''بہتر ہے۔ اسے آپ کی برکت حاصل ہوئی ہے۔''

(صحيح البخاري : 2967، صحيح مسلم : 715)

تنبیہ بلیغ :

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا مَشٰى عَلَى الصَّخْرِ غَاصَتْ قَدَمَاهُ فِيْهِ وَ أَثَّرَتْ .

''نبی کریم ﷺ جب پتھریلی زمین پر چلتے، تو آپ ﷺ کے پاؤں مبارک اس میں دھنس جاتے اور وہاں نشان پڑ جاتے۔''

(تبرک کی شرعی حیثیت از ڈاکٹر طاہر القادری، ص: 76)

یہ جھوٹی اور خودساختہ روایت ہے، علامہ محمد عبدالرؤف مناوی رحمہ اللہ (952-1030ھ) لکھتے ہیں:

وَلَمْ أَقِفْ لَهُ عَلٰى أَصْلٍ .

''مجھے اس کی کوئی اصل (سند) نہیں مل سکی۔''

(فيض القدير شرح الجامع الصغير من أحاديث البشير النذير : 91/5)

نبي كريم ﷺ کے مبارک بالوں سے تبرک :

① سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا حَلَقَ رَأْسَهُ؛ كَانَ أَبُو طَلْحَةَ أَوَّلَ مَنْ أَخَذَ مِنْ شَعْرِهٖ .

''جب نبی کریم ﷺ اپنا سر مبارک منڈواتے، تو سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ وہ پہلے شخص ہوتے، جو آپ ﷺ کے مبارک بال حاصل کرتے۔''(صحيح البخاري : 171)

② سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتٰى مِنًى، فَأَتَى الْجَمْرَةَ فَرَمَاهَا، ثُمَّ أَتٰى مَنْزِلَهُ بِمِنًى وَّنَحَرَ، ثُمَّ قَالَ لِلْحَلَّاقِ : «خُذْ»، وَأَشَارَ إِلٰى جَانِبِهِ الْأَيْمَنِ، ثُمَّ الْأَيْسَرِ، ثُمَّ جَعَلَ يُعْطِيهِ النَّاسَ .

''نبی کریم ﷺ جب منیٰ میں تشریف لائے، تو پہلے جمرہ عقبہ پر گئے اور وہاں کنکریاں ماریں۔ پھر منیٰ میں اپنی قیام گاہ میں تشریف لے گئے، وہاں قربانی کی۔ حجام سے سر مونڈھنے کو کہا اور اس کو دائیں جانب سے شروع کرنے کا اشارہ فرمایا، پھر بائیں جانب اشارہ فرمایا، بعد میں بال مبارک لوگوں کو عطا فرما دیئے۔''

(صحيح مسلم : 1305)

صحیح مسلم(1305) ہی میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو بال مبارک عطا

فرمائے اور حکم فرمایا:

«اقْسِمْهُ بَيْنَ النَّاسِ» .

''یہ بال لوگوں میں تقسیم کر دیجیے۔''

③ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْحَلَّاقُ يَحْلِقُهُ، وَأَطَافَ بِهِ أَصْحَابُهُ، فَمَا يُرِيدُونَ أَنْ تَقَعَ شَعْرَةٌ إِلَّا فِي يَدِ رَجُلٍ .

''میں نے دیکھا کہ حجام نبی کریم ﷺ کے بال مبارک مونڈ رہا تھا۔آپ ﷺ کے صحابہ کرام اردگرد موجود تھے اور ان کی خواہش تھی کہ آپ ﷺ کا ہر بال (زمین پر گرنے کی بجائے) ان میں سے کسی کے ہاتھ پر گرے۔'' (صحيح مسلم : 2325)

نبي كريم ﷺ کے مبارك ناخنوں سے تبرك :

❀ سیدنا عبداللہ بن زید بن عبدربہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

فَحلَقَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأْسَهُ فِي ثَوْبِهٖ، فَأَعْطَاهُ، فَقَسَمَ مِنْهُ عَلٰى رِجَالٍ، وَقَلَّمَ أَظْفَارَهُ، فَأَعْطَاهُ صَاحِبَهُ .

''نبی کریم ﷺ نے اپنے بال مبارک منڈوا کر ایک کپڑے میں رکھ لیے اور وہ ایک قرشی آدمی کو عنایت کر دیئے۔اس میں سے چند بال کچھ لوگوں کو عطا فرمائے، پھر اپنے مبارک ناخن تراش کر اس کے ساتھی کو عنایت کر دیئے۔''

(مسندالإمام أحمد : 42/4، وسندهٔ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (2932) امام ابوعوانہ رحمہ اللہ (3248) نے ''صحیح''، جبکہ امام حاکم رحمہ اللہ (648/1) نے امام بخاری اور امام مسلم کی شرط پر ''صحیح'' قرار دیا ہے۔حافظ

ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

✿ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رَوَاهُ أَحْمَدُ، وَ رِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيحِ .

''اسے امام احمد رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح بخاری کے ہیں۔''

(مجمع الزوائد : 4/19)

نبي كريم ﷺ كے مبارك لعابِ دهن سے تبرك :

① سیدہ اسما بنتِ ابو بکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

إِنَّهَا حَمَلَتْ بِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ بِمَكَّةَ، قَالَتْ : فَخَرَجْتُ وَأَنَا مُتِمٌّ، فَأَتَيْتُ الْمَدِينَةَ، فَنَزَلْتُ قُبَاءً، فَوَلَدْتُّ بِقُبَاءٍ، ثُمَّ أَتَيْتُ بِهٖ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَوَضَعْتُهُ فِي حَجْرِهٖ، ثُمَّ دَعَا بِتَمْرَةٍ، فَمَضَغَهَا، ثُمَّ تَفَلَ فِي فِيهِ، فَكَانَ أَوَّلَ شَيْءٍ دَخَلَ جَوْفَهٗ؛ رِيقُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ حَنَّكَهٗ بِالتَّمْرَةِ، ثُمَّ دَعَا لَهٗ، فَبَرَّكَ عَلَيْهِ، وَكَانَ أَوَّلَ مَوْلُودٍ وُلِدَ فِي الْإِسْلَامِ .

''عبداللہ بن زبیر مکہ مکرمہ میں ان کے پیٹ میں تھے۔ہجرت کے موقع پر وقتِ ولادت قریب تھا۔مدینہ منورہ پہنچ کر میں نے سب سے پہلا پڑاؤ قبا میں ڈالا۔ یہیں عبداللہ بن زبیر کی ولادت ہوئی۔میں بچے کو لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئی اور اسے آپ ﷺ کی گود میں رکھ دیا۔آپ ﷺ نے کھجور منگوا کر اسے چبایا اور بچے کے منہ میں اپنا لعابِ دہن ڈال دیا۔چنانچہ اس بچے کے پیٹ میں جانے والی سب سے پہلی چیز نبی کریم ﷺ کا مبارک

لعاب تھا۔آپ ﷺ نے کھجور کی 'گڑھتی' دی اور اس کے لیے برکت کی دعا فرمائی۔ یہ مدینہ منورہ میں مسلمانوں کا پیدا ہونے والا سب سے پہلا بچہ تھا۔''

(صحيح البخاري: 5469، صحيح مسلم: 2146)

② سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ذَهَبْتُ بِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ الْأَنْصَارِيِّ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ وُلِدَ، وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عَبَائَةٍ يَّهْنَأُ بَعِيرًا لَّهٗ، فَقَالَ: «هَلْ مَعَكَ تَمْرٌ؟»، فَقُلْتُ: نَعَمْ، فَنَاوَلْتُهُ تَمَرَاتٍ، فَأَلْقَاهُنَّ فِي فِيهِ، فَلَاكَهُنَّ، ثُمَّ فَغَرَ فَا الصَّبِيِّ فَمَجَّهٗ فِي فِيهِ، فَجَعَلَ الصَّبِيُّ يَتَلَمَّظُهٗ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «حُبُّ الْأَنْصَارِ التَّمْرُ»، وَسَمَّاهُ عَبْدَ اللّٰهِ.

''جب عبداللہ بن ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے، تو میں انہیں لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔آپ ﷺ اپنی چادر مبارک اوڑھے ہوئے اپنے اونٹ کی مالش کر رہے تھے۔آپ ﷺ نے دریافت کیا: کیا تمہارے پاس کھجور ہے؟ میں نے جواب دیا: جی ہاں! پھر میں نے آپ ﷺ کی خدمت میں کھجوریں پیش کیں۔آپ ﷺ نے انہیں منہ میں ڈال کر چبایا اور اس بچے کا منہ کھول کر اس میں ڈال دیا۔ بچہ انہیں چوسنے لگا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: کھجور انصار کو مرغوب ہے۔نیز آپ ﷺ نے اس بچے کا نام عبداللہ رکھا۔''(صحيح مسلم: 2144)

صحابہ کی محبت رسول کا اندازہ لگائیں کہ جب انہیں اولاد کی نعمت نصیب ہوتی، تو وہ اپنے بچوں کو نبی کریم ﷺ سے گھٹی دلواتے۔یہ معاملہ آپ کی ذاتِ اقدس کے ساتھ خاص

ہے، کیونکہ تبرک آپ ﷺ کا خاصہ ہے۔

نبي كريم ﷺ كے مبارك پسينه سے تبرك :

① سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

دَخَلَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ عِنْدَنَا، فَعَرِقَ، وَجَائَتْ أُمِّي بِقَارُورَةٍ، فَجَعَلَتْ تَّسْلِتُ الْعَرَقَ فِيهَا، فَاسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ : يَا أُمَّ سُلَيْمٍ، مَا هٰذَا الَّذِي تَصْنَعِينَ؟ قَالَتْ : هٰذَا عَرَقُكَ، نَجْعَلُهٗ فِي طِيبِنَا، وَهُوَ مِنْ أَطْيَبِ الطِّيبِ .

''نبی کریم ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے اور ہمارے ہاں قیلولہ فرمایا۔آپ ﷺ کو پسینہ آیا،تو میری والدہ ایک شیشی لا کر پسینہ اس میں ڈالنے لگیں۔اتنے میں نبی کریم ﷺ بیدار ہو گئے۔آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: ام سلیم! یہ آپ کیا کر رہی ہیں؟انہوں نے عرض کیا: یہ آپ کا پسینہ ہے،اسے ہم خوشبو میں ملائیں گے، کیونکہ یہ عمدہ ترین خوشبو ہے۔''(صحيح مسلم :83/2331)

② سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہی بیان کرتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ بَيْتَ أُمِّ سُلَيْمٍ، فَيَنَامُ عَلٰى فِرَاشِهَا، وَلَيْسَتْ فِيهِ، قَالَ : فَجَاءَ ذَاتَ يَوْمٍ، فَنَامَ عَلٰى فِرَاشِهَا، فَأُتِيَتْ، فَقِيلَ لَهَا : هٰذَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَامَ فِي بَيْتِكِ، عَلٰى فِرَاشِكِ، قَالَ فَجَائَتْ وَقَدْ عَرِقَ، وَاسْتَنْقَعَ عَرَقُهٗ عَلٰى قِطْعَةِ

أَدِيمٍ عَلَى الْفِرَاشِ، فَفَتَحَتْ عَتِيدَتَهَا، فَجَعَلَتْ تُنَشِّفُ ذٰلِكَ الْعَرَقَ، فَتَعْصِرُهُ فِي قَوَارِيرِهَا، فَفَزِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: مَا تَصْنَعِينَ يَا أُمَّ سُلَيْمٍ؟ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، نَرْجُو بَرَكَتَهُ لِصِبْيَانِنَا، قَالَ: «أَصَبْتِ».

''نبی اکرم ﷺ سیدہ امِ سلیم رضی اللہ عنہا کے گھر میں تشریف لایا کرتے تھے اور ان کی غیر موجودگی میں ان کے بستر پر سو جایا کرتے تھے۔ایک دن آپ ﷺ ان کے گھر تشریف لائے اور وہیں سو گئے۔سیدہ کو بتایا گیا کہ رسول اللہ ﷺ آپ کے گھر میں آپ کے بستر پر استراحت فرما ہیں،تو وہ آئیں اور دیکھا کہ نبی کریم ﷺ کو پسینہ مبارک آیا ہوا ہے اور کچھ پسینہ چمڑے کے بستر پر ایک جگہ اکٹھا ہوا پڑا ہے۔ سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا ایک شیشی کھول کر وہ پسینہ اس میں بھرنے لگیں۔اسی دوران نبی کریم ﷺ بیدار ہو گئے اور دریافت فرمایا:ام سلیم! کیا کر رہی ہیں؟عرض کیا:اللہ کے رسول!ہم اس کے ذریعے اپنے بچوں کے حق میں برکت کے خواہش مند ہیں۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا: آپ نے ٹھیک (سوچا) ہے۔''

(صحیح مسلم :84/2331)

نبي كريم ﷺ كے ملبوسات سے تبرك :

① سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جس وقت نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی،تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا، أَوْ خَمْسًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ، إِنْ رَأَيْتُنَّ، فَإِذَا فَرَغْتُنَّ فَآذِنَّنِي».

''انہیں تین یا پانچ یا اگر ضرورت محسوس کرو تو اس سے زائد بار غسل دینا۔ جب غسل سے فارغ ہو جاؤ تو مجھے مطلع کر دینا۔''

ہم نے فارغ ہو کر آپ ﷺ کو اطلاع دی، تو آپ ﷺ نے اپنا ازار ہمیں دیا اور فرمایا:

«أَشْعِرْنَهَا إِيَّاهُ».

''اسے ان (زینب رضی اللہ عنہا) کے جسم کے ساتھ لگا دو۔''

(صحيح البخاري : 1257، صحيح مسلم : 939)

④ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک خاتون نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر چادر پیش کی۔ ایک صحابی نے عرض کیا: اللہ کے رسول! یہ کتنی حسین چادر ہے؟ مجھے عنایت فرما دیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ جب نبی کریم ﷺ کھڑے ہوئے، تو اس صحابی کے ساتھیوں نے انہیں ملامت کیا کہ آپ نے اچھا نہیں کیا۔ آپ کو معلوم تھا کہ نبی کریم ﷺ کسی سائل کو خالی ہاتھ نہیں لوٹاتے، تو آپ نے یہ چادر کیوں مانگی؟ جواب میں صحابی رسول نے جواب دیا:

رَجَوْتُ بَرَكَتَهَا حِينَ لَبِسَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَعَلِّي أُكَفَّنُ فِيهَا.

''جب نبی کریم ﷺ نے اسے زیبِ تن فرما لیا تھا، تو میں نے حصولِ برکت کی امید سے یہ حاصل کی تاکہ میں اسے اپنا کفن بنا سکوں۔'' (صحيح البخاري : 6036)

ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں:

إِنِّي وَاللّٰهِ، مَا سَأَلْتُهُ لِأَلْبَسَهُ، إِنَّمَا سَأَلْتُهُ لِتَكُونَ كَفَنِي، قَالَ سَهْلٌ :

فَكَانَتْ كَفَنَهُ.

اللہ کی قسم! میں نے یہ چادر پہننے کے لیے نہیں مانگی۔ میں نے تو (حصولِ تبرک کی غرض سے) اس لیے مانگی ہے تاکہ یہ مبارک چادر میرا کفن بنے۔ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: چنانچہ وہ مبارک چادر ان کا کفن ہی بنی۔''

(صحيح البخاري : 1277)

قصیدہ بردہ کے بارے میں تنبیہ بلیغ :

محمد بن سعید بوصیری (م : 696ھ) نے اپنے ایک خواب کی بنیاد پر قصیدہ بردہ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مبارک کی تعریف) لکھا تھا۔ یہ بوصیری جھوٹا، بدعقیدہ اور بدمذہب تھا۔ اس کے بیان کردہ خواب کا کوئی اعتبار نہیں۔ اس قصیدہ میں بعض اشعار شرکیہ اور کفریہ ہیں۔ جو لوگ عقیدۂ محدثین سے بیزار ہیں، وہ بڑی چاہت و اہتمام کے ساتھ اسے پڑھتے اور سنتے ہیں۔

دیوبندیوں کے شیخ الاسلام، حسین احمد مدنی (م : 1377ھ) لکھتے ہیں:

''انہی افعالِ خبیثہ واقوالِ واہیہ کی وجہ سے اہل عرب کو ان (محمد بن عبدالوہاب اور ان کے ساتھیوں) سے نفرت بے شمار ہے۔ محمد بریلوی اور ان کے اتباع نے جب ان بزرگوارانِ دین کو وہابیت کی طرف منسوب کیا، تو ان لوگوں نے یہ خیال کیا کہ یہ حضرات (دیوبندی) بھی وہابیہ کے پورے موافق ہیں، مگر حقیقت الحال سے ان کو اطلاع ہی نہیں، ورنہ یہ لوگ بھی پوری طرح عقائد میں ان بزرگواروں کے موافق۔ وہابیہ کثرتِ صلاۃ وسلام، درودِ خیر الانام رحمہ اللہ اور قراءتِ دلائل الخیرات، قصیدہ بردہ وقصیدہ ہمزہ (یہ دونوں بوصیری کے ہیں) وغیرہ اور

اس کے پڑھنے اور اس کے استعمال کرنے و درود بنانے کو سخت قبیح و مکدر جانتے ہیں اور بعض اشعار کو قصیدہ بردہ میں شرک وغیرہ کی طرف منسوب کرتے ہیں، مثلاً:

يَا أَشْرَفَ الْخَلْقِ مَا لِي مَنْ أَلُوْذُ بِهٖ   سِوَاكَ عِنْدَ حَلُوْلِ حَوَادِثِ الْعَمَمِ

اے افضل مخلوقات، میرا کوئی نہیں جس کی پناہ پکڑوں، بجز تیرے بروقت نزولِ حوادث۔۔۔

حالانکہ ہمارے مقدس بزرگان دین اپنے متعلقین کو دلائل الخیرات وغیرہ کی سند دیتے ہیں اور ان کو کثرتِ درود وسلام وتحزیب وقراءتِ دلائل وغیرہ کا امر فرماتے رہے ہیں۔ ہزاروں کو مولانا گنگوہی، مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہما نے اجازت فرمائی اور مدتوں خود بھی پڑھتے رہے ہیں اور مولانا نانوتوی مثل شعر بردہ پڑھتے تھے:

مدد کر اے کرمِ احمدی کہ تیرے سوا   نہیں ہے قاسم بے کس کا کوئی حامی کار
جو تُو ہی ہم کو نہ پوچھے تو کون پوچھے گا   بنے گا کون ہمارا تیرے سوا غم خوار

حضرت مولانا ذوالفقار علی صاحب مرحوم ومغفور دیوبندی نے فہم عوام کے واسطے قصیدہ بردہ کی اردو شرح فرمائی اور اس کو باعثِ سعادت خیال فرمایا۔ غرض ہمیشہ بہ جملہ اکابرین (آل دیوبند) سب کی قراءت وغیرہ کی اجازت دیتے رہے۔''

(الشہاب الثاقب، ص: 245)

قارئین کرام! آپ اس دیوبندی عبارت کو بار بار پڑھیں اور ان کے عقیدۂ توحید کی اصلیت کو پہچانیں کہ اکابر دیوبند کے عقائد اور بریلوی عقائد دونوں سابقہ مشرکین سے ماخوذ

ہیں۔ان میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔

دیوبندی اکابر بھی مخلوق سے مدد مانگنا،مشکل میں غیراللہ کو پکارنا، نبی کریم ﷺ کو فریاد رس سمجھنا جائز کہہ رہے ہیں۔ان کے عقیدہ کے مطابق نبی کریم ﷺ بعد از وفات بھی بے کسوں اور بے بسوں کا حال جانتے ہیں۔نیز یہ لوگ آپ ﷺ سے پناہ پکڑنے کو بھی سندِ جواز پیش کر رہے ہیں۔ساتھ ساتھ اہل بدعت کی شرک و کفر اور بدعات وخرافات پر مبنی کتابیں پڑھنے کی ترغیب دے رہے ہیں۔ایسے لوگوں کا محدثین عظام سے کیا واسطہ؟

یہ لوگ صفاتِ باری تعالیٰ میں گمراہی کا شکار ہیں،ان کا کیا بنے گا؟

نبی کریم ﷺ کے مبارک عصا سے تبرک :

❀ سیدنا عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

دَعَانِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ : إِنَّهٗ قَدْ بَلَغَنِي أَنَّ خَالِدَ بْنَ سُفْيَانَ بْنِ نُبَيْحٍ الْهُذَلِيَّ يَجْمَعُ لِيَ النَّاسَ لِيَغْزُوَنِي، وَهُوَ بِعُرَنَةَ، فَأْتِهِ، فَاقْتُلْهُ، قَالَ : قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، انْعَتْهُ لِي حَتّٰى أَعْرِفَهٗ، قَالَ : إِذَا رَأَيْتَهٗ وَجَدْتَّ لَهٗ اقْشَعْرِيرَةً، قَالَ : فَخَرَجْتُ مُتَوَشِّحًا بِسَيْفِي حَتّٰى وَقَعْتُ عَلَيْهِ، وَهُوَ بِعُرَنَةَ مَعَ ظُعُنٍ يَّرْتَادُ لَهُنَّ مَنْزِلًا، وَحِينَ كَانَ وَقْتُ الْعَصْرِ، فَلَمَّا رَأَيْتُهٗ؛ وَجَدْتُ مَا وَصَفَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الِاقْشَعْرِيرَةِ، فَأَقْبَلْتُ نَحْوَهٗ، وَخَشِيتُ أَنْ يَّكُونَ بَيْنِي وَبَيْنَهٗ مُحَاوَلَةٌ تَشْغَلُنِي عَنِ الصَّلَاةِ، فَصَلَّيْتُ وَأَنَا أَمْشِي نَحْوَهٗ أُومِئُ بِرَأْسِي الرُّكُوعَ

وَالسُّجُودَ، فَلَمَّا انْتَهَيْتُ إِلَيْهِ؛ قَالَ : مَنِ الرَّجُلُ؟ قُلْتُ : رَجُلٌ مِّنَ الْعَرَبِ سَمِعَ بِكَ، وَبِجَمْعِكَ لِهٰذَا الرَّجُلِ، فَجَائَكَ لِهٰذَا، قَالَ : أَجَلْ، أَنَا فِي ذٰلِكَ، قَالَ : فَمَشَيْتُ مَعَهٗ شَيْئًا، حَتّٰى إِذَا أَمْكَنَنِي حَمَلْتُ عَلَيْهِ السَّيْفَ حَتّٰى قَتَلْتُهٗ، ثُمَّ خَرَجْتُ، وَتَرَكْتُ ظَعَائِنَهٗ مُكِبَّاتٍ عَلَيْهِ، فَلَمَّا قَدِمْتُ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَرَآنِي، فَقَالَ : «أَفْلَحَ الْوَجْهُ»، قَالَ : قُلْتُ : قَتَلْتُهٗ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، قَالَ : «صَدَقْتَ»، قَالَ : ثُمَّ قَامَ مَعِيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَدَخَلَ بِي بَيْتَهٗ، فَأَعْطَانِي عَصًا، فَقَالَ : «أَمْسِكْ هٰذِهٖ عِنْدَكَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أُنَيْسٍ»، قَالَ : فَخَرَجْتُ بِهَا عَلَى النَّاسِ، فَقَالُوا : مَا هٰذِهِ الْعَصَا؟ قَالَ : قُلْتُ : أَعْطَانِيهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَمَرَنِى أَنْ أُمْسِكَهَا، قَالُوا : أَوَلَا تَرْجِعُ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَسْأَلَهٗ عَنْ ذٰلِكَ؟ قَالَ : فَرَجَعْتُ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، لِمَ أَعْطَيْتَنِي هٰذِهِ الْعَصَا؟ قَالَ : «آيَةٌ بَيْنِي وَبَيْنَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، إِنَّ أَقَلَّ النَّاسِ الْمُتَخَصِّرُونَ يَوْمَئِذٍ»، قَالَ : فَقَرَنَهَا عَبْدُ اللّٰهِ بِسَيْفِهٖ، فَلَمْ تَزَلْ مَعَهٗ، حَتّٰى إِذَا مَاتَ؛ أَمَرَ بِهَا، فَصُبَّتْ مَعَهٗ فِي كَفَنِهٖ، ثُمَّ دُفِنَا جَمِيعًا.

''ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے مجھے بلا کر فرمایا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ خالد بن سفیان بن نبیح ہُذَلی میرے ساتھ جنگ کرنے کے لیے لوگوں کو جمع کر رہا ہے۔اس وقت وہ عرنہ میں ہے۔اس کے پاس جا کر اسے قتل کر آیئے۔میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! مجھے اس کی کوئی علامت بتا دیجیے تا کہ میں اسے پہچان سکوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جب آپ اسے دیکھیں گے، تو اس کے جسم کے بال کھڑے ہوئے محسوس ہوں گے۔میں اپنی تلوار لے کر نکل کھڑا ہوا۔عصر کے وقت جب کہ وہ بھی بطن عرنہ میں اپنی عورتوں کے ساتھ تھا، جو ان کے لیے سفر کو آسان بناتی تھیں، میں اس کے پاس پہنچ گیا۔جب میں نے اسے دیکھا تو نبی کریم ﷺ کا بیان کردہ وصف اس میں پا لیا۔میں اس کی طرف چل پڑا۔پھر میں نے سوچا کہ کہیں میرے اور اس کے درمیان بات چیت شروع ہوگئی، تو نمازِ عصر فوت نہ ہو جائے۔چنانچہ میں نے چلتے چلتے اشارہ سے رکوع اور سجدہ کر کے نماز ادا کر لی۔جب میں اس کے پاس پہنچا تو وہ کہنے لگا: آپ کون ہو؟ میں نے کہا: میں عربی شخص ہوں، جس نے آپ کے بارے اور اس شخص (نبی کریم ﷺ) کے لیے لشکر جمع کرنے کے بارے میں سنا، تو آپ کے پاس آ گیا۔اس نے کہا: بہت اچھا، میں اسی مقصد میں لگا ہوا ہوں۔میں اس کے ساتھ تھوڑی دیر تک چلا اور جب اس پر قابو پا لیا، تو اس پر تلوار اٹھا لی، یہاں تک کہ اسے قتل کر ڈالا۔پھر میں وہاں سے نکلا اور اس کی عورتوں کو اس پر جھکا ہوا چھوڑ دیا۔جب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو آپ ﷺ نے مجھے دیکھ کر فرمایا: یہ چہرہ کامیاب ہو گیا۔ میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! میں اسے قتل کر آیا ہوں۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا: آپ نے سچ کہا ہے۔پھر نبی کریم ﷺ میرے ساتھ اٹھے اور اپنے گھر میں داخل ہوئے۔وہاں سے ایک عصا لا کر مجھے دیا اور فرمایا: عبداللہ بن انیس! اسے اپنے پاس سنبھال کر رکھیے گا۔میں وہ لاٹھی لے کر نکلا، تو صحابہ کرام مجھے روک کر

پوچھنے لگے: اس لاٹھی کا کیا معاملہ ہے؟ میں نے بتایا کہ یہ نبی کریم ﷺ نے مجھے عنایت فرمائی ہے اور مجھے حکم دیا کہ اسے سنبھال کر رکھوں۔ وہ کہنے لگے: تم جا کر نبی کریم ﷺ سے اس کے متعلق پوچھو تو سہی۔ چنانچہ میں نے واپس آکر آپ ﷺ سے پوچھا: اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے مجھے یہ لاٹھی کس لیے عنایت فرمائی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ قیامت کے دن میرے اور تمہارے درمیان ایک علامت ہوگی اور اس دن بہت کم لوگوں کے پاس لاٹھی ہوگی۔

سیدنا عبداللہ بن انیس نے اسے اپنی تلوار کے ساتھ لگا لیا۔ پھر وہ ہمیشہ ان کے پاس رہی اور جب ان کی وفات ہوئی تو ان کی وصیت کے مطابق وہ ان کے کفن میں رکھ دی گئی۔ ہم نے ان کے ساتھ اس چھڑی کو بھی دفن کر دیا۔''

(مسند الإمام أحمد : 486/3، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (982) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (7160) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

(فتح الباري شرح صحيح البخاري : 437/2)

نبی کریم ﷺ کے مبارک مشکیزہ سے تبرک :

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ اپنی والدہ ماجدہ، سیدہ امِ سلیم رضی اللہ عنہا کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰى أُمِّ سُلَيْمٍ، وَفِي الْبَيْتِ قِرْبَةٌ مُّعَلَّقَةٌ، فَشَرِبَ مِنْ فِيهَا وَهُوَ قَائِمٌ، قَالَ : فَقَطَعَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ فَمَ الْقِرْبَةِ، فَهُوَ عِنْدَنَا .

''نبی کریم ﷺ، سیدہ امِ سلیم رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لائے۔ ان کے گھر میں ایک

مشکیزہ لٹکا ہوا تھا۔آپ ﷺ نے اس کے منہ سے کھڑے ہو کر پانی پیا۔سیدہ امِ سلیم رضی اللہ عنہا نے (تبرکاً) مشکیزے کا منہ کاٹ لیا،جو کہ اب بھی ہمارے پاس موجود ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 431/6، شمائل الترمذي : 215، وصحّحه ابن الجارود : 868، وسندهٗ حسنٌ)

فائدہ :

سنن ابن ماجہ (3423) میں یہ الفاظ ہیں:

تَبْتَغِي بَرَكَةَ مَوْضِعِ فِي رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''سیدہ امِ سلیم رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کے منہ لگانے والی جگہ سے برکت حاصل کرنا چاہتی تھیں۔''

معجم کبیر طبرانی (15/25) میں یہ الفاظ ہیں:

أَلْتَمِسُ الْبَرَكَةَ بِذٰلِكَ .

''مجھے اس کے ذریعے برکت حاصل کرنے کی خواہش تھی۔''

یہ دونوں الفاظ سفیان بن عیینہ کی ''تدلیس'' کی وجہ سے ''ضعیف'' ہیں۔

نبی کریم ﷺ کے عطا شدہ سونے سے تبرک :

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے ہمراہ ایک سفر میں تھا۔ایک سست اونٹ پر سوار ہونے کی وجہ سے مَیں سب سے پیچھے رہتا تھا۔جب نبی کریم ﷺ میرے پاس سے گزرے، تو دریافت فرمایا: کون؟ میں نے عرض کیا: جابر بن عبداللہ۔آپ ﷺ نے فرمایا: کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا: میں ایک سست اونٹ پر سوار ہوں۔آپ ﷺ نے مجھ سے چھڑی طلب فرمائی۔میں نے چھڑی آپ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں پیش کی۔آپ ﷺ نے اس اونٹ کو مارا اور ڈانٹا۔نبی کریم ﷺ کی برکت سے وہ اونٹ سب سے آگے بڑھ گیا۔آپ ﷺ نے میرے اونٹ کو خریدنے کی خواہش ظاہر کی، تو میں

عرض گزار ہوا: اللہ کے رسول! یہ آپ ہی کا ہے؟ بلا معاوضہ آپ کی خدمت میں حاضر ہے، مگر نبی کریم ﷺ نے خریدنے پر اصرار کیا اور فرمایا: میں نے چار دینار کے عوض اسے خرید لیا ہے اور مجھے مدینہ منورہ تک اس پر سواری کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ جب ہم مدینہ منورہ پہنچے، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«يَا بِلَالُ، اقْضِهِ وَزِدْهُ» .

''بلال! جابر کو اس کی قیمت ادا کرو اور کچھ اضافی بھی دے دو۔''

سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو چار دینار اور ایک قیراط سونا اضافی دے دیا۔

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

«لَا تُفَارِقُنِي زِيَادَةُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمْ يَكُنِ الْقِيرَاطُ يُفَارِقُ جِرَابَ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ» .

''اللہ کے رسول ﷺ کا اضافی دیا ہوا ایک قیراط سونا مجھ سے کبھی جدا نہیں ہوا۔ راوی کہتے ہیں: سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو نبی کریم ﷺ کا عطا کیا ہوا اضافی ایک قیراط سونا ہمیشہ ان کی تھیلی میں رہا، کبھی جدا نہیں ہوا۔''

(صحيح البخاري : 2309، صحيح مسلم : 715)

نبي كريم ﷺ كے بلغم سے تبرك :

❁ سیدنا مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

فَوَاللّٰهِ، مَا تَنَخَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُخَامَةً؛ إِلَّا وَقَعَتْ فِي كَفِّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ، فَدَلَكَ بِهَا وَجْهَهُ وَجِلْدَهُ .

''اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے جب بھی بلغم تھوکا، (زمین پر گرنے کے بجائے) صحابہ کرام میں سے کسی ایک کے ہاتھ پر گرا۔ انہوں نے اسے لے کر اپنے چہرے اور بدن پر مَل لیا۔'' (صحيح البخاري : 2731)

اس مضمون میں سلف صالحین، یعنی صحابہ کرام، تابعین عظام اور تبع تابعین اعلام کی جانب سے نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کے آثار سے حصولِ تبرک کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

نبی کریم ﷺ کے مبارک بالوں سے تبرک :

❁ عثمان بن عبداللہ بن موہب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

أَرْسَلَنِي أَهْلِي إِلٰى أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَدَحٍ مِنْ مَّاءٍ، فِيهِ شَعَرٌ مِّنْ شَعْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ إِذَا أَصَابَ الْإِنْسَانَ عَيْنٌ أَوْ شَيْءٌ بَعَثَ إِلَيْهَا مِخْضَبَهٗ، فَاطَّلَعْتُ فِي الْجُلْجُلِ، فَرَأَيْتُ شَعَرَاتٍ حُمْرًا.

''مجھے میرے گھر والوں نے نبی اکرم ﷺ کی زوجہ، سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس پانی کا ایک پیالہ دے کر بھیجا، جس میں نبی اکرم ﷺ کے بال تھے۔ جب کسی کو نظر لگ جاتی یا کوئی مسئلہ درپیش ہوتا، تو وہ پانی کا برتن سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیج دیا کرتے (وہ رسول اللہ ﷺ کے مبارک بال، جو کہ انہوں نے چاندی کی ڈبیا میں رکھے ہوئے تھے، نکال کر انہیں اس شخص کے لیے پانی میں ہلاتیں اور بیمار آدمی وہ پانی پی کر شفایاب ہو جاتا)۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے اس ڈبیا میں جھانک کر دیکھا تو مجھے اس میں سرخ بال دکھائی دیے۔'' (صحيح البخاري : 5896)

۞ شارحِ صحیح بخاری، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (773-852ھ) لکھتے ہیں:

وَالْمُرَادُ أَنَّهُ كَانَ مَنِ اشْتَكٰى أَرْسَلَ إِنَاءً إِلٰى أُمِّ سَلَمَةَ، فَتَجْعَلُ فِيهِ تِلْكَ الشَّعَرَاتِ، وَتَغْسِلَهَا فِيهِ، وَتُعِيدُهُ، فَيَشْرَبُهُ صَاحِبُ الْإِنَاءِ، أَوْ يَغْتَسِلُ بِهِ اسْتِشْفَاءً بِهَا، فَتَحْصُلُ لَهُ بَرَكَتُهَا.

''اس حدیثِ مبارکہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی بیمار ہو جاتا، تو وہ کوئی برتن سیدہ امِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیج دیتا۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک بالوں کو اس میں رکھ کر ہلاتیں۔ بیمار شخص اپنے اس برتن سے پانی پیتا، بیماری سے شفا کے لیے غسل کرتا اور اسے اُن مبارک بالوں کی برکت حاصل ہوتی تھی۔''

(فتح الباري شرح صحيح البخاري: 353/10)

۞ امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

قُلْتُ لِعَبِيدَةَ: عِنْدَنَا مِنْ شَعَرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَصَبْنَاهُ مِنْ قِبَلِ أَنَسٍ، أَوْ مِنْ قِبَلِ أَهْلِ أَنَسٍ، فَقَالَ: لَأَنْ تَكُونَ عِنْدِي شَعَرَةٌ مِّنْهُ؛ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا.

''میں نے عبیدہ (بن عمرو سلمانی، مخضرم تابعی) رحمہ اللہ سے کہا: ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ بال مبارک ہیں، جو ہمیں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ یا ان کے گھر والوں کی طرف سے ملے ہیں۔ یہ سن کر عبیدہ رحمہ اللہ کہنے لگے: اگر میرے پاس ان بالوں میں سے ایک بھی ہو، تو وہ میرے لیے ساری دنیا اور اس کی ہر چیز سے زیادہ محبوب ہو۔'' (صحيح البخاري: 170)

ایک روایت میں ہے کہ عبیدہ مخضرم تابعی رحمہ اللہ نے فرمایا:

لَأَنْ يَّكُونَ عِنْدِي مِنْهُ شَعَرَةٌ، أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ كُلِّ صَفْرَاءَ وَبَيْضَاءَ أَصْبَحَتْ عَلٰى وَجْهِ الْأَرْضِ وَفِي بَطْنِهَا .

''اگر میرے پاس نبی کریم ﷺ کا ایک بال ہو،تو وہ مجھے زمین کے اندر اور باہر والے تمام سونے اور چاندی سے محبوب ہو۔''

(مسند الإمام أحمد : 256/3، السنن الکبرٰی للبیهقي : 427/2، وسندہٗ حسنٌ)

❁ اس قول پر حافظ ذہبی رحمہ اللہ (673۔748ھ) ان الفاظ میں تبصرہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْقَوْلُ مِنْ عَبِيْدَةَ؛ هُوَ مِعْيَارُ كَمَالِ الْحُبِّ، وَهُوَ أَنْ يُّؤْثَرَ شَعْرَةٌ نَّبَوِيَّةٌ عَلٰى كُلِّ ذَهَبٍ وَّفِضَّةٍ بِأَيْدِي النَّاسِ، وَمِثْلُ هٰذَا يَقُوْلُهٗ هٰذَا الْإِمَامُ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَمْسِيْنَ سَنَةً، فَمَا الَّذِي نَقُوْلُهٗ نَحْنُ فِي وَقْتِنَا لَوْ وَجَدْنَا بَعْضَ شَعْرِهٖ بِإِسْنَادٍ ثَابِتٍ، أَوْ شِسْعَ نَعْلٍ كَانَ لَهٗ، أَوْ قُلَامَةَ ظُفْرٍ، أَوْ شَقَفَةً مِّنْ إِنَاءٍ شَرِبَ فِيْهِ، فَلَوْ بَذَلَ الْغَنِيُّ مُعْظَمَ أَمْوَالِهٖ فِي تَحْصِيْلِ شَيْءٍ مِّنْ ذٰلِكَ عِنْدَهٗ، أَكُنْتَ تَعُدُّهٗ مُبَذِّرًا أَوْ سَفِيْهاً ؟ كَلَّا .

''عبیدہ سلمانی رحمہ اللہ کا یہ قول کمال محبت کا معیار ہے کہ لوگوں کے پاس تمام سونے اور چاندی پر نبی کریم ﷺ کے ایک بال کو ترجیح دی جائے۔یہ بات نبی کریم ﷺ کی وفات کے صرف پچاس سال بعد یہ تابعی امام فرما رہے ہیں۔اب اگر ہمارے زمانے میں نبی کریم ﷺ کے بال،جوتے کے تسمے، ناخن یا برتن کا ٹکڑا،جس میں آپ ﷺ پانی نوش فرمایا کرتے تھے،صحتِ سند کے ساتھ مل جائے،تو ہم (محبت میں)اس کے بارے میں کیا کہیں گے؟اور اگر کوئی امیر آدمی اس کے حصول کی

خاطر کثیر زر خرچ کر دے، تو کیا ہم اسے فضول خرچ اور بیوقوف کہیں گے؟ نہیں! ہر گز نہیں۔'' (سیر أعلام النبلاء : 42/4)

تنبیہ ①:

❀ ثابت بنانی رحمہ اللہ سے منسوب ہے کہ انہیں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

هٰذِهِ شَعْرَةٌ مِّنْ شَعْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَضَعْهَا تَحْتَ لِسَانِيْ، قَالَ : فَوَضَعْتُهَا تَحْتَ لِسَانِهٖ، فَدُفِنَ وَهِيَ تَحْتَ لِسَانِهٖ .

''یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بال مبارک ہے۔آپ اسے میری زبان کے نیچے رکھ دیجیے۔ثابت کہتے ہیں کہ میں نے وہ بال مبارک ان کی زبان کے نیچے رکھ دیا۔سیدنا انس رضی اللہ عنہ کو جب دفن کیا گیا، تو وہ بال ان کی زبان کے نیچے ہی تھا۔''

(الإصابة في تمييز الصحابة لابن حجر :127/1)

لیکن یہ مردود روایت ہے۔ہبیرہ عیشی کی توثیق درکار ہے، نیز صفوان سے نیچے سند بھی غائب ہے۔فضیلت وہ ہے جو باسندِ صحیح ثابت ہو۔

تنبیہ ②:

❀ جعفر بن عبداللہ بن حکم رحمہ اللہ سے مروی ہے:

إِنَّ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ فَقَدَ قَلَنْسُوَةً لَّهٗ يَوْمَ الْيَرْمُوكِ، فَقَالَ : اطْلُبُوهَا، فَلَمْ يَجِدُوهَا، فَقَالَ : اطْلُبُوهَا، فَوَجَدُوهَا، فَإِذَا هِيَ قَلَنْسُوَةٌ خَلَقَةٌ، فَقَالَ خَالِدٌ : اِعْتَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَحَلَقَ رَأْسَهٗ، فَابْتَدَرَ النَّاسُ جَوَانِبَ شَعْرِهٖ، فَسَبَقْتُهُمْ إِلٰى نَاصِيَتِهٖ،

فَجَعَلْتُهَا فِي هٰذِهِ الْقَلَنْسُوَةِ، فَلَمْ أَشْهَدْ قِتَالًا وَّهِيَ مَعِيَ إِلَّا رُزِقْتُ النَّصْرَ .

''جنگِ یرموک کے موقع پر سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ٹوپی گم ہوگئی،تو انہوں نے کہا:تلاش کرو،مگر ہمیں نہ ملی۔انہوں نے پھر حکم دیا:تلاش کرو،تو ہمیں وہ مل گئی۔وہ ایک پرانی ٹوپی تھی۔سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ ادا کیا اور سر مبارک منڈوایا،تو صحابہ کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اطراف کے بالوں پر ٹوٹ پڑے۔میں ان سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے والے بالوں تک پہنچ گیا اور انہیں میں نے اس ٹوپی میں رکھ لیا۔جس بھی جنگ میں مَیں نے اس ٹوپی کو اپنے ساتھ رکھا،مجھے کامیابی نصیب ہوئی۔''

(المعجم الكبير للطبراني : 104/4، ح : 3804، مسند أبي يعلٰى : 7183، المستدرك على الصحيحين للحاكم : 299/3، دلائل النبوّة للبيهقي : 249/6، دلائل النبوّة لأبي نعيم الأصبهاني :367، تاريخ دمشق لابن عساكر :246/16، سير أعلام النبلاء للذهبي :374/1، 130/16)

تبصرہ :

اس کی سند ''انقطاع'' کی وجہ ''ضعیف'' ہے،جیسا کہ:

۞ حافظ ذہبی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

إِسْنَادُهٗ مُنْقَطِعٌ .

''اس کی سند منقطع ہے۔''(تلخيص المستدرك : 299/3)

۞ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ، وَأَبُو يَعْلٰى بِنَحْوِهٖ، وَرِجَالُهُمَا رِجَالُ الصَّحِيحِ،

وَجَعْفَرٌ سَمِعَ مِنْ جَمَاعَةٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ، فَلَا أَدْرِي سَمِعَ مِنْ خَالِدٍ أَمْ لَا .

''اس روایت کو امام طبرانی اور امام ابویعلیٰ نے روایت کیا ہے۔دونوں کے راوی صحیح بخاری کے ہیں۔جعفر نے صحابہ کرام کی ایک جماعت سے تو سنا ہے،مگر مجھے یہ نہیں معلوم کہ سیدنا خالد سے سنا ہے یا نہیں؟''(مجمع الزوائد : 349/9)

لہٰذا حافظ بوصیری(اتّحاف الخيرة المهرة : 271/7،ح : 6832) کا اس کی سند کو ''صحیح'' کہنا صحیح نہیں۔لگتا ہے کہ ان پر ''انقطاع'' والی علت مخفی رہ گئی اور انہوں نے ظاہر پر حکم لگا دیا۔

اس کی صحت کے مدعی پر اتصالِ سند کا ثبوت ضروری ہے۔

تنبیہ ③ :

۞ عبدالرحمٰن بن محمد بن عبداللہ سے منسوب ہے :

أَوْصٰى عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ عِنْدَ الْمَوْتِ، فَدَعَا بِشَعْرٍ مِّنْ شَعْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَظْفَارٍ مِّنْ أَظْفَارِهٖ، وَقَالَ : إِذَا مُتُّ؛ فَخُذُوا الشَّعْرَ وَالْأَظْفَارَ، ثُمَّ اجْعَلُوهُ فِي كَفَنِي، فَفَعَلُوا ذٰلِكَ .

''سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے موت کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال اور ناخن منگوا کر وصیت فرمائی:جب میں مر جاؤں تو ان بالوں اور ناخنوں کو میرے کفن میں رکھ دینا،چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔''(الطبقات الكبرٰى لابن سعد : 406/5)

یہ جھوٹی روایت ہے،کیونکہ :

① محمد بن عمر واقدی جمہور محدثین کے نزدیک ''ضعیف'' اور ''متروک'' ہے۔

② محمد بن مسلم بن جماز اور عبدالرحمٰن بن محمد بن عبداللہ کی توثیق درکار ہے۔

تنبیہ ④ :

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی طرف منسوب روایت (مناقب أحمد بن حنبل لابن الجوزي : 545، سير أعلام النبلاء للذهبي : 337/11) بھی ''ضعیف'' ہے۔

اس کے راوی عصمہ بن عصام کی توثیق نہیں مل سکی۔

آج کل بعض لوگ نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب بالوں کی زیارت کراتے پھرتے ہیں، ان کے پاس کوئی باسند صحیح ایسی دلیل نہیں، جس سے ثابت ہوتا ہو کہ یہ واقعی آپ ﷺ ہی کے مبارک بال ہیں۔

نبي كريم ﷺ كي چادر اور ته بند مبارك سے تبرك :

❁ سیدنا ابو بردہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَخْرَجَتْ إِلَيْنَا عَائِشَةُ إِزَارًا وَّكِسَاءً مُلَبَّدًا، فَقَالَتْ : فِي هٰذَا قُبِضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک تہہ بند اور موٹی اونی چادر نکال کر ہمیں دکھائی اور فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کی وفات اس چادر میں ہوئی تھی۔''

(صحيح البخاري : 3108، صحيح مسلم : 2080)

❁ صحیح مسلم (2080/34) کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

دَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ، فَأَخْرَجَتْ إِلَيْنَا إِزَارًا غَلِيظًا، مِمَّا يُصْنَعُ بِالْيَمَنِ، وَكِسَاءً مِّنَ الَّتِي يُسَمُّونَهَا الْمُلَبَّدَةَ، قَالَ : فَأَقْسَمَتْ بِاللّٰهِ، إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُبِضَ فِي هٰذَيْنِ الثَّوْبَيْنِ .

''میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا، تو انہوں نے موٹے کپڑے کا ایک تہبند نکالا، جو یمن کا بنا ہوا تھا اور ایک چادر نکالی، جسے ''ملبدہ'' کہا جاتا ہے۔ پھر سیدہ رضی اللہ عنہا نے اللہ کی قسم اٹھا کر بتایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات انہیں دو کپڑوں میں ہوئی تھی۔''

نبي كريم صلی اللہ علیہ وسلم کے جبه مبارك سے تبرك :

❀ سیدہ اسما بنتِ ابو بکر رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن سیدہ اسما رضی اللہ عنہا نے ایک جبہ نکال کر فرمایا:

هٰذِهِ كَانَتْ عِنْدَ عَائِشَةَ حَتّٰى قُبِضَتْ، فَلَمَّا قُبِضَتْ قَبَضْتُهَا، وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُهَا، فَنَحْنُ نَغْسِلُهَا لِلْمَرْضٰى يُسْتَشْفٰى بِهَا .

''یہ تاوقتِ وفات سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا۔ جب ان کی وفات ہوئی، تو اسے میں نے حاصل کر لیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے زیبِ تن فرمایا کرتے تھے اور ہم اسے دھو کر پانی بیماروں کو پلاتے ہیں، تاکہ وہ صحت یاب ہو جائیں۔''

(صحيح مسلم : 2069)

نبي كريم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیاله مبارك سے تبرك :

① سیدنا ابو بردہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے انہیں ایسے مبارک برتن میں پانی پلانے کی پیشکش کی، جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی نوش فرمایا تھا اور انہوں نے اسے اپنے پاس محفوظ کر لیا تھا۔ سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے انہیں فرمایا:

أَلَا أَسْقِيكَ فِي قَدَحٍ شَرِبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِ .

''کیا میں آپ کو اس مبارک پیالے میں پانی نہ پلاؤں، جس میں نبی کریم ﷺ نے پانی نوش فرمایا تھا۔''(صحیح البخاري: 7341)

④ سیدنا ابو بردہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے میری ملاقات ہوئی، تو انہوں نے فرمایا:

اِنْطَلِقْ إِلَی الْمَنْزِلِ، فَأَسْقِيَكَ فِي قَدَحٍ شَرِبَ فِيهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''میرے ساتھ گھر چلیے، میں آپ کو اس پیالہ میں پانی پلاؤں گا، جس میں نبی کریم ﷺ نے پانی نوش فرمایا تھا۔''(صحیح البخاري: 7341)

③ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

فَأَقْبَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ حَتّٰى جَلَسَ فِي سَقِيفَةِ بَنِي سَاعِدَةَ هُوَ وَأَصْحَابُهُ، ثُمَّ قَالَ : «اِسْقِنَا يَا سَهْلُ»، فَخَرَجْتُ لَهُمْ بِهٰذَا الْقَدَحِ، فَأَسْقَيْتُهُمْ فِيهِ، فَأَخْرَجَ لَنَا سَهْلٌ ذٰلِكَ الْقَدَحَ، فَشَرِبْنَا مِنْهُ، قَالَ : ثُمَّ اسْتَوْهَبَهُ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بَعْدَ ذٰلِكَ، فَوَهَبَهُ لَهُ .

''اس دن نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور سقیفہ بنی ساعدہ میں اپنے صحابہ کرام کے ہمراہ بیٹھے، پھر فرمایا: سہل! پانی لاؤ۔ میں نے ایک پیالہ نکال کر سب کو اس میں پانی پلایا۔ سیدنا سہل رضی اللہ عنہ ہمارے لیے بھی وہی پیالہ نکال کر لائے اور ہم نے بھی اس میں پانی پیا۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ بعد میں خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے ان سے یہ پیالہ مانگ لیا تھا اور انہوں نے یہ انہیں عنایت کر دیا۔''

(صحیح البخاري: 5637، صحیح مسلم: 2007)

④ حجاج بن حسان بصری، تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا عِنْدَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، فَدَعَا بِإِنَاءٍ، وَفِيهِ ثَلَاثُ ضِبَابِ حَدِيدٍ، وَحَلْقَةٌ مِّنْ حَدِيدٍ، فَأُخْرِجَ مِنْ غِلَافٍ أَسْوَدَ، وَهُوَ دُونَ الرُّبُعِ وَفَوْقَ نِصْفِ الرُّبُعِ، فَأَمَرَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، فَجُعِلَ لَنَا فِيهِ مَاءٌ، فَأُتِينَا بِهٖ، فَشَرِبْنَا وَصَبَبْنَا عَلٰى رُءُ وسِنَا وَوُجُوهِنَا، وَصَلَّيْنَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''ایک مرتبہ ہم لوگ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔اسی دوران انہوں نے ایک برتن منگوایا، جس میں لوہے کے تین ٹکڑے اور ایک چھلّا لگا ہوا تھا۔انہوں نے وہ برتن ایک کالے غلاف سے نکالا تھا، جو چوتھائی سے کم اور نصف چوتھائی سے کچھ زیادہ تھا۔سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے حکم پر اس میں ہمارے لیے پانی ڈالا گیا۔ہم نے وہ پانی نوش کیا،اپنے سر اور چہرے پر ڈالا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام پڑھا۔''(مسند الإمام أحمد : 187/3، وسندهٗ حسنٌ)

نبي كريم صلی اللہ علیہ وسلم كے پسينه مبارك سے تبرك :

① سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ أُمَّ سُلَيْمٍ كَانَتْ تَبْسُطُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِطَعًا، فَيَقِيلُ عِنْدَهَا عَلٰى ذٰلِكَ النِّطَعِ، قَالَ : فَإِذَا نَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَتْ مِنْ عَرَقِهٖ وَشَعَرِهٖ، فَجَمَعَتْهُ فِي قَارُورَةٍ، ثُمَّ جَمَعَتْهُ فِي سُكٍّ، قَالَ : فَلَمَّا حَضَرَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ الْوَفَاةُ، أَوْصٰى إِلَيَّ أَنْ يُّجْعَلَ فِي حَنُوطِهٖ مِنْ ذٰلِكَ السُّكِّ، قَالَ : فَجُعِلَ فِي حَنُوطِهٖ .

''سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چمڑے کی چٹائیاں بچھا دیا کرتی تھیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے یہاں انہیں چٹائیوں پر قیلولہ فرما لیا کرلیتے تھے۔پھر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سوجاتے تو سیدہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ مبارک اور(جھڑے ہوئے)بال مبارک لے لیتیں۔پسینے کو ایک شیشی میں جمع کرتیں،پھر سُک(ایک خوشبو)میں ملا لیتیں۔راوی حدیث بیان کرتے ہیں کہ جب سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب ہوا،تو انہوں نے وصیت کی کہ اس سُک(جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ ملا ہوا ہے)میں سے کچھ حصہ ان کو کفن پر دی جانے والی خوشبو میں ملا دیا جائے۔چنانچہ وہ ان کی خوشبو میں ملایا گیا۔''

(صحيح البخاري :6281)

② امام محمد بن سیرین تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

فَاسْتَوْهَبْتُ مِنْ أُمِّ سُلَيْمٍ مِّنْ ذٰلِكَ السُّكِّ، فَوَهَبَتْ لِي مِنْهُ، قَالَ أَيُّوبُ : فَاسْتَوْهَبْتُ مِنْ مُّحَمَّدٍ مِّنْ ذٰلِكَ السُّكِّ، فَوَهَبَ لِي مِنْهُ، فَإِنَّهٗ عِنْدِي الْآنَ، قَالَ : فَلَمَّا مَاتَ مُحَمَّدٌ؛ حُنِّطَ بِذٰلِكَ السُّكِّ، قَالَ : وَكَانَ مُحَمَّدٌ يُّعْجِبُهٗ أَنْ يُّحَنَّطَ الْمَيِّتُ بِالسُّكِّ .

''میں نے سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا سے سُک ملی ہوئی خوشبو مانگی(جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ مبارک ملا ہوا تھا)۔انہوں نے مجھے وہ عطا فرما دی۔ایوب سختیانی رحمہ اللہ کہتے ہیں:میں نے بھی محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے اس کا کچھ حصہ مانگا،تو انہوں نے بھی عنایت فرما دیا۔وہ اب بھی میرے پاس موجود ہے۔ایوب سختیانی رحمہ اللہ کہتے ہیں:جب امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ فوت ہوئے،تو انہیں یہی خوشبو لگائی گئی۔امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ کی یہ خواہش تھی کہ ان کی میت کو یہی خوشبو لگائی جائے۔''

(الطبقات الكبرٰى لابن سعد : 428/8، المعجم الكبير للطبراني : 19/25، ح : 290)

③ حُمید طویل تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

تُوُفِّيَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، فَجُعِلَ فِي حَنُوطِهِ سُكَّةٌ، أَوْ سُكٌّ، وَمِسْكَةٌ فِيهَا مِنْ عَرَقِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''جب سیدنا انس رضی اللہ عنہ فوت ہوئے، تو ان (کے کفن) کو ایسی خوشبو دی گئی، جس میں نبی کریم ﷺ کا پسینہ مبارک شامل تھا۔''

(المعجم الکبیر للطبراني: 249/1، ح: 715، السنن الکبریٰ للبیهقي: 406/3، وسندہٗ حسنٌ)

نبی کریم ﷺ کے نعلین کریمین سے تبرک:

❁ عیسیٰ بن طہمان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

أَخْرَجَ إِلَيْنَا أَنَسٌ نَّعْلَيْنِ جَرْدَاوَيْنِ لَهُمَا قِبَالَان، فَحَدَّثَنِي ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ بَعْدُ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّهُمَا نَعْلَا النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہمارے پاس بالوں کے بغیر چمڑے والے دو جوتے لائے، ان کے دو تسمے تھے۔ بعد میں مجھے ثابت بنانی رحمہ اللہ نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بتایا کہ وہ نعلین کریمین نبی کریم ﷺ کے تھے۔''

(صحیح البخاري: 438/1، ح: 3107)

نبی کریم ﷺ کی مبارک چھڑی سے تبرک:

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

إِنَّهٗ كَانَتْ عِنْدَهٗ عُصَيَّةٌ لِّرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَاتَ، فَدُفِنَتْ مَعَهٗ بَيْنَ جَيْبِهٖ وَقَمِيصِهٖ.

''سیدنا عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کے پاس نبی کریم ﷺ کی ایک چھوٹی سے چھڑی تھی۔ جب وہ فوت ہوئے، تو چھڑی ان کے ساتھ ان کی قمیص اور پہلو کے درمیان دفن کر دی گئی۔''

(مسند البزّار (کشف الأستار: 395/1، ح: 840)، وسندہٗ حسنٌ)

نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک ہے، کیونکہ اس میں آپ ﷺ کا جسدِ اطہر مدفون ہے، لیکن اسے متبرک قرار نہیں دیا جا سکتا، کیونکہ کسی صحابیِ رسول، کسی تابعی یا تبع تابعی سے با سندِ صحیح آپ ﷺ کی قبر مبارک سے تبرک حاصل کرنا ثابت نہیں۔ یہ دین میں غلوّ ہے اور غلوّ اسلام میں ممنوع ہے۔ اسی طرح قبرِ نبی کو مَس کرنا اور بوسہ دینا بھی ثابت نہیں۔

حق دین صرف وہ ہے، جو سلف صالحین نے اپنایا۔ شریعت میں ایسی باتوں کا کوئی اعتبار نہیں، جن سے سلف صالحین ناواقف تھے۔

① سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

إِنَّهُمْ لَمَّا فَتَحُوا تُسْتَرَ، قَالَ : فَوَجَدَ رَجُلًا أَنْفُهُ ذِرَاعٌ فِي التَّابُوتِ، كَانُوا يَسْتَظْهِرُونَ وَيَسْتَمْطِرُونَ بِهِ، فَكَتَبَ أَبُو مُوسٰى إِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بِذٰلِكَ، فَكَتَبَ عُمَرُ : إِنَّ هٰذَا نَبِيٌّ مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ، وَالنَّارُ لَا تَأْكُلُ الْأَنْبِيَاءَ، وَالْأَرْضُ لَا تَأْكُلُ الْأَنْبِيَاءَ، فَكَتَبَ أَنِ انْظُرْ أَنْتَ وَأَصْحَابُكَ، يَعْنِي أَصْحَابَ أَبِي مُوسٰى، فَادْفِنُوهُ فِي مَكَانٍ لَّا يَعْلَمُهُ أَحَدٌ غَيْرُكُمَا، قَالَ : فَذَهَبْتُ أَنَا وَأَبُو مُوسٰى، فَدَفَنَّاهُ.

”جب صحابہ کرام نے تستر کو فتح کیا، تو وہاں تابوت میں ایک شخص کا جسم دیکھا، ان کی ناک ہمارے ایک ہاتھ کے برابر تھی۔ وہاں کے لوگ اس تابوت کے

وسیلے سے غلبہ و بارش طلب کیا کرتے تھے۔ سیّدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف خط لکھ کر سارا واقعہ بیان کیا۔ سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے نبیوں میں سے ایک نبی ہیں۔ نہ آگ نبی کو کھاتی ہے نہ زمین۔ پھر فرمایا: تم اور تمہارے ساتھی کوئی ایسی جگہ دیکھو جس کا تم دونوں کے علاوہ کسی کو علم نہ ہو، وہاں اس تابوت کو دفن کر دو۔ سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں اور سیّدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما گئے اور انہیں (ایک گم نام جگہ میں) دفن کر دیا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 27/13، وسندهٗ صحيحٌ)

اگر نبی کی قبر سے تبرک لینا جائز ہوتا، تو سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کبھی یہ نہ فرماتے: تم اور تمہارے ساتھی کوئی ایسی جگہ دیکھو جس کا تم دونوں کے علاوہ کسی کو علم نہ ہو اور وہاں اس تابوت کو دفن کر دو۔ صحابہ کرام کبھی ایسا نہ کرتے۔

حکمت کی بات تو یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے علاوہ کسی نبی کی قبر کا علم ہمیں نہیں دیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو ہر قسم کے غلوّ سے بچا کر بھی رکھا گیا۔ اسی طرح بہت سے صحابہ کرام، تابعین عظام اور تبع تابعین اعلام کی قبروں کا ہمیں علم نہیں، کیونکہ قبروں سے تبرک اور وسیلہ جائز نہیں، ورنہ انبیائے کرام کی قبریں ہم پر ظاہر کر دی جاتیں۔

② سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (سفر سے واپسی کے موقع پر) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کرتے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے لیے رحمت کی دُعا کرتے۔

(الموطأ للإمام مالك :166/1، ح : 68، وسندهٗ صحيحٌ)

③ نافع تابعی رحمہ اللہ اپنے استاذ، صحابی جلیل کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

إِنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَكْرَهُ مَسَّ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو چھونا مکروہ سمجھتے تھے۔''

(جزء محمّد بن عاصم الثقفيّ، ص : 106، ح : 27، سير أعلام النبلاء للذهبي : 378/12، وسندهٗ صحيحٌ)

④ مشہور تابعی، ابو العالیہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

لَمَّا افْتَتَحْنَا تُسْتَرَ؛ وَجَدْنَا فِي بَيْتِ مَالِ الْهُرْمُزَانِ سَرِيرًا عَلَيْهِ رَجُلٌ مَيِّتٌ، عِنْدَ رَأْسِهِ مُصْحَفٌ لَّهٗ، فَأَخَذْنَا الْمُصْحَفَ، فَحَمَلْنَاهُ إِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَدَعَا لَهٗ كَعْبًا، فَنَسَخَهٗ بِالْعَرَبِيَّةِ، أَنَا أَوَّلُ رَجُلٍ مِّنَ الْعَرَبِ قَرَأَهٗ، قَرَأْتُهٗ مِثْلَ مَا أَقْرَأُ الْقُرْآنَ هٰذَا، فَقُلْتُ لِأَبِي الْعَالِيَةِ : مَا كَانَ فِيهِ؟ فَقَالَ : سِيرَتُكُمْ، وَأُمُورُكُمْ، وَدِينُكُمْ، وَلُحُونُ كَلَامِكُمْ، وَمَا هُوَ كَائِنٌ بَعْدُ، قُلْتُ : فَمَا صَنَعْتُمْ بِالرَّجُلِ؟ قَالَ : حَفَرْنَا بِالنَّهَارِ ثَلَاثَةَ عَشَرَ قَبْرًا مُتَفَرِّقَةً، فَلَمَّا كَانَ فِي اللَّيْلِ دَفَنَّاهُ وَسَوَّيْنَا الْقُبُورَ كُلَّهَا، لِنُعَمِّيَهٗ عَلَى النَّاسِ لَا يَنْبُشُونَهٗ، فَقُلْتُ : وَمَا تَرْجُونَ مِنْهُ؟ قَالَ : كَانَتِ السَّمَاءُ إِذَا حُبِسَتْ عَلَيْهِمْ بَرَزُوا بِسَرِيرِهٖ، فَيُمْطَرُونَ، قُلْتُ : مَنْ كُنْتُمْ تَظُنُّونَ الرَّجُلَ؟ قَالَ : رَجُلٌ يُّقَالُ لَهٗ : دَانْيَالُ، فَقُلْتُ : مُذْ كَمْ وَجَدْتُمُوهُ مَاتَ؟ قَالَ : مُذْ ثَلَاثِمِائَةِ سَنَةٍ، فَقُلْتُ : مَا كَانَ تَغَيَّرَ شَيْءٌ؟ قَالَ : لَا، إِلَّا شُعَيْرَاتٌ مِّنْ قَفَاهُ، إِنَّ لُحُومَ الْأَنْبِيَاءِ لَا تُبْلِيهَا الْأَرْضُ، وَلَا تَأْكُلُهَا السِّبَاعُ.

''ہم نے جب تستر شہر کو فتح کیا، تو ہرمزان کے بیت المال میں ایک چارپائی

دیکھی، جس پر ایک فوت شدہ شخص پڑا تھا۔اس کے سر کے پاس ایک کتاب پڑی تھی۔ہم نے وہ کتاب اٹھالی اور اسے سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لے گئے۔انہوں نے کعب احبار تابعی رحمہ اللہ کو بلایا، جنہوں نے اس کتاب کا عربی میں ترجمہ کر دیا۔میں عربوں میں پہلا شخص تھا، جس نے اس کتاب کو پڑھا۔میں اس کتاب کو یوں پڑھ رہا تھا گویا کہ قرآن کو پڑھ رہا ہوں۔

ابو العالیہ رحمہ اللہ کے شاگرد کہتے ہیں: میں نے ان سے پوچھا: اس کتاب میں کیا لکھا تھا؟ انہوں نے فرمایا: اس میں امتِ محمدیہ کی سیرت، معاملات، دین، تمہارے لہجے اور بعد کے حالات پر روشنی ڈالی گئی تھی۔

میں نے عرض کیا: آپ نے اس فوت شدہ شخص کا کیا کیا؟ انہوں نے فرمایا: ہم نے دن کے وقت مختلف جگہوں پر تیرہ (13) قبریں کھودیں، پھر رات کے وقت ان میں سے ایک میں انہیں دفن کر دیا اور سب قبریں زمین کے برابر کر دیں۔اس طرح کرنے کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو صحیح قبر کا علم نہ ہو اور قبر کشائی نہ کر سکیں۔میں نے عرض کیا: وہ لوگ اس فوت شدہ سے کیا امید رکھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: ان کا خیال یہ تھا کہ جب وہ قحط سالی میں مبتلا ہوتے ہیں تو ان کی چارپائی کو باہر نکالنے سے بارش برسائی جاتی ہے۔میں نے پوچھا: آپ کے خیال میں وہ شخص کون ہو سکتا تھا؟ انہوں نے کہا: ایک آدمی تھا، جسے دانیال کہا جاتا تھا۔میں نے پوچھا: آپ کے خیال کے مطابق وہ کتنے عرصے سے فوت ہو چکے تھے؟ انہوں نے فرمایا: تین سو (300) سال سے (لگتا ہے کہ تین ہزار سال کے الفاظ تین سو سال میں تبدیل ہو گئے ہیں)۔میں نے کہا: کیا ان کے جسم میں کوئی تبدیلی آئی تھی؟ انہوں نے فرمایا: بس گدی سے چند بال گرے تھے، کیونکہ انبیاءِ

کرام کے اجسام میں نہ زمین تصرف کرتی ہے، نہ درندے اسے کھاتے ہیں۔''

(السيرة لابن إسحاق : 66، 67، طبع دار الفكر، دلائل النبوّة للبيهقي : 382/1، وسندهٗ حسنٌ)

ان آثار سے ثابت ہوا کہ صحابہ، انبیاءِ کرام کی قبروں سے تبرک اور توسل کو ناجائز سمجھتے تھے۔اسی لئے انہوں نے بڑے اہتمام سے ایک نبی کی قبر کو چھپا دیا تا کہ نہ لوگوں کو ان کی قبر کا علم ہو، نہ وہ اس سے تبرک اور توسل حاصل کر سکیں۔

۞ اسی بارے میں شیخ الاسلام، ابن تیمیہ رحمہ اللہ (661-728ھ) فرماتے ہیں:

فَفِي هٰذِهِ الْقِصَّةِ مَا فَعَلَهُ الْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ، مِنْ تَعْمِيَةِ قَبْرِهٖ، لِئَلَّا يَفْتَتِنَ بِهِ النَّاسُ، وَهُوَ إِنْكَارٌ مِّنْهُمْ لِذٰلِكَ.

''اس واقعے میں مہاجرین اور انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دانیال علیہ السلام کی قبر کو چھپایا تا کہ لوگ اس کی وجہ سے شرک و بدعت میں مبتلا نہ ہوں۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام انبیا و صلحا کی قبروں سے توسل کو ناجائز سمجھتے تھے۔''

(اقتضاء الصراط المستقيم لمخالفة أصحاب الجحيم : 200/2)

۞ شیخ الاسلام ثانی، عالمِ ربانی، علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (691-751ھ) لکھتے ہیں:

فَفِي هٰذِهِ الْقِصَّةِ مَا فَعَلَهُ الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْأَنْصَارُ مِنْ تَعْمِيَةِ قَبْرِهٖ، لِئَلَّا يَفْتَتِنَ بِهِ النَّاسُ، وَلَمْ يُبْرِزُوْهُ لِلدُّعَاءِ عِنْدَهٗ وَالتَّبَرُّكِ بِهٖ، وَلَوْ ظَفِرَ بِهِ الْمُتَأَخِّرُوْنَ لَجَادَلُوْا عَلَيْهِ بِالسُّيُوْفِ، وَلَعَبَدُوْهُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ، فَهُمْ قَدِ اتَّخَذُوْا مِنَ الْقُبُوْرِ أَوْثَاناً مَّنْ لَّا يُدَانِي هٰذَا وَلَا يُقَارِبُهٗ، وَأَقَامُوْا لَهَا سَدَنَةً، وَجَعَلُوْهَا مَعَابِدَ أَعْظَمَ مِنَ الْمَسَاجِدِ.

فَلَوْ كَانَ الدُّعَاءُ عِنْدَ الْقُبُوْرِ وَالصَّلَاةُ عِنْدَهَا وَالتَّبَرُّكُ بِهَا فَضِيْلَةً أَوْ

سُنَّةً أَوْ مُبَاحاً؛ لَنَصبَ الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْأَنْصَارُ هٰذَا الْقَبْرَ عِلْمًا لِّذٰلِكَ، وَدَعَوْا عِنْدَهٗ، وَسَنُّوْا ذٰلِكَ لِمَنْ بَّعْدَهُمْ، وَلٰكِنْ كَانُوْا أَعْلَمَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَدِيْنِهٖ مِنَ الْخُلُوْفِ الَّتِي خَلَفَتْ بَعْدَهُمْ، وَكَذٰلِكَ التَّابِعُوْنَ لَهُمْ بِإِحْسَانٍ رَّاحُوْا عَلٰى هٰذَا السَّبِيْلِ، وَقَدْ كَانَ عِنْدَهُمْ مِّنْ قُبُوْرِ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْأَمْصَارِ عَدَدٌ كَثِيْرٌ، وَهُمْ مُّتَوَافِرُوْنَ، فَمَا مِنْهُمْ مَنِ اسْتَغَاثَ عِنْدَ قَبْرِ صَاحِبٍ، وَلَا دَعَاهُ، وَلَا دَعَا بِهٖ، وَلَا دَعَا عِنْدَهٗ، وَلَا اسْتَشْفٰى بِهٖ، وَلَا اسْتَسْقٰى بِهٖ، وَلَا اسْتَنْصَرَ بِهٖ، وَمِنَ الْمَعْلُوْمِ أَنَّ مِثْلَ هٰذَا مِمَّا تَتَوَفَّرُ الْهِمَمُ وَالدَّوَاعِي عَلٰى نَقْلِهٖ، بَلْ عَلٰى نَقْلِ مَا هُوَ دُوْنَهٗ.

وَحِيْنَئِذٍ، فَلَا يَخْلُوْ، إِمَّا أَنْ يَّكُوْنَ الدُّعَاءُ عِنْدَهَا وَالدُّعَاءُ بِأَرْبَابِهَا أَفْضَلَ مِنْهُ فِي غَيْرِ تِلْكَ الْبُقْعَةِ، أَوْ لَا يَكُوْنَ، فَإِنْ كَانَ أَفْضَلَ، فَكَيْفَ خَفِيَ عِلْمًا وَّعَمَلًا عَلَى الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ وَتَابِعِيْهِمْ؟ فَتَكُوْنُ الْقُرُوْنُ الثَّلَاثَةُ الْفَاضِلَةُ جَاهِلَةً بِهٰذَا الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ، وَتَظْفَرُ بِهِ الْخُلُوْفُ عِلْمًا وَّعَمَلًا؟ وَلَا يَجُوْزُ أَنْ يَّعْلَمُوْهُ وَيَزْهَدُوْا فِيْهِ، مَعَ حِرْصِهِمْ عَلٰى كُلِّ خَيْرٍ لَّا سِيَّمَا الدُّعَاءُ، فَإِنَّ الْمُضْطَرَّ يَتَشَبَّثُ بِكُلِّ سَبَبٍ، وَإِنْ كَانَ فِيْهِ كَرَاهَةٌ مَّا، فَكَيْفَ يَكُوْنُوْنَ مُضْطَرِّيْنَ فِي كَثِيْرٍ مِّنَ الدُّعَاءِ، وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ فَضْلَ الدُّعَاءِ عِنْدَ الْقُبُوْرِ، ثُمَّ لَا يَقْصُدُوْنَهٗ؟ هٰذَا مَحَالٌ طَبعاً وَّشَرْعاً.

فَتَعَيَّنَ الْقِسْمُ الآخَرُ، وَهُوَ أَنَّهُ لَا فَضْلَ لِلدُّعَاءِ عِنْدَهَا، وَلَا هُوَ مَشْرُوْعٌ، وَلَا مَأْذُوْنٌ فِيْهِ بِقَصْدِ الْخُصُوْصِ، بَلْ تَخْصِيْصُهَا بِالدُّعَاءِ عِنْدَهَا ذَرِيْعَةٌ إِلٰى مَا تَقَدَّمَ مِنَ الْمَفَاسِدِ، وَمِثْلُ هٰذَا مِمَّا لَا يَشْرَعُهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ الْبَتَّةَ، بَلِ اسْتِحْبَابُ الدُّعَاءِ عِنْدَهَا شَرْعُ عِبَادَةٍ لَّمْ يَشْرَعْهَا اللّٰهُ، وَلَمْ يُنَزِّلْ بِهَا سُلْطَاناً.

''اس واقعہ میں مہاجرین و انصار صحابہ کرام نے سیّدنا دانیال علیہ السلام کی قبر کو چھپا دیا تا کہ لوگ اس کی وجہ سے فتنہ شرک و بدعت میں مبتلا نہ ہوں۔ انہوں نے دعا اور تبرک کی خاطر قبر کو ظاہر نہیں کیا۔ اگر بعد والے مشرک وہاں ہوتے، تو تلواریں لے کر ٹوٹ پڑتے، اللہ تعالیٰ کے علاوہ اس کی عبادت کرتے، ان کی قبروں کو بت خانہ بنا لیتے، وہاں ایک قبہ بنا دیتے، اس پر مجاور بن بیٹھتے، اسے مساجد سے بھی بڑی عبادت گاہ بنا ڈالتے، کیونکہ وہ ان لوگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا چکے ہیں، جو ان سے کم درجہ ہیں۔

اگر قبروں کے پاس دعا مانگنا اور وہاں نماز پڑھنا اور فیض روحانی حاصل کرنا فضیلت والا کام یا سنت، بلکہ مباح بھی ہوتا، تو مہاجرین وانصار اس قبر پر جھنڈا گاڑ دیتے، وہاں اپنے لیے دعا کرتے اور بعد والوں کے لیے ایک طریقہ جاری کر دیتے، لیکن وہ بعد والوں کی نسبت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو زیادہ جاننے والے تھے۔ یہی حال تابعین عظام کا تھا کہ وہ بھی انہی کے راستے پر چلتے رہے، حالانکہ ان کے پاس مختلف شہروں میں صحابہ کرام کی بے شمار قبریں تھیں، لیکن انہوں نے کسی صحابی کی قبر سے فریاد نہیں کی، نہ اسے پکارا، نہ اس کے ذریعے

دعا کی، نہ اس کے پاس جا کر دعا کی، نہ اس کے واسطے سے شفا طلب کی، نہ اس کے واسطے سے بارش طلب کی، نہ اس کے ذریعے سے مدد طلب کی اور یہ بات تو طے شدہ ہے کہ ان کے پاس ایسی باتوں کو نقل کرنے کی استطاعت اور وافر اسباب موجود تھے، بلکہ انہوں نے اس سے چھوٹی چھوٹی باتیں بھی نقل کی ہوئی ہیں۔

یوں یہ صورتِ حال دو باتوں سے خالی نہیں ہے؛ یا تو قبر کے پاس دعا کرنا اور اس کے وسیلے سے مانگنا دوسری جگہوں سے افضل ہے یا نہیں۔ اگر افضل ہے، تو اس کا علم اور عمل صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین سے کیسے مخفی رہا؟ کیا پھر تین افضل ادوار اس فضل عظیم سے لاعلم رہے اور برے جانشینوں نے اسے ڈھونڈ لیا؟ کیونکہ ایسا تو نہیں ہوسکتا کہ انہیں پتہ بھی چل جائے، مگر وہ اس سے صرفِ نظر کر جائیں، حالانکہ وہ ہر نیکی بالخصوص دعا کے حریص تھے۔ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ مجبور آدمی تو ہر ذریعہ استعمال کرتا ہے، اگرچہ اس میں کراہت ہی ہو؟ تو کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ دعاؤں کی قبولیت کے سلسلے میں مجبور بھی ہوں اور وہ قبروں کے پاس دعا کی فضیلت جانتے ہوئے بھی اس کا قصد نہ کرتے ہوں، یہ بات طبعاً اور شرعاً ناممکن ہے؟

اب دوسری قسم کا تعین ہو گیا کہ ان قبروں کے پاس دعا کرنے میں فضیلت اور مشروعیت نہیں ہے، نہ خصوصی طور پر وہاں جانے کی اجازت ہے، بلکہ وہاں خصوصیت کے ساتھ دعا کرنا ان خرابیوں کا سبب بنتا ہے، جو شروع کتاب میں بیان ہو چکی ہیں۔ وہاں اپنے لیے دعا مانگنے کو جائز اور افضل جاننا ایسی عبادت ہے، جس کی شرع میں اجازت نہیں، نہ ہی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے اسے جائز رکھا اور نہ ہی اس کے حق میں کوئی دلیل نازل کی ہے۔''

(إغاثة اللهفان من مصايد الشيطان :1/203-204)

من وعن یہی عبارت علامہ برکوی حنفی رحمہ اللہ (981ھ) نے اپنی کتاب زیارۃ القبور (ص:39۔40) میں ذکر کی ہے۔

قبروں کو چھونا اور بوسہ دینا علماءِ اسلام کی نظر میں :

قبروں کو چھونے اور ان کو بوسہ دینے کے بارے میں علماءِ اسلام کی آرا ملاحظہ ہوں:

❀ ابو حامد محمد بن محمد طوسی، المعروف بہ علامہ غزالی (450۔505ھ) قبروں کو چھونے اور ان کو بوسہ دینے کے بارے میں فرماتے ہیں:

إِنَّهٗ عَادَةُ النَّصَارٰی وَالْيَهُودِ.

''ایسا کرنا یہود و نصاریٰ کی عادت ہے۔''(إحياء علوم الدين :244/1)

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (631۔676ھ) نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک کو چومنے اور اس پر ماتھا وغیرہ ٹیکنے کے بارے میں فرماتے ہیں:

لَا يَجُوزُ أَنْ يُّطَافَ بِقَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَيُكْرَهُ إِلْصَاقُ الْبَطْنِ وَالظَّهْرِ بِجِدَارِ الْقَبْرِ، قَالَهُ الْحَلِيمِيُّ وَغَيْرُهٗ، وَيُكْرَهُ مَسْحُهٗ بِالْيَدِ وَتَقْبِيلُهٗ، بَلِ الْـاَدَبُ أَنْ يَّبْعُدَ مِنْهُ كَمَا يَبْعُدُ مِنْهُ لَوْ حَضَرَ فِي حَيَاتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، هٰذَا هُوَ الصَّوَابُ، وَهُوَ الَّذِي قَالَهُ الْعُلَمَاءُ وَأَطْبَقُوا عَلَيْهِ، وَيَنْبَغِي أَنْ لَّا يَغْتَرَّ بِكَثِيرٍ مِّنَ الْعَوَامِّ فِي مُخَالَفَتِهِمْ ذٰلِكَ، فَإِنَّ الِاقْتِدَاءَ وَالْعَمَلَ؛ إِنَّمَا يَكُونُ بِأَقْوَالِ الْعُلماءِ، وَلَا يُلْتَفَتُ إِلٰى مُحْدَثَاتِ الْعَوَّامِ وَجَهَالَاتِهِمْ، وَلَقَدْ أَحْسَنَ السَّيِّدُ الْجَلِيلُ أَبُو عَلِيٍّ الْفُضَيْلُ بْنُ عِيَاضٍ رَّحِمَهُ

اللّٰهُ تَعَالٰی فِي قَوْلِهٖ مَا مَعْنَاهُ : اِتَّبِعْ طُرُقَ الْهُدٰی وَلَا یَضُرُّكَ قِلَّةُ السَّالِکِینَ، وَإِیَّاكَ وَطُرُقَ الضَّلَالَةِ، وَلَا تَغْتَرَّ بِکَثْرَةِ الْهَالِکِینَ، وَمَنْ خَطَرَ بِبَالِهٖ أَنَّ الْمَسْحَ بِالْیَدِ وَنَحْوِهٖ أَبْلَغُ فِي الْبَرَکَةِ، فَهُوَ مِنْ جَهَالَتِهٖ وَغَفْلَتِهٖ، لِأَنَّ الْبَرَکَةَ إِنَّمَا هِيَ فِیمَا وَافَقَ الشَّرْعَ وَأَقْوَالَ الْعُلَمَاءِ، وَکَیْفَ یُبْتَغَی الْفَضْلُ فِي مُخَالَفَةِ الصَّوَابِ ؟

''نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک کا طواف کرنا جائز نہیں۔اسی طرح قبر مبارک کی دیوار سے اپنا پیٹ اور اپنی پشت چمٹانا بھی مکروہ ہے،علامہ حلیمی وغیرہ نے یہ بات فرمائی ہے۔قبر کو (تبرک کی نیت سے) ہاتھ لگانا اور اسے بوسہ دینا بھی مکروہ عمل ہے۔قبر مبارک کا اصل ادب تو یہ ہے کہ اس سے دور رہا جائے،جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں آپ کے پاس حاضر ہونے والے کے لیے ادب دور رہنا ہی تھا۔یہی بات درست ہے اور علماءِ کرام نے اسی بات کی صراحت کی ہے اور اس پر اتفاق بھی کیا ہے۔کوئی مسلمان اس بات سے دھوکا نہ کھا جائے کہ عام لوگ ان ہدایات کے برعکس عمل کرتے ہیں،کیونکہ اقتدا تو علماءِ کرام کے (اتفاقی) اقوال کی ہوتی ہے،نہ کہ عوام کی بدعات اور جہالتوں کی۔سید جلیل،ابوعلی فضیل بن عیاض رحمہ اللہ نے کیا خوب فرمایا ہے:راہِ ہدایت کی پیروی کرو،اس راہ پر چلنے والوں کی قلت نقصان دہ نہیں۔گمراہیوں سے بچو اور گمراہوں کی کثرتِ افراد سے دھوکا نہ کھاؤ(ہم اس قول کی سند پر مطلع نہیں ہو سکے)۔جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ قبر مبارک کو ہاتھ لگانے اور اس طرح کے دوسرے بدعی کاموں سے زیادہ برکت حاصل ہوتی ہے، وہ اپنی جہالت اور کم علمی کی بنا پر ایسا سوچتا ہے،کیونکہ برکت تو

شریعت کی موافقت اور اہل علم کے اقوال کی روشنی میں ملتی ہے۔خلافِ شریعت کاموں میں برکت کا حصول کیسے ممکن ہے؟۔''

(الإيضاح في مناسك الحجّ والعمرة، ص : 456)

❀ شیخ الاسلام،ابن تیمیہ رحمہ اللہ (661ـ728ھ) فرماتے ہیں :

وَأَمَّا التَّمَسُّحُ بِالْقَبْرِ أَوِ الصَّلَاةُ عِنْدَهٗ، أَوْ قَصْدُهٗ لِأَجْلِ الدُّعَاءِ عِنْدَهٗ، مُعْتَقِدًا أَنَّ الدُّعَاءَ هُنَاكَ أَفْضَلُ مِنَ الدُّعَاءِ فِي غَيْرِهٖ، أَوِ النَّذْرُ لَهٗ وَنَحْوُ ذٰلِكَ، فَلَيْسَ هٰذَا مِنْ دِينِ الْمُسْلِمِينَ، بَلْ هُوَ مِمَّا أُحْدِثَ مِنَ الْبِدَعِ الْقَبِيحَةِ الَّتِي هِيَ مِنْ شُعَبِ الشِّرْكِ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ وَأَحْكَمُ .

''قبر کو (تبرک کی نیت سے) ہاتھ لگانا،اس کے پاس نماز پڑھنا،دُعا مانگنے کے لیے قبر کے پاس جانا، یہ اعتقاد رکھنا کہ وہاں دُعا کرنا عام جگہوں پر دُعا کرنے سے افضل ہے اور قبر پر نذر و نیاز کا اہتمام کرنا وغیرہ ایسے کام ہیں جن کا دین اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔یہ کام تو ان قبیح بدعات میں سے ہیں، جو شرک کے مختلف شعبہ جات سے تعلق رکھتی ہیں۔واللہ اعلم واحکم۔''(مجموع الفتاوٰی : 321/24)

❀ نیز فرماتے ہیں :

وَأَمَّا التَّمَسُّحُ بِالْقَبْرِ، اَيَّ قَبْرٍ كَانَ، وَتَقْبِيلُهٗ وَتَمْرِيغُ الْخَدِّ عَلَيْهِ، فَمَنْهِيٌّ عَنْهُ بِاتِّفَاقِ الْمُسْلِمِينَ، وَلَوْ كَانَ ذٰلِكَ مِنْ قُبُورِ الْاَنْبِيَاءِ، وَلَمْ يَفْعَلْ هٰذَا أَحَدٌ مِّنْ سَلَفِ الْأُمَّةِ وَأَئِمَّتِهَا، بَلْ هٰذَا مِنَ الشِّرْكِ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : ﴿وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ۞ وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا﴾(نوح71:23-24)، وَقَدْ

تَقَدَّمَ أَنَّ هٰؤُلَاءِ أَسْمَاءُ قَوْمٍ صَالِحِينَ، كَانُوا مِنْ قَوْمِ نُوحٍ، وَأَنَّهُمْ عَكَفُوا عَلٰى قُبُورِهِمْ مُّدَّةً، ثُمَّ طَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ، فَصَوَّرُوا تَمَاثِيلَهُمْ، لَاسِيَّمَا إِذَا اقْتَرَنَ بِذٰلِكَ دُعَاءُ الْمَيِّتِ وَالِاسْتِغَاثَةُ بِهٖ .

''قبر کسی کی بھی ہو، اس کو (تبرک کی نیت سے) چھونا، بوسہ دینا اور اس پر اپنے رخسار ملنا منع ہے اور اس بات پر سب مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ یہ کام انبیاءِ کرام کی قبورِ مبارکہ کے ساتھ بھی کیا جائے، تو اس کا یہی حکم ہے۔ اسلافِ امت اور ائمہ دین میں سے کسی نے ایسا کام نہیں کیا، بلکہ یہ کام شرک ہے، جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ﴿﴾ وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا﴾(نوح 71 : 23-24) (وہ [قوم نوح کے مشرکین] کہنے لگے: تم کسی بھی صورت وَد، سُوَاع، یَغُوث، یَعُوق اور نَسر کو نہ چھوڑو، [یوں] انہوں نے بے شمار لوگوں کو گمراہ کر دیا)۔ یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ یہ سب قومِ نوح کے نیک لوگوں کے نام تھے۔ ایک عرصہ تک یہ لوگ ان کی قبروں پر ماتھے ٹیکتے رہے، پھر جب لمبی مدت گزر گئی، تو انہوں نے ان نیک ہستیوں کی مورتیاں گھڑ لیں۔ قبروں کی یہ تعظیم اس وقت خصوصاً شرک بن جاتی ہے جب اس کے ساتھ ساتھ میت کو پکارا جانے لگے اور اس سے مدد طلب کی جانے لگے۔''(مجموع الفتاوٰی : 27/91-92)

۞ شیخ موصوف ایک اور مقام پر فرماتے ہیں :

اِتَّفَقَ السَّلَفُ عَلٰى أَنَّهٗ لَا يَسْتَلِمُ قَبْرًا مِّنْ قُبُورِ الْاَنْبِيَاءِ وَغَيْرِهِمْ، وَلَا يَتَمَسَّحُ بِهٖ، وَلَا يُسْتَحَبُّ الصَّلَاةُ عِنْدَهٗ، وَلَا قَصْدُهٗ لِلدُّعَاءِ عِنْدَهٗ،

أَوْ بِهِ، لِأَنَّ هٰذِهِ الْأُمُورَ كَانَتْ مِنْ أَسْبَابِ الشِّرْكِ وَعِبَادَةِ الْأَوْثَانِ .

''سلف صالحین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قبریں انبیاءِ کرام کی ہوں یا عام لوگوں کی، ان کو نہ بوسہ دینا جائز ہے، نہ ان کو (تبرک کی نیت سے) چھونا۔قبروں کے پاس نماز کی ادائیگی اور دعا کی قبولیت کی غرض سے جانا یا ان قبروں کے وسیلے سے دُعا کرنا مستحسن نہیں۔یہ سارے کام شرک اور بت پرستی کا سبب بنتے ہیں۔''

(مجموع الفتاوٰی : 31/27)

✿ علامہ ابن الحاج رحمہ اللہ (م: 737ھ) قبرنبوی کے بارے میں بات کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فَتَرٰی مَنْ لَّا عِلْمَ عِنْدَهٗ يَطُوفُ بِالْقَبْرِ الشَّرِيفِ، كَمَا يَطُوفُ بِالْكَعْبَةِ الْحَرَامِ، وَيَتَمَسَّحُ بِهٖ وَيُقَبِّلُهٗ، وَيُلْقُونَ عَلَيْهِ مَنَادِيلَهُمْ وَثِيَابَهُمْ، يَقْصِدُونَ بِهِ التَّبَرُّكَ، وَذٰلِكَ كُلُّهٗ مِنَ الْبِدَعِ، لِأَنَّ التَّبَرُّكَ إِنَّمَا يَكُونُ بِالِاتِّبَاعِ لَهٗ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ، وَمَا كَانَ سَبَبُ عِبَادَةِ الْجَاهِلِيَّةِ لِلْأَصْنَامِ؛ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْبَابِ .

''آپ جاہلوں کو دیکھیں گے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کا کعبہ کی طرح طواف کرتے ہیں، اور تبرک کی نیت سے اس کو چھوتے ہیں، بوسہ دیتے ہیں، اس پر اپنے رومال اور کپڑے ڈالتے ہیں۔یہ سارے کام بدعت ہیں، کیونکہ برکت تو صرف اور صرف آپ علیہ السلام کے اتباع سے حاصل ہوتی ہے۔دورِ جاہلیت میں بتوں کی عبادت کا سبب یہی چیزیں بنی تھیں۔''(المدخل :263/1)

✿ احمد ونشریسی (م :914ھ) لکھتے ہیں:

وَمِنْهَا تَقْبِيلُ قَبْرِ الرَّجُلِ الصَّالِحِ أَوِ الْعَالِمِ، فَإِنَّ هٰذَا كُلَّهٗ بِدْعَةٌ .

''ان کاموں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کسی نیک شخص یا عالم کی قبر کو چوما جائے، یہ سب کام بدعت ہیں۔''(المعيار المعرب : 490/2)

❁ علامہ احمد بن محمد بن اسماعیل، طحاوی، حنفی (م:1231ھ) کہتے ہیں:

وَلَا يَمَسُّ الْقَبْرَ، وَلَا يُقَبِّلُهٗ، فَإِنَّهٗ مِنْ عَادَةِ أَهْلِ الْكِتَابِ .

''(قبروں کی زیارت کرنے والا) نہ قبر کو چھوئے اور نہ بوسہ دے، کیونکہ یہ یہود و نصاریٰ کا وطیرہ ہے۔''

(حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح : 620)

❁ علامہ، عبد الرؤف، مناوی رحمہ اللہ حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں :

«فَزُورُوا الْقُبُورَ»، أَي بِشَرْطِ أَنْ لَّا يَقْتَرِنَ بِذٰلِكَ تَمَسُّحٌ بِالْقَبْرِ، أَوْ تَقْبِيلٌ، أَوْ سُجُودٌ عَلَيْهِ، أَوْ نَحْوُ ذٰلِكَ، فَإِنَّهٗ كَمَا قَالَ السُّبْكِيُّ : بِدْعَةٌ مُّنْكَرَةٌ، إِنَّمَا يَفْعَلُهَا الْجُهَّالُ .

''تم قبروں کی زیارت کرو، یعنی اس شرط پر کہ زیارت کے ساتھ قبر کو چھونے یا چومنے یا اس پر سجدہ وغیرہ کرنے کا ارتکاب نہ کیا جائے۔ کیونکہ یہ بقول علامہ سبکی منکر بدعت اور جاہلوں کا کام ہے۔''

(فيض القدير : 55/5، شفاء السقام للسبكي، ص : 313)

اس سے معلوم ہوا کہ سلف صالحین انبیاءِ کرام کی قبروں سے تبرک حاصل نہیں کرتے تھے، لیکن جو لوگ سلف صالحین کی مخالفت اور بدعت کو بھی جائز سمجھتے ہوں، ان سے کیا توقع کی جا سکتی ہے؟ اس کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیں:

علامہ ابن عابدین، شامی حنفی لکھتے ہیں :

وَضْعُ السُّتُورِ، وَالْعَمَائِمِ، وَالثِّيَابِ عَلٰى قُبُورِ الصَّالِحِينَ الْأَوْلِيَاءِ كَرِهَهُ الْفُقَهَاءُ، حَتّٰى قَالَ فِي فَتَاوَى الْحُجَّةِ : وَتُكْرَهُ السُّتُورُ عَلَى الْقُبُورِ، وَلٰكِنْ نَّحْنُ الْآنَ نَقُولُ : إِنْ كَانَ الْقَصْدُ بِذٰلِكَ التَّعْظِيمَ فِي أَعْيُنِ الْعَامَّةِ، حَتّٰى لَا يَحْتَقِرُوا صَاحِبَ هٰذَا الْقَبْرِ۔۔۔، فَهُوَ أَمْرٌ جَائِزٌ لَّا يَنْبَغِي النَّهْيُ عَنْهُ، لِأَنَّ الْأَعْمَالَ بِالنِّيَّاتِ، وَلِكُلِّ امْرِءٍ مَّا نَوٰى، فَإِنَّهٗ وَإِنْ كَانَ بِدْعَةً عَلٰى خِلَافِ مَا كَانَ عَلَيْهِ السَّلَفُ ۔۔۔ .

''نیک اولیا کی قبروں پر چادریں، پگڑیاں اور کپڑے رکھنے کو ہمارے فقہا نے مکروہ قرار دیا ہے،حتی کہ فتاوی الحجہ میں لکھا ہے : قبروں پر چادریں ڈالنا مکروہ ہے۔ لیکن ہم اب کہتے ہیں کہ اگر اس سے عام لوگوں کی نظروں میں صاحب ِقبر کی تعظیم پیدا کرنا مقصود ہو تا کہ وہ صاحب ِقبر کو حقیر نہ سمجھیں۔۔۔،تو یہ جائز ہے، اس سے روکنا درست نہیں، کیونکہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کو وہی کچھ ملتا ہے،جس کی وہ نیت کرتا ہے۔یہ عمل اگرچہ بدعت ہے اور اس طریقے کے خلاف ہے،جس پر سلف صالحین کاربند تھے۔۔۔''

(العقود الدريّة في تنقيح الفتاوى الحامديّة : 325/2، فتاوى الشامي : 363/6)

ملاحظہ فرمائیں کہ اسے بدعت بھی قرار دیا جا رہا ہے اور یہ بھی اقرار کیا جا رہا ہے کہ سلف صالحین اس عمل پر کاربند نہیں تھے،لیکن پھر بھی اسے جائز کہا جا رہا ہے۔کیا اس سے یہ بات بخوبی معلوم نہیں ہو جاتی کہ بعض لوگ اپنا دین کتاب وسنت اور سلف صالحین سے نہیں، بلکہ اپنی آراو خواہشات سے اخذ کرتے ہیں۔قبروں کی جعلی اور خود ساختہ تعظیم سے شرک کی راہ ہموار

کرنا مقصود ہے۔اگر شریعت میں اس کا کوئی تصور ہوتا،تو سلف صالحین اسے ضرور اپناتے۔ صحابہ کرام نے قبر نبی اور تابعین عظام نے قبورِ صحابہ کے ساتھ اور تبع تابعین اعلام نے قبورِ تابعین کے ساتھ ایسا کوئی معاملہ نہیں کیا۔

❀ فقہ حنفی کی مستند کتاب میں لکھا ہے:

وَلَا يَمْسَحُ الْقَبْرَ وَلَا يُقَبِّلُهُ، فَإِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَادَةِ النَّصَارٰى، وَلَا بَأْسَ بِتَقْبِيلِ قَبْرِ وَالِدَيْهِ.

''قبرستان جانے والا قبر کو نہ چھوئے،نہ بوسہ دے،کیونکہ یہ نصاریٰ کی عادت ہے، البتہ اپنے والدین کی قبر کو بوسہ دینے میں کوئی حرج نہیں۔''

(الفتاوی الهنديّة المعروف به فتاویٰ عالمگیری: 351/5)

قبروں کو بوسہ دینا جب نصاریٰ کی عادت ہے تو یہ عادت والدین کی قبر پر کیسے سندِ جواز حاصل کرے گی؟

صحابہ کرام اور قبر رسول سے تبرک:

بعض الناس نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک سے تبرک حاصل کرنے کو جائز قرار دیتے ہیں، ان کے مزعومہ دلائل کا انتہائی مختصر اور جامع تبصرہ پیش خدمت ہے:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور قبر نبوي سے تبرک:

① جب سیّدنا ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے خط پر سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو شام کی طرف کوچ کرنے کے لئے شہر سے باہر نکلے کو کہا،تو سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے مسجدِ نبوی میں حاضر ہو کر چار رکعت نماز ادا کی،پھر قبر رسول کی زیارت کی اور سلام کیا۔

(فتوح الشام للواقدي: 306/1-307)

تبصرہ :

یہ بے سند کہانی محمد بن عمر واقدی کی گھڑنتل ہے۔

امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عِنْدِي مِمَّنْ يَّضَعُ الْحَدِيْثَ .

''میرے نزدیک اس کا شمار حدیث گھڑنے والوں میں ہوتا ہے۔''

(الجرح والتعديل لابن أبي حاتم : 21/8، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ اسے امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ (الجرح والتعدیل : 21/8)، امام بخاری رحمہ اللہ (الضعفاء الكبير للعقيلي : 107/4، وسندهٗ صحيحٌ)، امام مسلم رحمہ اللہ (الكنٰى والأسماء : 1952)، امام نسائی رحمہ اللہ (الضعفاء : 557) اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (تقريب التهذيب : 6175) نے ''متروک الحدیث'' کہا ہے۔

❀ امام بندار بن بشار رحمہ اللہ کہتے ہیں:

مَا رَأَيْتُ أَكْذَبَ شَفَتَيْنِ مِنَ الْوَاقِدِيِّ .

''میں نے واقدی سے بڑھ کر جھوٹے ہونٹوں والا راوی نہیں دیکھا۔''

(تاريخ بغداد للخطيب : 14/3، وسندهٗ صحيحٌ)

اسے امام ابو زرعہ رازی رحمہ اللہ (الجرح والتعديل لابن أبي حاتم : 21/8) اور امام دارقطنی رحمہ اللہ (سنن الدارقطني : 164/2) نے ''ضعیف'' کہا ہے۔

❀ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يَرْوِي أَحَادِيثَ غَيْرَ مَحْفُوظَةٍ، وَّالْبَلَاءُ مِنْهُ، وَمُتُونُ أَخْبَارِ الْوَاقِدِيِّ غَيْرُ مَحْفُوظَةٍ، وَهُوَ بَيِّنُ الضَّعْفِ .

''یہ شخص غیر محفوظ احادیث بیان کرتا ہے اور یہ مصیبت اسی کی اپنی طرف سے ہے۔ نیز اس کی روایات کے متون غیر محفوظ ہیں اور وہ خود واضح ضعیف ہے۔''

(الكامل في ضعفاء الرجال : 243/6)

❁ امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَالْوَاقِدِيُّ عِنْدَ أَئِمَّةِ أَهْلِ النَّقْلِ؛ ذَاهِبُ الْحَدِيْثِ.

''واقدی ائمہ محدثین کرام کے نزدیک ضعیف راوی ہے۔''(تاريخ بغداد :37/1)

❁ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْجُمْهُوْرُ.

''اسے جمہور محدثین کرام نے ضعیف کہا ہے۔''(مجمع الزوائد : 255/3)

❁ حافظ ابن الملقن رحمہ اللہ کہتے ہیں:

وَقَدْ ضَعَّفَهُ الْجُمْهُوْرُ.

''یقیناً اسے جمہور محدثین نے ضعیف کہا ہے۔''(البدر المنير : 324/5)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَقَدْ تَقَرَّرَ أَنَّ الْوَاقِدِيَّ ضَعِيْفٌ.

''یہ بات مسلّم ہے کہ واقدی ضعیف راوی ہے۔''(سير أعلام النبلاء : 454/9)

② کعب احبار رحمہ اللہ کے قبولِ اسلام کے بعد سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں فرمایا: کیا آپ قبرِ رسول کی زیارت کے لئے میرے ساتھ چلو گے؟ انہوں نے کہا: امیر المومنین، جی ہاں! پھر جب کعب احبار رحمہ اللہ اور سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ مدینہ آئے، تو سب سے پہلے قبر رسول کی زیارت کی اور سلام کہا، پھر سیّدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی قبر پر کھڑے ہو کر سلام کیا اور دو رکعت نماز ادا فرمائی۔

(فتوح الشام للواقدي :318/1)

تبصرہ :

یہ بے سند روایت بھی محمد بن عمر واقدی کی کارستانی ہے، ایسی بے سند باتوں کا کوئی اعتبار نہیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور قبر نبي سے تبرك :

۞ ابوالجوزا، اوس بن عبداللہ تابعی رحمہ اللہ سے مروی ہے :

قُحِطَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ قَحْطًا شَدِيدًا، فَشَكَوْا إِلٰى عَائِشَةَ، فَقَالَتْ : اُنْظُرُوا قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاجْعَلُوا مِنْهُ كِوًى إِلَى السَّمَاءِ، حَتّٰى لَا يَكُونَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ السَّمَاءِ سَقْفٌ، قَالَ : فَفَعَلُوا، فَمُطِرْنَا مَطَرًا حَتّٰى نَبَتَ الْعُشْبُ، وَسَمِنَتِ الْإِبِلُ، حَتّٰى تَفَتَّقَتْ مِنَ الشَّحْمِ، فَسُمِّيَ عَامَ الْفَتْقِ .

''ایک مرتبہ اہل مدینہ سخت قحط میں مبتلا ہوگئے۔انہوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے (اس کیفیت کے بارے میں)شکایت کی۔سیدہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس جاؤ اور وہاں سے ایک کھڑکی آسمان کی طرف اس طرح کھولو کہ قبر اور آسمان کے درمیان کوئی پردہ حائل نہ رہے۔راوی کہتا ہے کہ لوگوں نے اسی طرح کیا تو بہت زیادہ بارش ہوئی، یہاں تک کہ خوب سبزہ اُگ آیا اور اونٹ ایسے ہوگئے کہ (محسوس ہوتا تھا) جیسے وہ چربی سے پھٹ پڑیں گے۔لہٰذا اس سال کا نام عام الفتق (پیٹ پھٹنے والا سال) رکھ دیا گیا۔''

(سنن الدارمي :1/58، ح : 93، مشكاة المصابيح : 5950)

تبصرہ :

اس روایت کی سند ''ضعیف'' ہے، کیونکہ اس کے راوی عمرو بن مالک نکری (ثقہ وحسن الحدیث) کی حدیث ابوالجوزا سے غیر محفوظ ہوتی ہے۔ یہ روایت بھی ایسی ہی ہے۔

❀ حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَقَالَ ابْنُ عَدِيٍّ : حَدَّثَ عَنْهُ عَمْرُو بْنُ مَالِكٍ قَدْرَ عَشْرَةِ أَحَادِيثَ غَيْرِ مَحْفُوظَةٍ .

''امام ابن عدی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ابوالجوزا سے عمرو بن مالک نے تقریباً دس غیر محفوظ احادیث بیان کی ہیں۔'' (تهذيب التهذيب :336/1)

یہ جرح مفسر ہے۔

یہ اثر بھی عمرو بن مالک نکری نے اپنے استاذ ابو الجوزا سے روایت کیا ہے، لہٰذا یہ غیر محفوظ، یعنی ''منکر'' ہے۔

اس کی نکارت پر وہ بات بھی دلالت کرتی ہے، جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شیخ الاسلام، ابن تیمیہ رحمہ اللہ (661-728ھ) فرماتے ہیں:

وَمَا رُوِيَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا مِنْ فَتْحِ الْكَوَّةِ مِنْ قَبْرِهٖ إِلَى السَّمَاءِ، لِيَنْزِلَ الْمَطَرُ، فَلَيْسَ بِصَحِيحٍ، وَلَا يَثْبُتُ إِسْنَادُهٗ، وَمِمَّا يُبَيِّنُ كِذْبَ هٰذَا أَنَّهٗ فِي مُدَّةِ حَيَاةِ عَائِشَةَ لَمْ يَكُنْ لِلْبَيْتِ كَوَّةٌ، بَلْ كَانَ بَاقِياً كَمَا كَانَ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ بَعْضُهٗ مَسْقُوفٌ وَّبَعْضُهٗ مَكْشُوفٌ، وَكَانَتِ الشَّمْسُ تَنْزِلُ فِيهِ، كَمَا ثَبَتَ فِي الصَّحِيحَيْنِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ فِي حُجْرَتِهَا، لَمْ يَظْهَرِ الْفَيْءُ

بَعْدُ، وَلَمْ تَزَلِ الْحُجْرَةُ النَّبَوِيَّةُ كَذٰلِكَ فِي مَسْجِدِ الرَّسُولِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ، وَمِنْ حِينَئِذٍ دَخَلَتِ الْحُجْرَةُ النَّبَوِيَّةُ فِي الْمَسْجِدِ، ثُمَّ إِنَّهُ بُنِيَ حَوْلَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ الَّتِي فِيهَا الْقَبْرُ؛ جِدَارٌ عَالٍ، وَبَعْدَ ذٰلِكَ جُعِلَتِ الْكَوَّةُ لِيَنْزِلَ مِنْهَا مَنْ يَنْزِلُ إِذَا احْتِيجَ إِلٰى ذٰلِكَ لِأَجْلِ كَنْسٍ أَوْ تَنْظِيفٍ، وَأَمَّا وُجُودُ الْكَوَّةِ فِي حَيَاةِ عَائِشَةَ؛ فَكَذِبٌ بَيِّنٌ.

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے جو بارش کے لیے قبر نبوی پر سے کھڑکی کھولنے کی روایت مروی ہے، وہ صحیح نہیں۔ اس کی سند ''ضعیف'' ہے۔ اس کے خلافِ واقعہ ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حیاتِ مبارکہ میں حجرہ مبارکہ میں کوئی کھڑکی نہیں تھی۔ وہ حجرہ تو اسی طرح تھا، جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں تھا کہ اس کا بعض حصہ چھت والا اور بعض کھلا تھا۔ دھوپ اس میں داخل ہوتی تھی جیسا کہ صحیح بخاری (522) و مسلم (611) میں ثابت ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی بیان کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب عصر کی نماز ادا فرماتے، تو ابھی حجرہ مبارکہ میں دھوپ ہوتی تھی اور ابھی تک سایہ نہ آیا ہوتا تھا۔ مسجدِ نبوی کے ساتھ یہ حجرہ نبویہ بالکل اسی طرح قائم رہا۔ (پھر جب مسجد میں توسیع ہوئی) تو اس وقت سے حجرہ مسجد میں داخل ہو گیا۔ پھر حجرہ عائشہ، جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک ہے، اس کے گرد ایک بلند دیوار بنا دی گئی۔ اس کے بعد اس دیوار میں ایک کھڑکی رکھی گئی تا کہ صفائی وغیرہ کی ضرورت کے لیے اس میں داخل ہوا جا سکے۔ جہاں تک سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حیاتِ مبارکہ میں کسی کھڑکی کے ہونے کی بات ہے تو یہ

واضح طور پر جھوٹ ہے۔''(الردّ علی البکري، ص : 74-68)

اگر اس روایت کو صحیح مان بھی لیا جائے، تو اس سے توسّل کی وہ صورت ثابت نہیں ہوتی جس کا اثبات بعض لوگ اس سے کرتے ہیں۔ بلکہ اس سے تو ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام، نبی اکرم ﷺ کی ذات سے توسل نہیں کرتے تھے۔

❁ شیخ الاسلام، ابن تیمیہ رحمہ اللہ ہی فرماتے ہیں :

لَوْ صَحَّ ذٰلِكَ لَكَانَ حُجَّةً وَّدَلِيلًا عَلٰى أَنَّ الْقَوْمَ لَمْ يَكُونُوا يُقْسِمُونَ عَلَى اللّٰهِ بِمَخْلُوقٍ، وَّلَا يَتَوَسَّلُونَ فِي دُعَائِهِمْ بِمَيِّتٍ، وَلَا يَسْأَلُونَ اللّٰهَ بِهٖ، وَإِنَّمَا فَتَحُوا عَلَى الْقَبْرِ لِتَنْزِلَ الرَّحْمَةُ عَلَيْهِ، وَلَمْ يَكُنْ هُنَاكَ دُعَاءٌ يُّقْسِمُونَ بِهٖ عَلَيْهِ، فَأَيْنَ هٰذَا مِنْ هٰذَا .

''اگر یہ روایت صحیح ہو، تو بھی اس بات پر دلیل بنے گی کہ صحابہ کرام نہ تو اللہ تعالیٰ کو مخلوق کی قسم دیتے تھے، نہ اپنی دعا میں فوت شدگان کا وسیلہ دیتے تھے، نہ اللہ تعالیٰ سے اس کے وسیلے سے مانگتے تھے۔ انہوں نے تو صرف اس قبر مبارک سے روشن دان کھولا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہو۔ انہوں نے وہاں کوئی دعا تو نہیں مانگی تھی، جس میں وہ کوئی وسیلہ پکڑتے۔ لہٰذا اس کا مسئلہ توسل سے کیا تعلق؟''

(الردّ علی البکري، ص : 74)

یعنی یہ روایت فوت شدگان سے توسل لینے والوں کو کوئی فائدہ نہیں دیتی۔

ایک الزامی جواب :

اس روایت کا ایک الزامی جواب یہ بھی ہے کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

وَمَنْ حَدَّثَكَ أَنَّهٗ يَعْلَمُ الْغَيْبَ، فَقَدْ كَذَبَ، وَهُوَ يَقُولُ : لَا يَعْلَمُ

الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ .

''جوکوئی تمہیں بتائے کہ سیّدنا محمد ﷺ غیب جانتے ہیں،وہ جھوٹا ہے، اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں کہ غیب کی باتوں کو اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔''

(صحيح البخاري : 7380، صحيح مسلم : 177)

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ بات چونکہ قبوری مذہب کے خلاف ہے،اس لیے اس کے جواب میں بعض الناس نے لکھا ہے:

''آپ رضی اللہ عنہا کا یہ قول اپنی رائے سے ہے،اس پر کوئی حدیث ِمرفوع پیش نہیں فرماتیں، بلکہ آیات سے استدلال فرماتی ہیں۔''(''جاءالحق'':124/1)

ہم پوچھتے ہیں کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا علم غیب کے متعلق قول قبول نہیں،تو ان کا نبی کریم ﷺ کی قبر کے متعلق یہ قول کیوں قبول ہے؟ جبکہ وہ اس پر بھی کوئی آیت و حدیث پیش نہیں فرما رہیں۔اس پر یہ سہاگہ کہ یہ قول ثابت بھی نہیں ہے۔

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما اور قبر نبی سے تبرک :

❁ محمد بن منکدر تابعی رحمہ اللہ کی طرف منسوب ہے:

رَأَيْتُ جَابِرًا رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَهُوَ يَبْكِي عِنْدَ قَبْرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ يَقُولُ : هٰهُنَا تُسْكَبُ الْعَبَرَاتُ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : «مَا بَيْنَ قَبْرِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ» .

''میں نے سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک کے پاس روتے دیکھا۔ وہ فرما رہے تھے: آنسو بہانے کی جگہ یہی ہے۔میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ

فرماتے ہوئے سنا تھا: میری قبر اور میرے منبر کے درمیان والی جگہ جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے۔''(شعب الإيمان للبيهقي : 3866)

تبصرہ :

اس کی سند سخت ترین ''ضعیف'' ہے، کیونکہ :

① امام بیہقی رحمہ اللہ کا استاذ محمد بن حسین ابوعبدالرحمٰن سلمی ''ضعیف'' ہے۔

۞ اس کے بارے میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

تَكَلَّمُوا فِيهِ، وَلَيْسَ بِعُمْدَةٍ .

''محدثین کرام نے اس پر جرح کی ہے، یہ قابل اعتماد شخص نہیں تھا۔''

(ميزان الاعتدال في نقد الرجال : 523/3)

۞ انہوں نے اسے ''ضعیف'' بھی کہا ہے۔(تذكرة الحفّاظ : 166/3)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی اس پر جرح کی ہے۔

(الإصابة في تمييز الصحابة : 252/2)

۞ محمد بن یوسف قطان، نیشاپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

غَيْرُ ثِقَةٍ، وَكَانَ يَضَعُ لِلصُّوفِيَةِ الْأَحَادِيثَ .

''یہ قابل اعتبار شخص نہیں تھا اور یہ صوفیوں کے لیے روایات گھڑتا تھا۔''

(تاريخ بغداد للخطيب : 247/2، وسندهٗ صحيحٌ)

② اس کے مرکزی راوی محمد بن یونس بن موسیٰ کُدَیمی کے بارے میں :

۞ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

اُتُّهِمَ بِوَضْعِ الْحَدِيثِ وَبِسَرِقَتِهِ .

''محدثین کرام اس پر حدیث گھڑنے اور چوری کرنے کا الزام لگاتے ہیں۔''

(الكامل في ضعفاء الرجال : 292/6)

❁ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

وَكَانَ يَضَعُ عَلَى الثِّقَاتِ الْحَدِيثَ وَضْعًا، وَلَعَلَّهُ قَدْ وَضَعَ أَكْثَرَ مِنْ أَلْفِ حَدِيثٍ .

''یہ شخص ثقہ راویوں سے منسوب کر کے خود حدیث گھڑ لیتا تھا۔شاید اس نے ایک ہزار سے زائد احادیث گھڑی ہیں۔''(كتاب المجروحين : 313/2)

❁ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اسے ''متروک'' قرار دیا ہے۔

(سؤالات الحاكم : 173)

❁ ایک مقام پر فرماتے ہیں:

كَانَ الْكُدَيْمِيُّ يُتَّهَمُ بِوَضْعِ الْحَدِيثِ .

''کُدَیمی پر حدیث گھڑنے کا الزام تھا۔''(سؤالات السهمي : 74)

❁ امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ کے سامنے اس کی ایک روایت پیش کی گئی، تو انہوں نے فرمایا:

لَيْسَ هٰذَا حَدِيثٌ مِّنْ أَهْلِ الصِّدْقِ .

''یہ سچے شخص کی بیان کردہ حدیث نہیں۔''(الجرح والتعديل لابن أبي حاتم : 122/8)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

أَحَدُ الْمَتْرُوكِينَ . ''یہ ایک متروک راوی ہے۔''

(ميزان الاعتدال فی نقد الرجال :74/4، ت :8353)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی اسے ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

(تقريب التهذيب : 6419)

سیدنا بلال رضی اللہ عنہ اور قبر نبی سے تبرک :

قَالَ ابْنُ عَسَاكِرٍ : أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدِ بْنُ الْأَكْفَانِيِّ : نَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ : أَنَا تَمَّامُ بْنُ مُحَمَّدٍ : نَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ : نَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفَيْضِ : نَا أَبُو إِسْحَاقَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالِ بْنِ أَبِي الدَّرْدَاءِ : حَدَّثَنِي أَبِي مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِيهِ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ، عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، قَالَ : إِنَّ بِلَالًا رَاٰى فِي مَنَامِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ يَقُولُ لَهٗ : مَا هٰذِهِ الْجَفْوَةُ يَا بِلَالُ، أَمَا اٰنَ لَكَ أَنْ تَزُورَنِي يَا بِلَالُ ؟ فَانْتَبَهَ حَزِينًا وَّجِلًا خَائِفًا، فَرَكِبَ رَاحِلَتَهٗ وَقَصَدَ الْمَدِينَةَ، فَاَتٰى قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَعَلَ يَبْكِي عِنْدَهٗ، وَيُمَرِّغُ وَجْهَهٗ عَلَيْهِ، وَأَقْبَلَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ، فَجَعَلَ يَضُمُّهُمَا وَيُقَبِّلُهُمَا، فَقَالَا لَهٗ : يَا بِلَالُ، نَشْتَهِي نَسْمَعُ أَذَانَكَ الَّذِي كُنْتَ تُؤَذِّنُهٗ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السَّحَرِ، فَفَعَلَ، فَعَلَا سَطْحَ الْمَسْجِدِ، فَوَقَفَ مَوْقِفَهُ الَّذِي كَانَ يَقِفُ فِيهِ، فَلَمَّا أَنْ قَالَ : اللّٰهُ أَكْبَرُ، اللّٰهُ أَكْبَرُ، ارْتَجَّتِ الْمَدِينَةُ، فَلَمَّا أَنْ قَالَ : أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، زَادَ تَعَاجِيجُهَا، فَلَمَّا أَنْ قَالَ : أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ، خَرَجَ الْعَوَاتِقُ مِنْ خُدُورِهِنَّ، فَقَالُوا : أَبُعِثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَا رُئِيَ يَوْمٌ أَكْثَرَ بَاكِيًا وَّلَا بَاكِيَةً بَعْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ .

''سیّدنا ابو دردا رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ نے خواب میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:اے بلال!یہ کیا بے رُخی ہے؟کیا تمہارے لیے وہ وقت نہیں آیا کہ تم میری زیارت کرو؟اس پر سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ گھبرائے ہوئے بیدار ہوئے۔انہوں نے اپنی سواری کا رخ مدینہ منورہ کی طرف کرلیا۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر پہنچے اور اس کے پاس رونا شروع کر دیا۔اپنا چہرہ اس پر ملنے لگے۔سیّدنا حسن وحسین رضی اللہ عنہما ادھر آئے،تو سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ نے انہیں سینے سے لگایا اور ان کو بوسہ دیا۔ان دونوں نے سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ سے کہا:ہم آپ کی وہ اذان سننا چاہتے ہیں،جو آپ مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کہا کرتے تھے۔انہوں نے ہاں کر دی۔مسجد کی چھت پر چڑھے اور اپنی اس جگہ کھڑے ہو گئے جہاں دورِ نبوی میں کھڑے ہوتے تھے۔جب انہوں نے اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اللّٰهُ أَكْبَرُ کہا،تو مدینہ(رونے کی آواز سے)گونج اٹھا۔پھر جب انہوں نے أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کہا،تو آوازیں اور زیادہ ہو گئیں۔جب وہ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ پر پہنچے،تو دوشیزائیں اپنے پردوں سے نکل آئیں اور لوگ ایک دوسرے سے پوچھنے لگے:کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ زندہ ہو گئے ہیں؟رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نے مدینہ میں مَردوں اور عورتوں کے رونے والا اس سے بڑا دن کوئی نہیں دیکھا۔''(تاریخ دمشق لابن عساکر : 137/7)

تبصرہ :

یہ گھڑنتل ہے،جیسا کہ:

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَهِيَ قِصَّةٌ بَيِّنَةُ الْوَضْعِ .

''یہ داستان واضح طور پر کسی کی گھڑنتل ہے۔''(لسان المیزان :108/1)

❁ علامہ ابن عبد الہادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْأَثَرُ الْمَذْكُورُ عَنْ بِلَالٍ؛ لَيْسَ بِصَحِيحٍ .

''سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ سے منسوب مذکورہ روایت ثابت نہیں۔''

(الصارم المنكي في الردّ على السبكي، ص : 314)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِسْنَادُه لَيِّنٌ، وَهُوَ مُنْكَرٌ .

''اس کی سند کمزور ہے اور یہ روایت منکر ہے۔''(سير أعلام النبلاء :358/1)

❁ ابن عراق کنانی رحمہ اللہ کہتے ہیں :

وَهِيَ قِصَّةٌ بَيِّنَةُ الْوَضْعِ .

''یہ قصہ مبینہ طور پر گھڑا ہوا ہے۔''(تنزيه الشريعة : 59)

اس روایت کی سند میں کئی خرابیاں ہیں۔تفصیل یہ ہے :

① ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن سلیمان بن بلال کے بارے میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ یہ ''مجہول'' ہے۔(تاريخ الإسلام : 67/17)

❁ نیز فرماتے ہیں :

فِيهِ جَهَالَةٌ .

''یہ نامعلوم راوی ہے۔''(ميزان الاعتدال :64/1، ت : 205)

❁ حافظ ابن عبد الہادی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

هٰذَا شَيْخٌ لَّمْ يُعْرَفْ بِثِقَةٍ وَّأَمَانَةٍ، وَلَا ضَبْطٍ وَّعَدَالَةٍ، بَلْ هُوَ مَجْهُولٌ غَيْرُ مَعْرُوفٍ بِالنَّقْلِ، وَلَا مَشْهُورٍ بِالرِّوَايَةِ، وَلَمْ يَرْوِ عَنْهُ غَيْرُ مُحَمَّدِ بْنِ الْفَيْضِ، رَوٰى عَنْهُ هٰذَا الْأَثَرَ الْمُنْكَرَ .

''یہ ایسا راوی ہے، جس کی امانت و دیانت اور ضبط و عدالت معلوم نہیں۔ یہ مجہول ہے اور نقل روایت میں غیر معروف ہے۔ یہ روایت میں بھی مشہور نہیں۔ اس سے محمد بن فیض کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کی اور اس نے بھی یہ منکر قصہ اس سے روایت کیا ہے۔'' (الصارم المنكي، ص : 314)

② اس روایت کے دوسرے راوی سلیمان بن بلال بن ابو دردا کے بارے میں حافظ ابن عبد الہادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

بَلْ هُوَ مَجْهُولُ الْحَالِ، وَلَمْ يُوَثِّقْهُ أَحَدٌ مِّنَ الْعُلَمَاءِ، فِيمَا عَلِمْنَاهُ .

''یہ مجہول الحال شخص ہے۔ ہمارے علم کے مطابق اسے کسی ایک بھی عالم نے معتبر قرار نہیں دیا۔'' (الصارم المنكي في الرّدّ على السبكي، ص : 314)

③ سلیمان بن بلال کا سیّدہ ام دردا رضی اللہ عنہا سے سماع بھی ثابت نہیں، یوں یہ روایت ''منقطع'' بھی ہے، جیسا کہ:

❁ حافظ ابن عبد الہادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَلَا يُعْرَفُ لَهٗ سَمَاعٌ مِّنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ .

''اس کا سیّدہ ام دردا رضی اللہ عنہا سے سماع بھی معلوم نہیں ہو سکا۔''

(الصارم المنكي في الرّدّ على السبكي، ص : 314)

❁ حافظ ابن عبد الہادی رحمہ اللہ اس روایت کے بارے میں آخری فیصلہ سناتے

ہوئے فرماتے ہیں:

وَهُوَ أَثَرٌ غَرِيبٌ مُّنْكَرٌ، وَإِسْنَادُهُ مَجْهُولٌ، وَفِيهِ انْقِطَاعٌ.

''یہ روایت غریب اور منکر ہے۔اس کی سند مجہول ہے اور اس میں انقطاع بھی ہے۔''(الصارم المنكي في الردّ على السبكي، ص: 314)

تنبیه:

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

إِسْنَادُهُ جَيِّدٌ، مَا فِيهِ ضَعِيفٌ، لٰكِنْ إِبْرَاهِيمُ هٰذَا مَجْهُولٌ.

''اس کی سند جید ہے۔اس میں کوئی ضعیف راوی نہیں، البتہ یہ ابراہیم نامی راوی مجہول ہے۔''(تاريخ الإسلام: 373/5، بتحقيق بشّار، وفي نسخة: 67/17)

یہ علامہ ذہبی رحمہ اللہ کا علمی تسامح ہے۔جس روایت کی سند میں دو راوی ''مجہول'' ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ ''انقطاع'' بھی ہو، وہ جید کیسے ہوسکتی ہے؟ پھر خود انہوں نے اپنی دوسری کتاب (سير أعلام النبلاء: 358/1) میں اس کی سند کو کمزور اور اس روایت کو ''منکر'' بھی قرار دے رکھا ہے، جیسا کہ ہم بیان کر آئے ہیں۔

اس بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ وغیرہ کی بات درست ہے کہ یہ قصہ جھوٹا اور من گھڑت ہے۔ یہ ان ''مجہول'' راویوں میں سے کسی کی کارروائی ہے۔ واللہ اعلم!

سیدنا ابو ایوب رضی اللہ عنہ اور قبر نبي سے تبرك:

❀ داؤد بن ابو صالح حجازی کا بیان ہے:

أَقْبَلَ مَرْوَانُ يَوْمًا، فَوَجَدَ رَجُلًا وَّاضِعًا وَجْهَهُ عَلَى الْقَبْرِ، فَقَالَ: أَتَدْرِي مَا تَصْنَعُ؟ فَأَقْبَلَ عَلَيْهِ، فَإِذَا هُوَ أَبُو اَيُّوبَ، فَقَالَ: نَعَمْ،

جِئْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ آتِ الْحَجَرَ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : لَا تَبْكُوا عَلَى الدِّينِ إِذَا وَلِيَهُ أَهْلُهُ، وَلٰكِنِ ابْكُوا عَلَيْهِ إِذَا وَلِيَهُ غَيْرُ أَهْلِهٖ .

''ایک دن مروان آیا، تو اس نے دیکھا کہ ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک پر اپنا چہرہ رکھے ہوئے تھا۔ مروان نے کہا: تمہیں معلوم ہے کہ کیا کر رہے ہو؟ اس شخص نے مروان کی طرف اپنا چہرہ موڑا، تو وہ سیّدنا ابوایوب رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے فرمایا: ہاں! مجھے خوب معلوم ہے۔ میں رسولِ اکرم ﷺ کے پاس آیا ہوں، پتھر پر نہیں۔ میں نے آپ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ جب دین کا والی کوئی دین دار شخص بن جائے، تو اس پر نہ رونا۔ اس پر اس وقت رونا جب اس کے والی نااہل لوگ بن جائیں۔''

(مسند الإمام أحمد : 422/5، المستدرك على الصحيحين للحاكم : 515/4)

تبصرہ :

اس روایت کی سند ''ضعیف'' ہے، کیونکہ اس کے راوی داؤد بن ابی صالح حجازی کے بارے میں:

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

لَا يُعْرَفُ .

''یہ مجہول راوی ہے۔'' (میزان الاعتدال : 9/2)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں :

مَقْبُولٌ .

''یہ مجہول الحال شخص ہے۔''(تقریب التهذیب : 1792)

لہٰذا امام حاکم رحمہ اللہ کا اس کی بیان کردہ اس روایت کی سند کو ''صحیح'' کہنا اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ کا ان کی موافقت کرنا ''صحیح''نہیں۔

دین کی باتیں ثقہ لوگوں سے قبول کی جائیں گی، نہ کہ ''مجہول''اور لاپتہ افراد سے۔

فائدہ :

یہ روایت قبر کے ذکر کے بغیر معجم کبیر طبرانی (189/4، ح :3999)اور معجم اوسط طبرانی (94/1، ح :284) میں بھی موجود ہے،لیکن اس کی سند درج ذیل وجوہ سے ''ضعیف'' ہے :

① سفیان بن بشر کوفی راوی نامعلوم اور غیر معروف ہے۔

❁ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں :

وَلَمْ أَعْرِفْهُ .

''میں اسے نہیں پہچانتا۔''(مجمع الزوائد : 130/9)

② مطلب بن عبد اللہ بن حنطب راوی ''مدلس'' ہے اور وہ بصیغہ ''عن'' روایت کر رہا ہے۔اس کے سماع کی تصریح نہیں ملی۔

③ مطلب بن عبد اللہ کا سیّدنا ابوایوب رضی اللہ عنہ سے سماع بھی ثابت نہیں۔

④ اس روایت میں امام طبرانی رحمہ اللہ کے دو استاذ ہیں،ایک ہارون بن سلیمان ابوذر ہے اور وہ ''مجہول'' ہے،جبکہ دوسرا احمد بن محمد بن حجاج بن رشدین ہے اور وہ ''ضعیف'' ہے۔

❁ اس کے بارے میں امام ابن ابی حاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سَمِعْتُ مِنْهُ بِمِصْرَ، وَلَمْ أُحَدِّثْ عَنْهُ، لِمَا تَكَلَّمُوا فِيهِ .

’’میں نے اس سے مصر میں احادیث سنی تھیں، لیکن میں وہ احادیث بیان نہیں کرتا، کیونکہ محدثین کرام نے اس پر جرح کی ہے۔‘‘(الجرح والتعدیل : 75/2)

❁ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صَاحِبُ حَدِيثٍ كَثِيرٍ، أُنْكِرَتْ عَلَيْهِ أَشْيَاءُ، وَهُوَ مِمَّنْ يُكْتَبُ حَدِيثُهٗ مَعَ ضُعْفِهٖ .

’’اس کے پاس بہت سی احادیث تھیں، ان میں سے کئی ایک روایات کو محدثین کرام نے منکر قرار دیا ہے، اس کے ضعیف ہونے کے باوجود اس کی حدیث (متابعات وشواہد میں) لکھی جائے گی۔‘‘(الكامل في ضعفاء الرجال : 198/1)

❁ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ نے بھی اسے ’’ضعیف‘‘ قرار دیا ہے۔

(مجمع الزوائد : 25/2، 694/6)

فائدہ :

اس کی تیسری سند ابو الحسین یحییٰ بن حسن بن جعفر بن عبیداللہ حسینی کی کتاب أخبار المدينة میں آتی ہے۔(شفاء السقام للسبكي، ص : 343)

اس میں عمر بن خالد راوی نامعلوم ہے، باقی مطلب بن عبداللہ کی ’’تدلیس‘‘ اور ان کا سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے عدم سماع کا مسئلہ بھی ہے۔

دورِ فاروقی میں ایک شخص کا قبر نبی سے تبرک :

عَنْ مَّالِكِ نِ الدَّارِ، قَالَ : وَكَانَ خَازِنَ عُمَرَ عَلَى الطَّعَامِ، قَالَ : أَصَابَ النَّاسَ قَحْطٌ فِي زَمَنِ عُمَرَ، فَجَاءَ رَجُلٌ إِلٰى قَبْرِ النَّبِيِّ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، اسْتَسْقِ لِأُمَّتِكَ، فَإِنَّهُمْ قَدْ هَلَكُوا، فَأُتِيَ الرَّجُلُ فِي الْمَنَامِ، فَقِيلَ لَهُ : ائْتِ عُمَرَ فَأَقْرِئْهُ السَّلَامَ، وَأَخْبِرْهُ أَنَّكُمْ مُّسْتَقِيمُونَ، وَقُلْ لَّهُ : عَلَيْكَ الْكَيْسُ، عَلَيْكَ الْكَيْسُ، فَأَتٰى عُمَرَ، فَأَخْبَرَهُ، فَبَكٰى عُمَرُ، ثُمَّ قَالَ : يَا رَبِّ، لَا آلُو إِلَّا مَا عَجَزْتُ عَنْهُ.

''مالک دار، جو کہ غلے پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے خزانچی مقرر تھے،ان سے روایت ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ قحط میں مبتلا ہو گئے۔ ایک صحابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر حاضر ہوئے اور عرض کی:اللہ کے رسول! آپ (اللہ تعالیٰ سے)اپنی امت کے لیے بارش طلب فرمائیں، کیونکہ وہ (قحط سالی کے باعث)تباہ ہوگئی ہے۔ پھر خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس صحابی کے پاس تشریف لائے اور فرمایا:عمر کے پاس جا کر میرا سلام کہیں اور انہیں بتائیں کہ تم سیراب کیے جاؤ گے اور عمر سے (یہ بھی) کہہ دو کہ عقلمندی سے کام لیں۔وہ صحابی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انہیں خبر دی، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے اور فرمایا:اے اللہ!میں کوتاہی نہیں کرتا،مگر یہ کہ عاجز آجاؤں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 356/6، تاريخ ابن أبي خيثمة : 70/2، الرقم : 1818، دلائل النبوّة للبيهقي :47/7، الاستيعاب لابن عبد البرّ : 1149/11، تاريخ دمشق لابن عساكر: 345/44، 489/56)

تبصرہ :

اس کی سند''ضعیف'' ہے، کیونکہ :

① اس میں (سلیمان بن مہران) اعمش ''مدلّس'' ہیں اور عن سے روایت کر رہے ہیں، ان کے سماع کی تصریح نہیں مل سکی۔

۞ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا نَقْبَلُ مِنْ مُّدَلِّسٍ حَدِيثًا، حَتّٰى يَقُولَ فِيهِ : حَدَّثَنِي أَوْ سَمِعْتُ .

''ہم کسی مدلس سے کوئی بھی حدیث اس وقت تک قبول نہیں کرتے جب تک وہ اس میں سماع کی تصریح نہ کر دے۔''(الرسالة ، ص : 380)

۞ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يَكُونُ حُجَّةً فِيمَا دَلَّسَ .

''مدلس راوی کی تدلیس والی روایت قابلِ حجت نہیں ہوتی۔''

(الكامل لابن عديّ :34/1، وسندهٗ حسنٌ)

۞ حافظ سخاوی رحمہ اللہ (831-902ھ) کہتے ہیں:

وَمِمَّنْ ذَهَبَ إِلٰى هٰذَا التَّفْصِيلِ الشَّافِعِيُّ وَابْنُ مَعِينٍ وَابْنُ الْمَدِينِيِّ .

''جو ائمہ کرام اس مؤقف کے حامل ہیں، ان میں امام شافعی، امام ابن معین اور امام ابن مدینی رحمہم اللہ کے نام شامل ہیں۔''(فتح المغيث :182/1)

۞ حافظ علائی رحمہ اللہ (694-761ھ) اسی کو ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اَلصَّحِيحُ الَّذِي عَلَيْهِ جُمْهُورُ أَئِمَّةِ الْحَدِيثِ وَالْفِقْهِ وَالْأُصُولِ .

''یہی وہ صحیح مذہب ہے، جس پر جمہور ائمہ حدیث وفقہ و اصول قائم ہیں۔''

(جامع التحصيل، ص :111)

۞ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (368-463ھ) فرماتے ہیں:

وَقَالُوا : لَا يُقْبَلُ تَدْلِيسُ الْاَعْمَشِ .

''اہل علم کہتے ہیں کہ اعمش کی تدلیس قبول نہیں ہوتی۔''(التمهيد :30/1)

۞ علامہ عینی حنفی (762۔855ھ) لکھتے ہیں:

إِنَّ الْاَعْمَشَ مُدَلِّسٌ، وَعَنْعَنَةُ الْمُدَلِّسِ لَا تُعْتَبَرُ إِلَّا إِذَا عُلِمَ سَمَاعُهُ .

''بلاشبہ (سلیمان بن مہران)اعمش ''مدلس'' ہیں اور ''مدلس'' راوی کی عن والی روایت اسی وقت قابل اعتبار ہوتی ہے،جب اس کے سماع کی تصریح مل جائے۔''

(عمدة القاري شرح صحيح البخاري، تحت الحديث : 219)

اس روایت کی صحت کے مدعی پر سماع کی تصریح لازم ہے۔

② مالک دار ''مجہول الحال'' ہے۔سوائے امام ابن حبان رحمہ اللہ (384/5) کے کسی نے اس کی توثیق نہیں کی۔اس کے بارے میں:

۞ حافظ منذری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا أَعْرِفُهُ .

''میں اسے نہیں جانتا۔''(الترغيب والترهيب : 2/29)

۞ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

لَمْ أَعْرِفْهُ .

''میں اسے نہیں پہچان سکا۔''(مجمع الزوائد : 3/123)

اس کے صحابی ہونے پر کوئی دلیل نہیں،لہٰذا بعض بعد والوں کا اسے صحابہ کرام میں ذکر کرنا صحیح نہیں۔

نیز حافظ ابنِ کثیر رحمہ اللہ (البداية والنهاية : 167/5)اور حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ (فتح الباري

شرح صحيح البخاري : 495/2) کا اس روایت کی سند کو ''صحیح'' قرار دینا ان کا علمی تسامح ہے۔ ان کی یہ بات اصولِ حدیث کے مطابق درست نہیں ،صرف حافظ ابن کثیر اور حافظ ابن حجر رحمہما اللہ کا اسے ''صحیح'' کہنا بعض لوگوں کی دلیل نہیں بن سکتا، کیونکہ بہت سی ایسی روایات کو یہ لوگ بھی صحیح تسلیم نہیں کرتے جنہیں ان دونوں حفاظ نے ''صحیح'' کہا ہوا ہے اور بہت سی ایسی روایات کو یہ لوگ بھی ''ضعیف'' تسلیم نہیں کرتے جنہیں ان دونوں حفاظ نے ''ضعیف'' کہا ہوا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ خود سلیمان بن مہران اعمش کی ''تدلیس'' کے روایتِ حدیث میں مضر ہونے کے بارے میں لکھتے ہیں:

وَعِنْدِي أَنَّ إِسْنَادَ الْحَدِيثِ الَّذِي صَحَّحَهُ ابْنُ الْقَطَّانِ مَعْلُولٌ، لِأَنَّهٗ لَا يَلْزَمُ مِنْ كَوْنِ رِجَالِهٖ ثِقَاتٍ اَنْ يَّكُونَ صَحِيحًا، لِأَنَّ الْأَعْمَشَ مُدَلِّسٌ، وَلَمْ يَذْكُرْ سَمَاعَهٗ مِنْ عَطَاءٍ، وَعَطَاءٌ يَّحْتَمِلُ أَنْ يَّكُونَ هُوَ عَطَاءً الْخُرَاسَانِيَّ، فَيَكُونُ فِيهِ تَدْلِيسُ التَّسْوِيَةِ بِإِسْقَاطِ نَافِعٍ بَيْنَ عَطَاءٍ وَّابْنِ عُمَرَ.

''میرے خیال کے مطابق جس حدیث کو ابن قطان نے صحیح کہا ہے،وہ معلول (ضعیف) ہے، کیونکہ راویوں کے ثقہ ہونے سے حدیث کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا۔ اس میں اعمش مدلس ہیں اور انہوں نے عطا سے اپنے سماع کا ذکر نہیں کیا۔اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس سند میں مذکور عطا،خراسانی ہوں، یوں اعمش کی تدلیس تسویہ بن جائے گی، کیونکہ اس صورت میں انہوں نے عطا اور سیدنا ابن عمر کے درمیان نافع کا واسطہ بھی گرا دیا ہے۔''(التلخيص الحبير : 19/3)

❁ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (368-463ھ) فرماتے ہیں:

قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِينِيِّ : قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ : قَالَ سُفْيَانُ وَشُعْبَةُ : لَمْ يَسْمَعِ الْأَعْمَشُ هٰذَا الْحَدِيثَ مِنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ، قَالَ أَبُو عُمَرَ : هٰذِهٖ شَهَادَةُ عَدْلَيْنِ إِمَامَيْنِ عَلَى الْأَعْمَشِ بِالتَّدْلِيسِ، وَأَنَّهٗ كَانَ يُحَدِّثُ عَنْ مَّنْ لَّقِيَهٗ بِمَا لَمْ يَسْمَعْ مِنْهُ، وَرُبَّمَا كَانَ بَيْنَهُمَا رَجُلٌ أَوْ رَجُلَانِ، فَلِمِثْلِ هٰذَا وَشِبْهِهٖ قَالَ ابْنُ مَعِينٍ وَّغَيْرُهٗ فِي الْأَعْمَشِ : إِنَّهٗ مُدَلِّسٌ .

''امام علی بن مدینی رحمہ اللہ نے امام یحییٰ بن سعید قطان رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ امام سفیان اورامام شعبہ رحمہما اللہ نے فرمایا کہ اعمش نے یہ حدیث ابراہیم تیمی سے نہیں سنی۔میں(ابن عبدالبر) کہتا ہوں کہ اعمش کے مدلس ہونے پر یہ دو عادل اماموں کی گواہی ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اعمش ان لوگوں سے اَن سنی روایات بیان کرتے تھے،جن سے ان کی ملاقات ہوئی ہوتی تھی۔بسااوقات ایسے لوگوں سے اعمش ایک یا دو واسطے گرا کربھی روایت کر لیتے تھے۔اسی طرح کے حقائق کی بنا پر امام ابن معین رحمہ اللہ وغیرہ نے اعمش کو مدلس قرار دیا ہے۔''

(التمهيد لما في المؤطّأ من المعاني والأسانيد :32/1)

تنبیه :

امام طبری رحمہ اللہ کی تاریخ(4 / 98)اور حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کی البداية والنهاية (71/1)میں ہے:

حَتّٰى أَقْبَلَ بِلَالُ بْنُ الْحَارِثِ الْمُزَنِيُّ، فَاسْتَأْذَنَ عَلَيْهِ، فَقَالَ : أَنَا رَسُولُ رَسُولِ اللّٰهِ إِلَيْكَ، يَقُولُ لَكَ رَسُولُ اللّٰهِ ـــ .

''بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ آئے، تو انہوں نے اجازت طلب کی اور کہا: میں آپ کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایلچی ہوں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے فرماتے ہیں۔''

یہ روایت بھی جھوٹ کا پلندا ہے، کیونکہ:

① شعیب بن ابراہیم رفاعی کوفی ''مجہول'' راوی ہے، اس کے بارے میں:

❁ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَشُعَيْبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ هٰذَا، لَهُ أَحَادِيثُ وَأَخْبَارٌ، وَهُوَ لَيْسَ بِذٰلِكَ الْمَعْرُوفِ، وَمِقْدَارُ مَا يَرْوِي مِنَ الْحَدِيثِ وَالْأَخْبَارِ لَيْسَتْ بِالْكَثِيرَةِ، وَفِيهِ بَعْضُ النُّكْرَةِ، لِأَنَّ فِي أَخْبَارِهِ وَأَحَادِيثِهِ مَا فِيهِ تَحَامُلٌ عَلَى السَّلَفِ.

''اس شعیب بن ابراہیم نے کئی احادیث اور روایات بیان کی ہیں۔ یہ فن حدیث میں معروف نہیں۔ اس کی بیان کردہ احادیث و روایات زیادہ نہیں، پھر بھی ان میں کچھ نکارت موجود ہے، کیونکہ ان میں سلف صالحین کی اہانت ہے۔''

(الكامل في ضعفاء الرجال: 5/7)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِيهِ جَهَالَةٌ.

''اس میں جہالت ہے۔'' (میزان الاعتدال: 2/275)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَفِي ثِقَاتِ ابْنِ حِبَّانَ: شُعَيْبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ، يَرْوِي عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ أَبَانَ الْبَلْخِيِّ (الْجُعْفِيِّ)، رَوٰى عَنْهُ يَعْقُوبُ بْنُ

سُفْيَانَ، (قُلْتُ :) فَيَحْتَمِلُ أَنْ يَّكُونَ هُوَ، وَالظَّاهِرُ أَنَّهٗ غَيْرُهٗ .

''ثقات ابن حبان میں ہے کہ شعیب بن ابراہیم کوفی ،محمد بن ابان بلخی جعفی سے روایت کرتا ہے اور اس سے یعقوب بن سفیان نے روایت کیا ہے۔(میں کہتا ہوں)ممکن ہے کہ یہ راوی وہی ہو،لیکن ظاہراً یہ کوئی اور راوی لگتا ہے۔''

(لسان المیزان : 3/145)

② سیف بن عمر راوی باتفاقِ محدثین ''ضعیف،متروک،وضاع'' ہے۔اس کی روایت کا قطعاً کوئی اعتبار نہیں۔

③ اس کا استاذ سہل بن یوسف بن سہل بن مالک انصاری بھی ''مجہول'' ہے۔اس کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

مَجْهُولُ الْحَالِ .

''یہ مجہول الحال راوی ہے۔''(لسان المیزان : 3/122)

❁ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ اس کی ایک روایت کو ''موضوع و منکر'' قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

لَا يُعْرَفُ .

''یہ مجہول الحال راوی ہے۔''(الاستیعاب في معرفة الأصحاب : 2/667)

ثابت ہوا کہ بعض الناس کا یہ کہنا کہ مذکورہ روایت میں خواب دیکھنے والا شخص،صحابی رسول،سیدنا بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ ہیں، بالکل بے بنیاد ہے۔

محمد بن منکدر كي طرف منسوب واقعه :

❁ اسماعیل بن یعقوب تیمی کہتے ہیں:

كَانَ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ يَجْلِسُ مَعَ أَصْحَابِهِ، فَكَانَ يُصِيبُهُ الصَّمَاتُ، فَكَانَ يَقُوْمُ كَمَا هُوَ يَضَعُ خَدَّهُ عَلٰى قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ يَرْجِعُ، فَعُوْتِبَ فِي ذٰلِكَ، فَقَالَ : إِنَّهُ تُصِيْبُنِي خَطَرٌ، فَإِذَا وَجَدْتُّ ذٰلِكَ؛ اِسْتَغَثْتُ بِقَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ يَأْتِي مَوْضِعًا فِي الْمَسْجِدِ فِي الصِّحْنِ، فَيَتَمَرَّغُ وَيَضْطَجِعُ، فَقِيْلَ لَهُ فِي ذٰلِكَ، فَقَالَ : إِنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هٰذَا الْمَوْضِعِ، قَالَ : أَرَاهُ فِي النَّوْمِ .

''محمد بن منکدر اپنے ساتھیوں کے ہمراہ بیٹھتے،تو ان کو بہرے پن کا مرض لاحق ہو جاتا۔وہ وہاں سے اُٹھ کر نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک پر اپنے رخسار رکھتے،پھر واپس پلٹ آتے۔اس فعل پر انہیں ملامت کیا گیا،تو انہوں نے کہا:جب مجھے اس مرض کا خطرہ محسوس ہوتا ہے،تو میں نبی کریم ﷺ کی قبر پر جا کر فریاد کرتا ہوں۔ اسی طرح وہ مسجد کے صحن میں مٹی میں پلٹیاں مارتے اور وہاں لیٹ جاتے۔ان سے اس بارے میں پوچھا گیا،تو انہوں نے کہا:اس جگہ میں نے نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا تھا۔''

(التاريخ الكبير لابن أبي خيثمة : 2/258-259، ت : 2778، تاريخ دمشق لابن عساكر : 50/56، سير أعلام النبلاء للذهبي : 5/358-359)

تبصره :

یہ اثر سخت ''ضعیف'' اور ''منکر'' ہے،کیونکہ اس کا راوی اسماعیل بن یعقوب تیمی مجروح راوی ہے:

❁ **امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

هُوَ ضَعِيْفُ الْحَدِيْثِ . **''یہ ضعیف الحدیث راوی ہے۔''**

(الجرح والتعديل لابن أبي حاتم : 204/2)

❁ **حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے اسے** الضعفاء والمتروكون (123/1، **ت**:429) **میں ذکر کیا ہے۔**

❁ **حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

فِيْهِ لِيْنٌ . **''اس میں کمزوری ہے۔''**(تاريخ الإسلام : 521/3، ت : بشار)

❁ **نیز فرماتے ہیں:**

ضَعَّفَهُ أَبُوْ حَاتِمٍ، وَلَهُ حِكَايَةٌ مُّنْكَرَةٌ عَنْ مَّالِكٍ، سَاقَهَا الْخَطِيْبُ .

''اسے امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ نے ضعیف کہا ہے۔اس نے امام مالک رحمہ اللہ سے ایک منکر حکایت بیان کی ہے، جسے امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے۔''

(ميزان الاعتدال : 254/1)

لہٰذا امام ابن حبان رحمہ اللہ کا اسے الثقات (93/8) میں ذکر کرنا ناقابلِ التفات ہے۔

تنبيه :

❁ **امام عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمہ اللہ کہتے ہیں:**

سَأَلْتُهُ عَنِ الرَّجُلِ يَمَسُّ مِنْبَرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَتَبَرَّكُ بِمَسِّهِ وَيُقَبِّلُهُ وَيفْعَلُ بِالْقَبْرِ مِثْلَ ذٰلِك أَوْ نَحْوَ هٰذَا يُرِيْدُ بِذٰلِكَ التَّقَرُّبَ إِلَى اللّٰهِ جَلَّ وَعَزَّ، فَقَالَ لَا بَأْسَ بذٰلِكَ .

''میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے اس آدمی کے بارے میں سوال کیا کہ جو نبی

کریم ﷺ کے منبر کو چھونے سے تبرک حاصل کرتا ہے،اسے بوسہ دیتا اور قبرِ نبی ﷺ کے ساتھ بھی ایسے کام سرانجام دیتا ہے،اگر وہ اس سے تقرب الی اللہ کا ارادہ رکھتا ہے تو کیا یہ جائز ہے؟اس پر انہوں نے کہا: ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔''

(العلل ومعرفة الرجال : 294/2، ت : 3243)

یہ امام اہل سنت احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی علمی اور اجتہادی خطا ہے، اس مسئلہ میں سلف صالحین میں سے کوئی ان کا ہم خیال نہیں۔خوب یاد رہے کہ ہر ایک کی بات کو قرآن و حدیث اور خیر القرون کے اسلاف پر پیش کیا جائے گا، اگر موافق ہو تو قبول، ورنہ رد کر دی جائے گی۔ یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے اگر ائمہ اہل سنت میں سے کسی کی بات قرآن و حدیث اور سلف صالحین کے مخالف ہو،تو وہ اس کی اجتہادی خطا ہے،کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا حق گو عالم ہے،لیکن اگر وہی بات کوئی غالی، بدعتی،معاند اور متعصب کہے،تو وہ بدعت ہو گی، کیونکہ وہ حق سے چشم پوشی کرتا ہے،قرآن و حدیث اور سلف صالحین کے عقیدہ کو ردّ کرتا ہے۔ایک کی بنیاد تقویٰ اور علم پر ہے، جبکہ دوسرے کی بنیاد جہالت اور تعصب پر ہے۔

اس ضمن میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ (673۔748ھ) کی بات پیش خدمت ہے:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهٗ کَانَ یَکْرَہُ مَسَّ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قُلْتُ : کَرِہَ ذٰلِكَ لِأَنَّهٗ رَآہُ إِسَائَةَ أَدَبٍ، وَقَدْ سُئِلَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ عَنْ مَسِّ الْقَبْرِ النَّبَوِيِّ وَتَقْبِیلِهٖ، فَلَمْ یَرَ بِذٰلِكَ بَأْسًا، رَوَاہُ عَنْهُ وَلَدُهٗ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَحْمَدَ، فَإِنْ قِیْلَ : فَهَلَّا فَعَلَ ذٰلِكَ الصَّحَابَةُ؟ قِیلَ : لِأَنَّهُمْ عَایَنُوہُ حَیًّا، وَتَمَلَّوْا بِهٖ، وَقَبَّلُوا یَدَہٗ، وَکَادُوا یَقْتَتِلُونَ عَلٰی وَضُوئِهٖ، وَاقْتَسَمُوا شَعْرَہُ الْمُطَهَّرَ یَوْمَ الْحَجِّ الْأَکْبَرِ، وَکَانَ إِذَا تَنَخَّمَ لَا تَکَادُ نُخَامَتُهٗ تَقَعُ إِلَّا فِي یَدِ رَجُلٍ، فَیُدَلِّكُ بِهَا وَجْهَهٗ،

وَنَحْنُ، فَلَمَّا لَمْ يَصِحْ لَنَا مِثْلُ هٰذَا النَّصِيبِ الْأَوْفَرِ، تَرَامَيْنَا عَلٰى قَبْرِهِ بِالِالْتِزَامِ وَالتَّبْجِيلِ وَالِاسْتِلامِ وَالتَّقْبِيلِ، أَلَا تَرٰى كَيْفَ فَعَلَ ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ ؟ كَانَ يُقَبِّلُ يَدَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَيَضَعُهَا عَلٰى وَجْهِهٖ، وَيَقُولُ : يَدٌ مَسَّتْ يَدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهٰذِهِ الْأُمُورُ لَا يُحَرِّكُهَا مِنَ الْمُسْلِمِ؛ إِلَّا فَرْطُ حُبِّهٖ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذْ هُوَ مَأْمُورٌ بِأَنْ يُحِبَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ أَشَدَّ مِنْ حُبِّهٖ لِنَفْسِهٖ، وَوَلَدِهٖ، وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ .

’’سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ منقول ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو مَس کرنا ناپسند کرتے تھے۔میں (حافظ ذہبی رحمہ اللہ) یہ کہتا ہوں کہ سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے نا پسند کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اسے بے ادبی خیال کرتے تھے،لیکن امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے قبرِ نبی کو مَس کرنے اور بوسہ دینے کے متعلق دریافت کیا گیا،تو انہوں نے اس میں کوئی حرج نہیں سمجھا۔اس روایت کو ان سے ان کے بیٹے عبداللہ بن احمد رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے۔

اگر کوئی کہے: کیا صحابہ کرام نے کیوں ایسا نہیں کیا؟ تو اسے کہا جائے گا:وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے،آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرتے رہے۔انہوں نے آپ کے مبارک ہاتھوں کو بوسے دیئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے بچے پانی پر جھگڑے کے قریب جا پہنچتے۔انہوں نے حجِ اکبر کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بابرکت بالوں کو تقسیم کیا،جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بلغم پھینکتے،تو صحابہ کرام اسے اپنے ہاتھوں پر مَل کر اپنے چہروں کے اوپر مَل لیتے لیکن ہمارا اتنا نصیب کہاں؟اب ہمارے مقدر میں آئی،تو صرف قبر کی مٹی کہ اس سے جسم کو چمٹا لیں، اس کی تکریم کریں، اُسے چھوئیں اور بوسہ دیں۔

کیا آپ ثابت بنانی رحمہ اللہ کے عمل کو نہیں دیکھتے کہ وہ سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں کو بوسہ دیتے، پھر انہیں اپنے چہرے پر پھیر لیتے اور ساتھ کہتے: یہ وہ ہاتھ ہیں، جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں کو چھوا ہے۔

یہ سارے کام ایک مسلمان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت میں افراط کی وجہ سے صادر ہو جاتے ہیں، کیونکہ اسے حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے اپنی جان، اولاد اور تمام لوگوں سے بڑھ کر محبت کرے۔''(معجم الشیوخ الکبیر :73/1)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ کی اس عبارت سے عیاں ہوتا ہے کہ صحابہ کرام اور خیر القرون میں کوئی فرد و بشر ایسا نہیں گزرا، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو مس کرنے، بوسہ دینے اور تبرک حاصل کرنے کو جائز سمجھتا ہو۔ان کا کہنا ہے کہ صحابہ کرام چونکہ تبرکات سے مستفید ہوتے رہے، اب ہمارے لئے یہ ہے کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک سے ایسا ایسا کریں۔

جس دلیل کی بنیاد پر انہوں نے یہ کہا، وہ ثابت نہیں، جیسا کہ ہم ابھی ذکر کرنے والے ہیں۔ جب وہ دلیل ثابت نہیں تو مؤقف بے دلیل ہوا، بے دلیل مؤقف کا کیا اعتبار؟

دوسری بات یہ کہتے ہیں کہ اس میں اصل تبرک محبتِ رسول ہے، اس ضمن میں ہم کہتے ہیں کہ محبت رسول کا طریقہ کون متعین کرے گا؟ کیا ہر ایک محبت رسول کے دعویٰ میں جو اس کے دل میں آئے گا، کرے گا، یا اس کا کوئی سلف ہو گا یا پھر کوئی دلیل راہنما ہو گی؟ محبتِ رسول کا ہرگز ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو بوسہ دینا شروع کر دیں، اس کے ساتھ جسم مَلتے رہیں۔ محبتِ رسول کے اظہار کے لئے معیار صحابہ کرام ہیں، وہ ایسا نہیں کرتے تھے، لہٰذا ہم بھی ایسا نہیں کریں گے کیونکہ یہ دین نہیں ہے۔ نہ ہی محبت رسول کا تقاضا ہے۔

رہا حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے جو ثابت بنانی والی روایت ذکر کی ہے۔ وہ حدیث محمّد بن عبد اللّٰہ الأنصاري (63)، شعب الإیمان للبیهقي (1492)، حلیة الأولیاء لأبي نعیم الأصبهاني (327/2) اور تاریخ دمشق لابن عساکر (359/9) میں موجود ہے۔

اس میں جمیلہ مولاۃ انس رضی اللہ عنہ ''مجہولہ'' ہے۔ لہٰذا یہ روایت بھی ثابت نہیں۔

ہمارے ہاں بہت سارے لوگ انبیا،رسل اور اولیا وصلحا کے بارے میں مختارِ خزائن الٰہی،اللہ تعالیٰ کی ذات کا مظہر،پناہِ عالم، ہر بلا کے دافع،جان و مال کے مالک،عالم میں تصرف اور تدبیر کرنے والے،دنیا و آخرت کی تمام نعمتیں عطا کرنے والے،اللہ تعالیٰ کے نائب،قسیم النار،شمس وقمر اور ملکوت السماوات والارض پر حکم چلانے والے،نفع ونقصان کی کنجیاں جن کے قبضہ اور مٹھی میں،حاجت روا،مشکل کشا،فریاد رس،روزی رساں، کارساز، مافوق الاسباب میں مدد کرنے والے، فتح ونصرت عطا کرنے والے، داتا، دستگیر، لجپال،غریب نواز اور اس جیسے دیگر عقائد رکھتے ہیں۔

ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ دور ونزدیک سے انہیں پکارنا، ان کے نام کی دہائی دینا،مشکل میں ان سے مدد مانگنا، انہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارشی بنانا،ان سے دعائیں مانگنا،ان سے صحت وشفا کا سوال کرنا،ان کے سامنے اپنی حاجات رکھنا،ان سے خیر و برکت اور فتح وکامیابی کی امیدیں قائم کرنا،ان سے استعانت و التجا اور استغاثہ کرنا جائز ہے،وہ ان کے نام کی نذر اتارنے کے ساتھ ساتھ ان کے سامنے جھکتے اور سجدے کرتے ہیں۔

ان کے عقائد میں یہ بھی شامل ہے کہ اولیا دلوں کے بھیدوں سے واقف ہوتے ہیں،وہ ہمارے حالات سے بہ خوبی آگاہ ہیں،سارا جہاں ان کے سامنے ہے،وہ علم غیب رکھتے ہیں، سنتے ہیں اور جانتے ہیں۔

ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ صلحا و اولیا کی قبروں کو پختہ کرنا،ان کی تزئین وزیبائش کرنا، ان

پر قبے بنانا،ان کی طرف سفر کرنا،ان کی قبروں پر عرس و میلے لگانا، ان کی قبروں کی مجاوری اختیار کرنا،وہاں سبیلیں لگانا، قبروں پر چادریں اور پھول چڑھانا،ان پر چراغ جلانا،قبروں کا طواف،ان پر اعتکاف بیٹھنا،قبروں کو بوسے دینا،مَس کرنا،قبر کے سامنے باادب اور باوضو کھڑنے ہونے کا اہتمام کرنا،قبروں پر نماز اور قرآن مجید کی تلاوت کرنا،دیگیں چڑھانا اور قبروں کوتریاقِ مجرب سمجھنا جائز ہے۔ان کا خیال ہے کہ یہ اولیاء اللہ کی تعظیم وتکریم ہے،جو یہ اعتقاد نہ رکھے،وہ ایسا ویسا ہے۔

ان تمام شرکیات و کفریات،بدعات اورخرافات کو روا رکھنے کے لیے ناجائز تبرک اور ناجائز توسل کا چور دروازہ کھولا گیا ہے۔سابقہ مشرکین کا اپنے بزرگوں کے متعلق یہی عقیدہ تھا، وہ یہی کہتے ہیں کہ اولیا و صالحین کا اللہ تعالیٰ کے ہاں مقام ومنزلت ہے،ہم تو صرف ان کے وسیلے سے مانگتے ہیں، ہم انہیں سفارشی بناتے ہیں،ان سے تبرک حاصل کرتے ہیں۔مطلب یہ ہے کہ وہ توسل وتبرک کی اوٹ میں شرک کرتے تھے،آج بھی مشرکین کا یہی حال ہے۔

تبرک نبی کریم ﷺ کی ذاتِ گرامی کے ساتھ خاص ہے، یہ وہ تعظیم ہے جس میں آپ کا کوئی شریک وسہیم نہیں۔اس حوالے سے مدلل تحریر پیش کی جا چکی ہے۔اس کے برعکس بعض لوگ اولیا و صالحین سے بھی تبرک کے قائل ہیں، ان کے دلائل پر ایک نظر کرتے ہیں:

دلیل نمبر ① :

❀ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ، فَيَغْزُو فِئَامٌ مِّنَ النَّاسِ، فَيَقُولُونَ : فِيكُمْ مَّنْ صَاحَبَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَيَقُولُونَ : نَعَمْ، فَيُفْتَحُ لَهُمْ، ثُمَّ يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ، فَيَغْزُو فِئَامٌ مِّنَ

النَّاسِ، فَيُقَالُ : هَلْ فِيكُمْ مَّنْ صَاحَبَ أَصْحَابَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَيَقُولُونَ : نَعَمْ، فَيُفْتَحُ لَهُمْ، ثُمَّ يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ، فَيَغْزُو فِئَامٌ مِّنَ النَّاسِ، فَيُقَالُ : هَلْ فِيكُمْ مَّنْ صَاحَبَ مَنْ صَاحَبَ أَصْحَابَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَيَقُولُونَ : نَعَمْ، فَيُفْتَحُ لَهُمْ» .

''لوگوں پر ایک وقت ایسا آئے گا کہ لوگوں کی جماعتیں جہاد کریں گی۔ان سے کہا جائے گا: کیا تم میں کوئی رسول اللہ ﷺ کا صحابی ہے؟ وہ کہیں گے: جی ہاں! تو انہیں فتح نصیب ہوگی۔ پھر لوگوں پر ایک وقت ایسا آئے گا کہ لوگوں کی جماعتیں جہاد کریں گی، تو ان سے پوچھا جائے گا: کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے، جس نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کی صحبت اختیار کی ہو (تابعی ہو)؟وہ کہیں گے: جی ہاں! تو انہیں فتح نصیب ہوگی۔پھر لوگوں پر ایک وقت ایسا آئے گا کہ لوگوں کی جماعتیں جہاد کریں گی، تو ان سے پوچھا جائے گا: کیا تم میں کوئی شخص ایسا ہے، جو اصحابِ رسول کی صحبت اختیار کرنے والوں کی صحبت سے مشرف ہوا ہو (تبع تابعی ہو)؟ وہ کہیں گے: جی ہاں! تو انہیں فتح حاصل ہوگی۔''

(صحيح البخاري : 3649، صحيح مسلم : 2532)

تبصره :

کسی چیز کا مبارک اور بابرکت ہونا الگ چیز ہے، متبرک ہونا ایک الگ۔اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو خیر و برکت عطا فرما دیتے ہیں۔ان کے اعمالِ صالحہ، ان کی دعاؤں اور ان کے اخلاص کی وجہ سے معاشرے میں آسودگی آتی ہے۔اہل خیر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ انسانوں کو

ڈھیروں برکات سے نوازتے ہیں، مگر اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ان سے تبرک حاصل کیا جائے۔صحابہ کرام اور تابعین عظام کے اعمالِ صالحہ کی یہ دولت اللہ تعالیٰ نے امت کو بھلائیاں عطا فرمائی ہیں۔ان کی دعاؤں اور اخلاص کی وجہ سے مسلمانوں کو فتح ونصرت نصیب ہوتی ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان گرامی ہے:

«هَلْ تُنْصَرُونَ وَتُرْزَقُونَ إِلَّا بِضُعَفَائِكُمْ» .

''تمہیں نصرت و رزق تمہارے کمزوروں ہی کی وجہ سے عطا کیا جاتا ہے۔''

(صحيح البخاري : 2596)

❁ اسی طرح سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

«أَبْغُونِي ضُعَفَائَكُمْ، فَإِنَّكُمْ إِنَّمَا تُرْزَقُونَ وَتُنْصَرُونَ بِضُعَفَائِكُمْ» .

''مجھے اپنے کمزور لوگوں میں تلاش کرو۔بلاشبہ تمہیں کمزوروں کی وجہ سے رزق دیا جاتا ہے اور انہی کی وجہ سے تمہاری مدد کی جاتی ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 198/5، سنن أبي داوٗد : 2594، سنن النسائي : 3181، سنن الترمذي : 1702، وسندهٗ صحيحٌ)

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو''حسن صحیح''، امام ابن حبان رحمہ اللہ (4767) نے''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ (104/2، 105) نے''صحیح الاسناد'' کہا ہے۔

ان دونوں حدیثوں کی وضاحت ایک اور حدیث میں یوں آتی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إِنَّمَا يَنْصُرُ اللّٰهُ هٰذِهِ الْأُمَّةَ بِضَعِيفِهَا، بِدَعْوَتِهِمْ وَصَلَاتِهِمْ

وَإِخْلَاصِهِمْ» .

''اللہ تعالیٰ اس امت کی مدد صرف اس کے کمزور لوگوں کی دعا، نماز اور ان کے اخلاص کی وجہ سے کرتا ہے۔''

(سنن النسائي : 3180، حلية الأولياء وطبقات الأصفياء لأبي نعيم الأصبهاني : 26/2، وسندهٗ صحيحٌ)

اتنی وضاحت کے بعد بھی اگر کوئی شخص اس حدیث سے فوت شدگان یا زندوں کا تبرک ثابت کرے، تو اس کا یہ عمل دیانتِ علمی کے خلاف ہے۔ اس حدیث سے اولیا و صالحین کے تبرک کا جواز ثابت کرنا شرعی نصوص کی معنوی تحریف ہے۔ اس سے زندہ لوگوں کی دعا کا وسیلہ ثابت ہوتا ہے اور اسے اہل سنت والجماعت، یعنی اہل حدیث جائز اور مشروع سمجھتے ہیں۔

موجودہ دَور میں انبیائے کرام کی قبور

❀ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے شیخ ومحدث، ابوعبد اللطیف، حماد بن محمد انصاری، افریقی رحمہ اللہ (1344-1418ھ) فرماتے ہیں:

لَا يُوجَدُ نَبِيٌّ فِي الدُّنْيَا يُعْرَفُ قَبْرُهٗ إِلَّا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهٰذَا إِجْمَاعٌ بَيْنَ السَّلَفِ .

''دنیا میں کسی بھی نبی کی قبر معلوم نہیں، سوائے ہمارے نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک کے۔ اس بات پر سلف صالحین کا اجماع ہے۔''

(المجموع في ترجمة العلّامة المحدّث الشيخ حمّاد بن محمّد الأنصاري : 504/2)

دست بوسی مشروع ہے، جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں بیان کرتی ہیں:

كَانَتْ إِذَا دَخَلَتْ عَلَيْهِ؛ قَامَ إِلَيْهَا، فَأَخَذَ بِيَدِهَا، وَقَبَّلَهَا، وَأَجْلَسَهَا فِي مَجْلِسِهِ، وَكَانَ إِذَا دَخَلَ عَلَيْهَا؛ قَامَتْ إِلَيْهِ، فَأَخَذَتْ بِيَدِهِ، فَقَبَّلَتْهُ، وَأَجْلَسَتْهُ فِي مَجْلِسِهَا.

''وہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف کھڑے ہوتے، ان کے ہاتھ کو پکڑتے، اسے بوسہ دیتے اور انہیں اپنی جگہ پر بٹھاتے۔ اسی طرح جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں تشریف لے جاتے، تو سیدہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کھڑی ہوتیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑتیں، اسے بوسہ دیتیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔''

(سنن أبي داوٗد : 5217، السنن الکبریٰ للنسائي : 8311، 9192، سنن الترمذي : 3872، وسندہٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح غریب'' کہا ہے اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (6953) نے اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

فائدہ مہمہ :

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کسی صحابی سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھ کو چومنا ثابت

نہیں، اس بارے میں واردشدہ ساری کی ساری روایات ''ضعیف'' ہیں۔

البتہ سلف صالحین سے اہل علم وفضل کے ہاتھ چومنا ثابت ہے، جیسا کہ:

۞ مشہور تبع تابعی، عاصم بن بہدلہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

مَا قَدِمْتُ عَلٰی أَبِي وَائِلٍ قَطُّ مِنْ سَفَرٍ؛ إِلَّا قَبَّلَ كَفِّي .

''میں جب بھی سفر سے واپس ابو وائل (شقیق بن سلمہ تابعی رحمہ اللہ) کے پاس پہنچا، تو انہوں نے میرا ہاتھ چوما۔''

(القبل والمعانقة والمصافحة لابن الأعرابي : 5، وسندهٗ حسنٌ)

۞ حسین بن علی بن ولید جعفی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

رُبَّمَا فَعَلَهٗ لِي سُفْيَانُ، يَعْنِي ابْنَ عُيَيْنَةَ، يَعْنِي يُقَبِّلُ يَدَهٗ .

''بسا اوقات امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ میرا ہاتھ چوما کرتے تھے۔''

(القبل والمعانقة والمصافحة لابن الأعرابي : 7، وسندهٗ صحيحٌ)

۞ امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ، محدث ابومسہر رحمہ اللہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

إِذَا خَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ؛ اِصْطَفَّ النَّاسُ لَهٗ يُمْنَةً وَّيُسْرَةً، يُسَلِّمُوْنَ عَلَيْهِ، وَيُقَبِّلُوْنَ يَدَهٗ .

''جب آپ رحمہ اللہ مسجد کی طرف نکلتے، تو لوگ دائیں بائیں قطار بنا کر کھڑے ہوتے، آپ کو سلام کرتے اور آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیتے۔''

(تقدمة الجرح والتعديل لابن أبي حاتم :291)

اہل علم وفضل، والدین، نیک بزرگوں اور اساتذۂ کرام کی عزت وتکریم کرتے ہوئے ان کا ہاتھ چومنا شرعاً مشروع اور جائز ہے، بشرطیکہ ان میں عجب وتکبر پیدا ہونے کا خدشہ نہ ہو۔ ایسی صورت میں اجتناب ضروری ہو جائے گا۔

حصول تبرک کے لیے دست بوسي :

اگر کوئی شخص اولیاء اللہ اور صالحین کے ہاتھ حصولِ تبرک کے لیے چومتا ہے، تو یہ اقدام غیر شرعی، ناجائز ہونے کے ساتھ ساتھ قبیح بدعت اور منکر فعل ہے۔اس کے بدعت ہونے کی دو وجہیں ہیں؛ پہلی یہ کہ تبرک آثارِ نبویہ کے ساتھ خاص ہے،اس تعظیم میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا جا سکتا۔دوسری یہ کہ خیر القرون میں کسی ثقہ مسلمان سے کسی کے ہاتھ تبرکاً چومنا ثابت نہیں۔سلف صالحین کی پیروی میں دین اپنانا چاہیے،کیونکہ وہ شریعت کے تقاضوں سے بہ خوبی واقف تھے اور انہیں پورا کرنے والے تھے۔

دست بوسي کے بارے میں چند روایات کي تحقیق :

ہاتھ چومنے کے متعلق چند روایات کی تحقیق پیش خدمت ہے:

① **حديث ابن عمر** : (سنن أبي داوٗد : 2647)

اس کی سند سخت ''ضعیف'' ہے،کیونکہ اس میں یزید بن ابو زیاد راوی جمہور محدثین کے نزدیک ''ضعیف'' اور ''سيیء الحفظ'' ہونے کے ساتھ ساتھ ''مدلس'' بھی ہے۔

② **حديث أسامة بن شريك** : (المعجم الصغير للطبراني : 2041، الرخصة في تقبيل اليد لابن المقري : 2، القبل والمعانقة والمصافحة لابن الأعرابي : 3)

اس میں ابو سعید حارثی ''ضعیف'' ہے۔

اس کا متابع راوی عمر بن یزید بن رفاعہ ابو ہشام الرفاعی بھی ''ضعیف'' ہے۔

③ **حديث زاهر بن حزام** : (المعجم الكبير للطبراني : 274/5، معرفة الصحابة لأبي نعيم الأصبهاني : 3084، القبل والمصافحة لابن الأعرابي : 16)

اس کی سند ''ضعیف'' ہے،کیونکہ سالم بن ابو الجعد (حسن الحدیث) کثیر الارسال راوی

ہے۔اس کا زاہر سے سماع ثابت نہیں ہوسکا۔

④ **حديث الحسن البصري** : (القبل والمصافحة لابن الأعرابي : 24)

یہ جھوٹی روایت ہے، کیونکہ :

(ا) حسن بصری ''مدلس'' ہیں۔

(ب) عمرو بن عبید راوی ''متروک'' ہے۔

(ج) سفیان بن عیینہ ''مدلس'' ہیں۔

اس میں اور بھی خرابیاں موجود ہیں۔

⑤ **حديث كعب بن مالك** : (الرخصة في تقبيل اليد لابن المقري :1)

یہ جھوٹی روایت ہے، کیونکہ اس کا راوی اسحاق بن عبداللہ بن ابوفروہ ''متروک'' ہے۔

⑥ **حديث زيد العبدي** : (الأدب المفرد للبخاري : 587، الرخصة في تقبيل اليد لابن المقري : 6، مسند أبي يعلٰى : 685، المعجم الكبير للطبراني : 345/20، 346)

یہ روایت ''ضعیف'' ہے، کیونکہ ہود بن عبداللہ بن سعد عصری راوی ''مجہول'' ہے۔امام ابن حبان رحمہ اللہ (الثقات : 516/5) کے کسی نے اسے ثقہ نہیں کہا۔

۞ حافظ ابن قطان فاسی رحمہ اللہ نے اسے ''مجہول الحال'' قرار دیا ہے۔

(بيان الوهم والإيهام : 1248)

۞ حافظ ذہبی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

لَا يَكَادُ يُعْرَفُ .

''یہ شخص غیر معروف ہے۔''(ميزان الاعتدال : 310/4)

⑦ **حديث جابر بن عبد الله** : (تقبيل اليد لابن المقري :11)

یہ روایت سخت ''ضعیف'' ہے، کیونکہ :

(ا) اعمش راوی ''مدلس'' ہیں، انہوں نے سماع کی تصریح نہیں کی۔

(ب) عبیداللہ بن سعید بن مسلم کوفی راوی ''ضعیف'' ہے۔

(ج) صالح بن مبارک کے حالات نہیں مل سکے، وغیرہ۔

آثار صحابہ :

① عبدالرحمٰن بن رزین رحمہ اللہ سے منسوب ہے:

میں نے صحابیٔ رسول، سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کو سلام کیا، تو انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ باہر نکال کر فرمایا:

بَايَعْتُ بِهَاتَيْنِ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْرَجَ كَفًّا لَّهٗ ضَخْمَةً، كَأَنَّهَا كَفُّ بَعِيرٍ، فَقُمْنَا إِلَيْهَا فَقَبَّلْنَاهَا.

''میں نے ان دونوں ہاتھوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی ہے۔ انہوں نے اپنی ہتھیلی کو باہر نکالا جو اونٹ کی ہتھیلی کی مانند موٹی تھی۔ ہم نے کھڑے ہو کر ان کی ہتھیلی کو بوسہ دیا۔'' (الأدب المفرد للبخاري : 973)

تبصرہ :

اس کی سند ''ضعیف'' ہے، کیونکہ عبدالرحمٰن بن رزین راوی ''مجہول'' ہے۔ سوائے امام ابن حبان رحمہ اللہ (82/5) کے کسی نے اس کی توثیق نہیں کی۔

امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اسے ''مجہول'' قرار دیا ہے۔ (سنن الدارقطني : 198/1)

② یونس بن میسرہ سے یہ قول منسوب ہے:

ایک روز یزید بن اسود رضی اللہ عنہ کے پاس ہمارا آنا ہوا۔ ان کے پاس سیدنا واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ تشریف لائے:

فَلَمَّا نَظَرَ إِلَيْهِ؛ مَدَّ يَدَهٗ، فَأَخَذَ يَدَهٗ، فَمَسَحَ بِهَا وَجْهَهٗ وَصَدْرَهٗ، لِأَنَّهٗ بَايَعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''سیدنا یزید بن اسود رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھ کر اپنا ہاتھ ان کی طرف دراز کیا اور ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنے چہرے اور سینے پر مَل لیا، کیونکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی ہوئی تھی۔''

(حلية الأولياء وطبقات الأصفياء لأبي نعيم الأصبهاني : 306/9)

تبصرہ :

یہ جھوٹی داستان ہے، کیونکہ اسے بیان کرنے والے عمرو بن واقد قرشی ابو حفص اور موسیٰ بن عیسیٰ بن نذر، دونوں ''متروک'' راوی ہیں۔

③ ثابت بنانی رحمہ اللہ سے منسوب ہے :

إِنَّهُ قَالَ لِأَنَسٍ : أَمَسَسْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِكَ؟ قَالَ : نَعَمْ، فَقَبَّلَهَا .

''انہوں نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا : کیا آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہاتھ سے چھوا تھا؟ فرمایا: جی ہاں! اس پر انہوں نے ان کا ہاتھ چوم لیا۔''

(الأدب المفرد للبخاري : 974)

تبصرہ :

اس کی سند ''ضعیف'' ہے، کیونکہ سفیان بن عیینہ ''مدلس'' ہیں۔ان کے سماع کی تصریح نہیں مل سکی۔ نیز علی بن زید بن جدعان ''ضعیف'' ہے۔

④ یحییٰ بن حارث ذماری تابعی رحمہ اللہ سے منسوب ہے :

میری سیدنا واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، تو میں نے ان سے کہا:

أَمَسَسْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِكَ؟

''کیا آپ کے ہاتھ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوا ہے؟''

انہوں نے فرمایا: جی ہاں! تو میں نے ان کا ہاتھ چوم لیا۔

(المعجم الكبير للطبراني : 94/22)

تبصرہ :

اس کی سند ''ضعیف'' ہے، کیونکہ ابوعبدالملک القاری راوی نامعلوم ہے۔

❁ اس کے بارے میں حافظ ہیثمی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

وَلَمْ أَعْرِفْهُ.

''میں اسے نہیں جانتا۔''(مجمع الزوائد : 42/8)

پیٹ کا بوسہ :

❁ عمیر بن اسحاق تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں :

كُنْتُ مَعَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ، فَلَقِيَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ، فَقَالَ : أَرِنِي؛ أُقَبِّلْ مِنْكَ، حَيْثُ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُ، قَالَ : فَقَالَ بِقَمِيصِهٖ، قَالَ : فَقَبَّلَ سُرَّتَهٗ.

''میں سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے ہمراہ تھا۔ ہماری ملاقات سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ انہوں نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سے کہا: مجھے اپنے جسم کی وہ جگہ دکھایئے، جہاں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیتے دیکھا ہے، تاکہ میں بھی وہیں پر آپ کو بوسہ دوں۔ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے اپنی قمیص اٹھائی، تو سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کی ناف پر بوسہ دیا۔''

(مسند الإمام أحمد : 255/2، 427، 488، 494، السنن الكبرٰی للبیهقي : 232/2، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (6965) اور امام حاکم رحمہ اللہ (168/3) نے ''صحیح'' کہا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو یہ بوسہ دینا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں تھا کہ جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بوسہ دیا، میں بھی وہاں بوسہ دوں، چنانچہ انہوں نے اس جگہ بوسہ دے دیا۔

تعظیم کی نیت سے کسی کے پاؤں چومنا ناجائز اور غیر مشروع عمل ہے۔بعض لوگ کچھ روایات پیش کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک چومتے تھے،لیکن ان میں سے کوئی روایت بھی پایۂ صحت کو نہیں پہنچتی۔اس پر سہاگہ یہ کہ صحابہ کرام،تابعین عظام اور تبع تابعین کے تین بہترین ادوار میں بھی اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

اس سلسلے میں جو روایات پیش کی جاتی ہیں،ان کا مختصر تحقیقی تجزیہ پیشِ خدمت ہے:

روایت نمبر ① :

سیدنا صفوان بن عسال مرادی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ دو یہودیوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر نو آیاتِ بینات کے متعلق سوال کیے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جوابات دے دیے،تو:

فَقَبَّلَا يَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ

''انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں مبارک کو بوسہ دیا۔''

(مسند الإمام أحمد : 239/4، 240، سنن الترمذي : 2733، السنن الكبرٰى للنسائي : 3527، سنن ابن ماجه : 3705، مختصرًا)

اس حدیث کے بارے میں امام ترمذی رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ . ''یہ حدیث صحیح ہے۔''

امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ، لَا نَعْرِفُ لَهٗ عِلَّةً بِوَجْهٍ مِّنَ الْوُجُوهِ .

''یہ حدیث صحیح ہے۔ہمیں اس میں کسی بھی قسم کی کوئی علت معلوم نہیں ہوئی۔''

(المستدرك على الصحيحين :15/1)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے بھی اس بارے میں ان کی موافقت کی ہے۔

تجزیہ :

یہ حدیث ''منکر'' ہے۔اس کا راوی عبد اللہ بن سلمہ اگرچہ ''حسن الحدیث'' ہے، لیکن آخری عمر میں اس کے حافظے میں خرابی پیدا ہوگئی تھی، جیسا کہ:

۞ اس کے شاگرد عمرو بن مرہ فرماتے ہیں :

كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَمَةَ قَدْ كَبِرَ، وَكَانَ يُحَدِّثُنَا، فَنَعْرِفُ وَنُنْكِرُ .

''عبد اللہ بن سلمہ بوڑھے ہو گئے تھے۔وہ ہمیں بیان کرتے تو ہمیں ان سے کچھ معروف اور کچھ منکر حدیثیں ملتیں۔''

(مسند علي بن الجعد : 66، العلل ومعرفة الرجال للإمام أحمد برواية ابنه عبد اللّٰه : 1824، الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع للخطيب البغدادي : 1920، واللفظ لهٗ)

۞ امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

تَعْرِفُ وَتُنْكِرُ .

''یہ معروف اور منکر دونوں قسم کی روایات بیان کرتا ہے۔''

(الجرح والتعديل لابن أبي حاتم : 74/5)

۞ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

وَلَا يُتَابَعُ فِي حَدِيثِهٖ .

''ثقہ راوی اس کی روایات کی متابعت نہیں کرتے۔''(التاریخ الکبیر : 99/5)

۞ امام نسائی رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو''منکر'' کہا ہے۔

(السنن الکبریٰ : 3527)

۞ سنی مفسر، حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (701-774ھ) فرماتے ہیں :

وَهُوَ حَدِيثٌ مُّشْكِلٌ، وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَمَةَ فِي حِفْظِهٖ شَيْءٌ، وَقَدْ تَكَلَّمُوا فِيهِ، وَلَعَلَّهُ اشْتَبَهَ عَلَيْهِ التِّسْعُ الْآيَاتُ بِالْعَشْرِ الْكَلِمَاتِ، فَإِنَّهَا وَصَايَا فِي التَّوْرَاةِ، لَا تَعَلُّقَ لَهَا بِقِيَامِ الْحُجَّةِ عَلٰى فِرْعَوْنَ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ !

''اس حدیث میں اشکال ہے۔عبد اللہ بن سلمہ کے حافظے میں کچھ خرابی تھی، محدثین کرام نے اس پر جرح بھی کی ہے۔ممکن ہے کہ اس کو نو آیات اور دس کلمات میں اشتباہ ہو گیا ہو، کیونکہ دَس کلمات تو تورات میں وصیت کی صورت میں ہیں، ان کا فرعون کے خلاف دلیل بننے سے کوئی تعلق ہی نہیں۔واللہ اعلم۔''

(تفسیر ابن کثیر : 124/5)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ عبد اللہ بن سلمہ کے بارے میں فرماتے ہیں :

صَدُوقٌ، تَغَيَّرَ حِفْظُهٗ .

''یہ سچا راوی تھا، لیکن اس کے حافظے میں خرابی واقع ہو گئی تھی۔''

(تقریب التہذیب : 3364)

۞ امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدَ بْنَ يَعْقُوبَ الْحَافِظَ، وَيَسْأَلُهٗ مُحَمَّدُ

بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ، فَقَالَ : لِمَ تَرَكَا حَدِيثَ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ أَصْلًا، فَقَالَ : لِفَسَادِ الطَّرِيقِ إِلَيْهِ .

''میں نے امام ابوعبد اللہ،محمد بن یعقوب الحافظ کو سنا،ان سے محمد بن عبید اللہ یہ سوال کر رہے تھے کہ امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے سیدنا صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب حدیث کو بالکل ہی کیوں چھوڑ دیا تھا؟اس پر انہوں نے فرمایا : کیونکہ اس کی سند خراب تھی۔''(المستدرك على الصحيحين :15/1)

اس کے بارے میں امام حاکم رحمہ اللہ کی توجیہ صحیح نہیں۔

مذکورہ بحث کے نتیجے میں معلوم ہوا کہ عبد اللہ بن سلمہ کی جس حدیث کو محدثین کرام ''منکر'' قرار دیں گے، وہ ''ضعیف'' ہو گی اور باقی ''حسن'' ہوں گی۔

روایت نمبر ② :

صحابیٔ رسول،سیدنا زارع بن عامر رضی اللہ عنہ،جو وفدِ عبدالقیس میں شامل تھے،ان کی طرف منسوب ہے کہ:

لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ، فَجَعَلْنَا نَتَبَادَرُ مِنْ رَّوَاحِلِنَا، فَنَتَقَبَّلُ يَدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجْلَهٗ .

''جب ہم مدینہ منورہ پہنچے،تو ہم جلدی کرتے ہوئے اپنے کجاووں سے نکلے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ اور پاؤں مبارک کو چومنے لگے۔''

(سنن أبي داوٗد : 5225، القبل والمعانقة والمصافحة لابن الأعرابي : 41، الأدب المفرد للبخاري : 975)

تجزیہ :

اس کی سند ''ضعیف'' ہے، کیونکہ اس کو بیان کرنے والی راویہ امِ ابان بنت وازع کی کسی محدث نے توثیق نہیں کی،لہٰذا حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ کا اس کے بارے میں یہ کہنا صحیح نہیں کہ:

رَوَتْ ـــ حَدِيثًا حَسَنًا، سَاقَتْهُ بِتَمَامِهِ وَطُولِهِ سِيَاقَةً حَسَنَةً .

''امِ ابان نے ایک حسن حدیث روایت کی ہے۔اس نے اس حدیث کو مکمل اور طول کے ساتھ اچھا بیان کیا ہے۔''(الاستيعاب في معرفة الأصحاب : 80/4)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے امِ ابان کو ''مجہولات'' میں شمار کیا ہے۔

(ميزان الاعتدال : 611/4)

روایت نمبر ③ :

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دیہاتی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر کہنے لگا: اللہ کے رسول! میں یقیناً مسلمان ہوں۔ مجھے کوئی ایسی چیز دکھائیں،جس سے میرا ایمان بڑھ جائے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا: آپ اس درخت کو بلائیں،وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت کو بلایا اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور سلام کہا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے واپس اپنی جگہ جانے کا کہا،تو وہ چلا گیا،تب اس دیہاتی نے کہا:

اِئْذَنْ لِي أَنْ أُقَبِّلَ رَأْسَكَ وَرِجْلَيْكَ .

''مجھے اجازت دیجیے کہ میں آپ کے سر اور دونوں پاؤں مبارک کو چوموں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اجازت دی،تو اس نے ایسا کر لیا۔

(مسند الدارمي : 1472، القبل لابن الأعرابي : 42، تقبيل اليد لأبي بكر بن المقري : 5، المستدرك على الصحيحين للحاكم : 172/4، دلائل النبوّة لأبي نعيم الأصبهاني :291)

تجزیہ :

یہ روایت ''ضعیف'' ہے، کیونکہ اس کا راوی صالح بن حیان قرشی جمہور محدثین کرام کے نزدیک ''ضعیف'' ہے۔

❁ امام حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''صحیح الاسناد'' کہا، تو اس کے ردّ میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے فرمایا:

بَلْ وَاهٍ ، وَفِي إِسْنَادِهِ صَالِحُ بْنُ حَيَّانَ مَتْرُوكٌ .

''یہ ضعیف روایت ہے، اس کی سند میں صالح بن حیان راوی متروک ہے۔''

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس راوی کو ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

(تقريب التهذيب : 2851)

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے بھی ''ضعیف'' ہی کہا ہے۔

(تاريخ ابن معين برواية الدارمي : ص : 134، ت : 434)

❁ امام نسائی رحمہ اللہ اسے غیر ثقہ کہتے ہیں۔(الضعفاء والمتروكون : 295)

❁ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عَامَّةُ مَا يَرْوِيهِ غَيْرُ مَحْفُوظٍ .

''اس کی بیان کردہ اکثر روایات غیر محفوظ (منکر) ہیں۔''

(الكامل في ضعفاء الرجال : 55/4)

❁ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کے بارے میں ''فیہ نظر'' فرمایا ہے۔

(التاريخ الكبير : 275/4)

❁ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے ''لیس بالقوی'' قرار دیا ہے۔

(الضعفاء والمتروكون : 289)

❁ امام ابو حاتم رحمہ اللہ نے بھی یہی فرمایا ہے۔

(الجرح والتعديل لابن أبي حاتم : 398/4)

۞ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

يَرْوِي عَنِ الثِّقَاتِ أَشْيَاءَ لَا تُشْبِهُ حَدِيثَ الْأَثْبَاتِ، لَا يُعْجِبُنِي الِاحْتِجَاجُ بِهٖ إِذَا انْفَرَدَ .

''یہ ثقہ راویوں سے منسوب کر کے ایسی روایات نقل کرتا ہے، جو ثقہ راویوں کی احادیث سے میل نہیں کھاتیں۔ مجھے اس حدیث سے استدلال کرنا پسند نہیں، جس کے بیان کرنے میں یہ منفرد ہو۔''(المجروحين :369/1)

۞ امام حربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

لَهٗ أَحَادِيثُ مُنْكَرَةٌ .

''اس نے منکر احادیث بیان کی ہیں۔''(تهذيب التهذيب لابن حجر : 387/4)

۞ امام عجلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

جَائِزُ الْحَدِيثِ، يُكْتَبُ الْحَدِيثُ، وَلَيْسَ بِالْقَوِيِّ، وَهُوَ فِي إِعْدَادِ الشُّيُوخِ .

''یہ جائز الحدیث ہے، اس کی حدیث لکھ لی جائے گی، مگر یہ قوی نہیں۔ اس کا شمار شیوخ میں ہوتا ہے۔''(تاريخ العجلي : 225)

۞ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

وَهُوَ ضَعِيفٌ، وَلَمْ يُوَثِّقْهُ أَحَدٌ .

''یہ ضعیف راوی ہے، اسے کسی ایک محدث نے بھی ثقہ قرار نہیں دیا۔''

(مجمع الزوائد :105/1)

روایت نمبر ④ :

سیدنا عامر بن طفیل رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کے واقعہ میں بیان کیا گیا ہے کہ :

أَتٰی ، فَقَبَّلَ قَدَمَيْهِ .

''وہ آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں قدموں کو چوم لیا۔''

(الرخصة في تقبيل اليد لابن المقري : 14، المعجم لأبي يعلى الموصلي : 89)

تجزیہ :

اس کی سند سخت ترین ''ضعیف'' ہے، کیونکہ :

① ام ہیثم بنتِ عبد الرحمٰن بن فضالہ، سعدیہ کے حالاتِ زندگی نہیں مل سکے۔

②،③ اسی طرح ابو عبد الرحمٰن بن فضالہ اور ابو فضالہ بن عبد اللہ وغیرہ کی بھی توثیق درکار ہے۔

روایت نمبر ⑤ :

ابو بُردہ، یسار، مولیٰ عبد اللہ بن سائب مخزومی سے مروی ہے :

دَخَلْتُ مَعَ مَوْلَايَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ السَّائِبِ عَلٰی رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُمْتُ إِلٰی رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَبَّلْتُ رَأْسَهٗ وَيَدَهٗ وَرِجْلَهٗ .

''میں اپنے مولیٰ عبد اللہ بن سائب کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر، ہاتھ اور پاؤں مبارک چوم لیا۔''(الرخصة في تقبيل اليد لابن المقري : 24)

تجزیہ :

اس کی سند سخت ترین ''ضعیف'' ہے، کیونکہ :

① ابوالحسن احمد بن محمد بن عبداللہ بن قاسم ''ضعیف'' ہے۔

❁ اس کی بیان کردہ ایک حدیث کو''منکر'' قرار دیتے ہوئے امام ابوحاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعِيفُ الْحَدِيثِ، وَلَسْتُ أُحَدِّثُ عَنْهُ .

''اس کی حدیث ضعیف ہوتی ہے۔میں اس سے حدیث روایت نہیں کرتا۔''

(الجرح والتعديل لابن أبي حاتم : 71/2)

❁ امام عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُنْكَرُ الْحَدِيثِ، يُوصِلُ الْأَحَادِيثَ .

''اس کی احادیث منکر ہیں۔یہ مرسل احادیث کو موصول بیان کرتا تھا۔''

(الضعفاء الكبير : 71/2)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس کی ایک حدیث کے بارے میں لکھا ہے:

مَا هٰذَا الْحَدِيثُ بِبَعِيدٍ مِنَ الْوَضْعِ .

''کوئی بعید نہیں کہ یہ حدیث کسی کی گھڑنت ہی ہو۔''

(تاريخ الإسلام : 1096/5، طبعة بشّار)

② احمد کے باپ محمد بن عبداللہ بن قاسم کے حالات نہیں مل سکے۔

③ احمد کے دادا عبداللہ بن قاسم کی توثیق نہیں ملی۔

روایت نمبر ⑥ :

مشہور مفسر،امام،اسماعیل بن عبد الرحمٰن بن ابوکریمہ،سدی،تابعی رحمہ اللہ (م : 127ھ) سورۂ مائدہ کی آیت 111 کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا: میرا باپ کون ہے؟ جواب میں آپ ﷺ

نے فرمایا : فلاں۔اس پر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھے اور آپ کا پاؤں مبارک چوم لیا۔''

(تفسير الطبري : 17/9، طبعة هجر، 102/11، ح :12801، طبعة شاكر)

تجزیه :

امام سدی رحمہ اللہ تابعی ہیں اور بلاواسطہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کر رہے ہیں،لہٰذا یہ روایت ''مرسل'' ہے،جوکہ ''ضعیف'' حدیث کی ایک قسم ہے۔

روایت نمبر ⑦ :

صہیب مولیٰ عباس کا بیان ہے :

رَأَيْتُ عَلِيًّا يُّقَبِّلُ يَدَ الْعَبَّاسِ وَرِجْلَيْهِ، وَيَقُولُ : يَا عَمِّ ! ارْضَ عَنِّي .

''میں نے دیکھا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ، سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ اور دونوں پاؤں کو چومتے ہوئے کہہ رہے تھے : چچا جان ! مجھ سے راضی ہو جائیے۔''

(الأدب المفرد للبخاري : 976، الرخصة في تقبيل اليد لابن المقري : 15، تاريخ دمشق لابن عساكر : 372/26)

تجزیه :

اس کی سند ''ضعیف'' ہے،کیونکہ صہیب مولیٰ عباس کی سوائے امام ابن حبان رحمہ اللہ (الثقات : 381/4) کے کسی نے توثیق نہیں کی،لہٰذا یہ ''مجہول الحال'' ہے۔

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

وَصُهَيْبٌ لَّا أَعْرِفُهٗ .

''صہیب کو میں نہیں جانتا۔''(سير أعلام النبلاء : 94/2)

لہٰذا حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (تقریب التھذیب : 2955) کا اسے ''صدوق'' کہنا صحیح نہ ہوا۔

روایت نمبر ⑧ :

بیان کیا جاتا ہے کہ امام مسلم رحمہ اللہ نے امام بخاری رحمہ اللہ کی پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمایا :

دَعْنِي حَتّٰى أُقَبِّلَ رِجْلَيْكَ .

''مجھے اجازت دیجیے کہ میں آپ کے دونوں پاؤں کو چوم لوں۔''

(تاریخ دمشق لابن عساکر : 68/52، التقیید لمعرفة رواة السنن والمسانید لابن نقطة :331)

تجزیہ :

اس کی سند ''ضعیف'' ہے، کیونکہ ابونصر احمد بن حسن بن احمد بن حمویہ، ورّاق کے حالاتِ زندگی نہیں مل سکے۔

اس کی ایک دوسری سند تاریخ بغداد (102/3، 103)اور تاریخ دمشق(68/52) میں آتی ہے۔وہ بھی ''ضعیف'' ہے۔اس کے راوی ابونصر احمد بن محمد، ورّاق کی توثیق نہیں مل سکی۔

اصولِ محدثین اور بریلوی مذہب :

قدم بوسی کے متعلق روایات کا محدثین کرام کے اصولوں کے مطابق جائزہ لینے کے بعد معلوم ہو گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام سے کچھ بھی ثابت نہیں۔سلف صالحین سے بھی باسندِ صحیح اس کا کوئی ثبوت نہیں ملا۔لہٰذا اولیا و صالحین کے پاؤں چومنا جائز نہیں۔اس سب کے باوجود :

❀ بریلوی مفتی، احمد یار خان، نعیمی، گجراتی (1324-1391ھ) لکھتے ہیں :

''اولیاء اللہ کے ہاتھ پاؤں چومنا اور اس طرح ان کے بعد ان کے تبرکات بال و لباس وغیرہ کو بوسہ دینا، ان کی تعظیم کرنا مستحب ہے۔احادیث اور عمل صحابہ کرام

سے ثابت ہے،لیکن بعض لوگ اس کا انکار کرتے ہیں۔''(''جاءالحق'' :368/1)

اولیاء اللہ کے ہاتھ چومنا جائز ہے اور اسے بھی عبادت نہیں بنانا چاہیے۔رہا پاؤں چومنا، تو اس کے بارے میں کچھ ثابت نہیں ہو سکا، چہ جائیکہ مستحب ہو! باقی جہاں تک تبرکات کی بات ہے، تو وہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ خاص ہیں۔آپ ﷺ کے بعد خلفاءِ راشدین جیسے کبار صحابہ کرام کی چھوڑی ہوئی چیزوں کو کسی صحابی یا تابعی نے تبرک نہیں بنایا۔ بعد کے بزرگوں کے خود ساختہ تبرکات کو چومنا کیسے جائز ہوا؟

❀ جناب احمد یار خان، بریلوی مزید لکھتے ہیں :

''ان احادیث ومحدثین وعلما کی عبارات سے ثابت ہوا کہ بزرگان کے ہاتھ پاؤں اور ان کے لباس، نعلین، بال غرضیکہ سارے تبرکات، اسی طرح کعبہ معظّمہ، قرآنِ مجید، کتبِ احادیث کے اوراق کا چومنا جائز اور باعثِ برکت ہے، بلکہ بزرگانِ دین کے بال ولباس وجمیع تبرکات کی تعظیم کرنا۔''(''جاءالحق'' :399/1)

یہ سراسر غلوّ ہے۔نبی اکرم ﷺ کے آثارِ مبارکہ کے علاوہ کسی بھی ولی و صالح شخص کے آثار سے تبرک حاصل کرنا جائز نہیں، تو بوسہ دینا کیسے جائز ہوا؟ کعبہ معظّمہ، قرآنِ مجید اور کتبِ احادیث کے اوراق کو چومنے پر کوئی دلیل شرعی نہیں، یہ غیر مشروع عمل ہے۔اگر یہ کوئی نیک کام ہوتا، تو صحابہ وتابعین جیسے اسلافِ امت اس سے کیونکر غافل رہتے؟

❀ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو بوسہ دیا، تو فرمایا :

وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُكَ، مَا قَبَّلْتُكَ .

''اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا، تو میں تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔''

(صحيح البخاري : 1597، صحيح مسلم : 1270)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس چیز کا بوسہ شریعتِ اسلامیہ سے ثابت نہ ہو، اس کو بوسہ دینا ناجائز اور غیر مشروع ہے۔

❁ اسی حدیث کی شرح میں شارحِ صحیح بخاری، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَالَ شَيْخُنَا فِي شَرْحِ التِرْمِذِيِّ: فِيهِ كَرَاهِيَةُ تَقْبِيلِ مَا لَمْ يَرَهُ الشَّرْعُ بِتَقْبِيلِهِ.

''ہمارے شیخ (حافظ عراقی رحمہ اللہ) جامع ترمذی کی شرح میں فرماتے ہیں: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جس چیز کو بوسہ دینے کی تعلیم شریعت نے نہ دی ہو، اس کو بوسہ دینا مکروہ ہے۔'' (فتح الباري: 463/3)

❁ جناب احمد یار خان نعیمی مزید لکھتے ہیں:

''تبرکات کا چومنا جائز ہے۔ قرآنِ کریم فرماتا ہے: ﴿وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ﴾ یعنی اے بنی اسرائیل! تم بیت المقدس کے دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو اور کہو: ہمارے گناہ معاف ہوں۔ اس آیت سے پتہ لگا کہ بیت المقدس، جو انبیائے کرام کی آرامگاہ ہے، اس کی تعظیم اس طرح کرائی گئی کہ وہاں بنی اسرائیل کو سجدہ کرتے ہوئے جانے کا حکم دیا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ متبرک مقامات پر توبہ جلد قبول ہوتی ہے۔'' (''جاء الحق'': 368/1)

یہ قرآنِ کریم کی معنوی تحریف اور قبروں کے بارے میں غلو پر مبنی تحریر ہے۔ یہ قبے اور آستانے ان لوگوں کی شکم پروری کا ذریعہ ہیں، اس لیے ان پر بہت زور دیا جاتا ہے اور اس سلسلے میں شریعت کی حدود سے تجاوز کیا جاتا ہے۔

اس بات پر کوئی دلیل نہیں کہ جس جگہ سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا، وہاں انبیاءِ کرام کی

قبریں ہیں۔بس اللہ تعالیٰ کا حکم تھا کہ تم اس شہر میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو جاؤ۔کسی مسلمان مفسر نے قرآنِ کریم کی تفسیر میں ایسی کوئی بات ذکر نہیں کی۔

اس کے برعکس مفسرین کرام نے اس سجدہ کو سجدۂ شکر قرار دیا ہے،جیسا کہ:

❀ مشہور سنی مفسر،حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (701-774ھ)فرماتے ہیں:

أَيْ شُكْرًا لِّلّٰهِ تَعَالٰى عَلٰى مَا أَنْعَمَ بِهٖ عَلَيْهِمْ مِّنَ الْفَتْحِ وَالنَّصْرِ، وَرَدَّ بَلَدَهُمْ إِلَيْهِمْ، وَانْقَاذَهُمْ مِّنَ التِّيهِ وَالضَّلَالِ.

''یعنی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا کہ اللہ نے ان کو فتح ونصرت عطا فرمائی،ان کو ان کا علاقہ واپس دے دیا اور ان کو پستی و گمراہی سے نجات دی۔''(تفسیر ابن کثیر :247/1، طبعة المهدي)

اہل علم نے نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک کو بوسہ دینا اور اسے مس کرنا مکروہ اور بدعت خیال کیا ہے۔جب سے تقلید آئی ہے، بدعات کی بھرمار ہوگئی ہے۔مقلدین کو کوئی روک ٹوک نہیں، جسے چاہیں جواز کا درجہ دے دیں اور جسے چاہیں حرام قرار دے ڈالیں، کیونکہ انہیں دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی۔

الحاصل :

نبی اکرم ﷺ کی قدم بوسی کے بارے میں کوئی روایت ثابت نہیں۔صحابہ کرام،تابعین عظام اور تبع تابعین کے دور میں قدم بوسی کا کوئی وجود نہیں ملتا۔ یوں قدم بوسی اور زمین بوسی ناجائز اعمال وافعال ہیں۔

زمین بوسي :

علما وعظما کے سامنے زمین کو بوسہ دینا حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔فقہ حنفی کی معتبر کتابوں میں لکھا ہے:

وَكَذَا مَا يَفْعَلُونَهٗ مِنْ تَقْبِيلِ الْأَرْضِ بَيْنَ يَدَيِ الْعُلَمَاءِ وَالْعُظَمَاءِ فَحَرَامٌ، وَالْفَاعِلُ وَالرَّاضِي بِهٖ آثِمَانِ، لِأَنَّهٗ يُشْبِهُ عِبَادَةَ الْوَثَنِ، وَهَلْ يُكَفَّرَانِ؟ عَلٰی وَجْهِ الْعِبَادَةِ وَالتَّعْظِيمِ كُفْرٌ، وَإِنْ عَلٰی وَجْهِ التَّحِيَّةِ لَا، وَصَارَ آثِمًا مُّرْتَكِبًا لِّلْكَبِيرَةِ.

''اسی طرح جو علما و عظما کے سامنے زمین بوسی کا عمل کیا جاتا ہے، یہ بھی حرام ہے۔ اس کو کرنے والا اور اس پر راضی ہونے والا، دونوں گناہ گار ہیں، کیونکہ یہ بت پرستی کے مشابہ عمل ہے۔ کیا ایسا کرنے والے کو کافر کہا جائے گا؟ [اس میں تفصیل ہے]۔ اگر وہ عبادت اور تعظیم کی بنا پر ایسا کر رہا ہے، تو یہ عمل کفر ہے اور اگر بطورِ تحیہ ہے تو کفر نہیں، لیکن ایسا کرنے والا گناہ گار، بلکہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوگا۔''

(ردّ المحتار على الدرّ المختار لابن عابدين : 383/6، تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق للزيلعي : 25/6، مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر لشيخي زاده : 542/2، البناية شرح الهداية للعيني الحنفي : 198/12)

❀ حنفی مذہب کی معتبر کتاب میں لکھا ہے :

وَتَقْبِيلُ الْأَرْضِ بَيْنَ يَدَيِ الْعُلَمَاءِ وَالزُّهَّادِ فِعْلُ الْجُهَّالِ، وَالْفَاعِلُ وَالرَّاضِي آثِمَانِ.

''علما و زہاد کے سامنے زمین بوسی جاہلوں کا فعل ہے اور ایسا کرنے والا اور اس پر راضی ہونے والا، دونوں گناہ گار ہیں۔'' (فتاویٰ عالمگیری : 369/5)

❀ علامہ عینی حنفی اس کی وجہ حرمت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

لِأَنَّهٗ يُشْبِهُ عِبَادَةَ الْوَثَنِ.

''کیونکہ یہ بتوں کی عبادت کے مشابہ ہے۔'' (البناية في شرح الهداية : 198/12)

اجساد اولیا سے منسوب اشیا سے تبرک جائز نہیں، بلکہ بدعت ہے، سلف صالحین سے قطعاً اس کا ثبوت نہیں، اس بارے میں بعض الناس کے دلائل کا جائزہ پیش خدمت ہے:

امام شافعی رحمہ اللہ کا واقعہ :

امام شافعی رحمہ اللہ کے شاگردِ رشید، ربیع بن سلیمان رحمہ اللہ کی طرف منسوب ہے:

''امام شافعی رحمہ اللہ مصر تشریف لائے۔ انہوں نے مجھے کہا: میرا یہ خط سلامتی سے ابوعبداللہ احمد بن حنبل تک پہنچا دو اور مجھے جواب لا کر دو۔ میں وہ خط لے کر بغداد پہنچا، تو نمازِ فجر کے وقت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے میری ملاقات ہوئی۔ جب وہ حجرہ سے باہر تشریف لائے، تو میں نے خط ان کے سپرد کرتے ہوئے کہا: یہ خط آپ نے بھائی امام شافعی نے مصر سے ارسال کیا ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے مجھے کہا: کیا تو نے اسے پڑھا ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ انہوں نے مہر توڑ کر اسے پڑھا، تو ان کی آنکھیں بھر آئیں۔ میں نے عرض کیا: ابوعبداللہ! کیا ہوا؟ اس میں کیا لکھا ہے؟ انہوں نے فرمایا: امام شافعی نے مجھے لکھا ہے کہ انہوں نے خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت کی ہے۔ آپ ﷺ نے انہیں فرمایا: ابوعبداللہ کو خط لکھو، اسے سلام لکھ کر کہو کہ تم عنقریب آزمایا جائے گا اور تمہیں خلقِ قرآن (کے باطل عقیدہ) کی دعوت دی جائے گی، سوتم اسے قبول نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو روزِ قیامت باعزت عالم دین کے طور پر اٹھائے گا۔''

اس کے بعد ربیع بن سلیمان کا بیان ہے :

فَقُلْتُ لَهٗ : اَلْبَشَارَةُ یَا أَبَا عَبْدِ اللّٰهِ، فَخَلَعَ أَحَدَ قَمِيْصَيْهِ الَّذِي يَلِي جِلْدَهٗ، فَأَعْطَانِيْهِ، فَأَخَذْتُ الْجَوَابَ، وَخَرَجْتُ إِلٰى مِصْرَ، وَسَلَّمْتُ إِلَى الشَّافِعِيِّ، فَقَالَ : أَيْشَ الَّذِي أَعْطَاكَ؟ فَقُلْتُ : قَمِيْصَهٗ، فَقَالَ الشَّافِعِيُّ : لَيْسَ نَفْجَعُكَ بِهٖ، وَلٰكِنْ بِلَّهٗ، وَادْفَعْ إِلَيَّ الْمَاءَ، لِأَتبَرَّكَ بِهٖ .

''میں نے امام احمد رحمہ اللہ سے کہا: ابوعبداللہ! آپ کو تو خوشخبری ملی ہے۔انہوں نے اپنے جسم سے مَس کردہ قمیص اتار کر مجھے عنایت کی۔میں ان سے جواب لے کر مصر میں امام شافعی رحمہ اللہ کے پاس حاضر ہوا۔انہوں نے دریافت کیا: امام احمد رحمہ اللہ نے آپ کو کوئی چیز عطا کی ہے؟ میں نے عرض کیا: اپنی قمیص (کُرتا)۔امام شافعی نے فرمایا: ہم آپ کو اس (قمیص کے حوالے) سے تکلیف میں مبتلا نہیں کرتے، مگر اسے بھگو کر پانی ہی مجھے دے دو، تا کہ میں اس سے برکت حاصل کروں۔''

(تاریخ دمشق لابن عساکر : 311/5، مناقب أحمد بن حنبل لابن الجوزي : 609، 610)

تبصرہ :

یہ جھوٹی سند ہے، کیونکہ :

(ا) محمد بن حسین ابوعبدالرحمٰن سلمی راوی ''متہم بالکذب'' ہے۔

(ب) گمراہ صوفی، ابوبکر محمد بن عبداللہ بن عبدالعزیز بن شاذان رازی بھی ''متہم'' ہے، جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا۔

(ج) علی بن عبدالعزیز طلحی کے حالات زندگی نہیں مل سکے۔

❁ اس کی دوسری سند مناقب أحمد بن حنبل لابن الجوزي (610،

611) میں موجود ہے، لیکن اس میں ابراہیم بن عمر برمکی کے شاگرد ابوعلی الحسن بن علی بن محمد ابوعلی بن مذہب بغدادی کے بارے میں:

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

إِنَّهُ شَيْخٌ لَّيْسَ بِالْمُتْقِنِ .

''یہ شیخ مضبوط حافظے والے نہیں تھے۔''(میزان الاعتدال: 512/1)

❁ شجاع ذہلی کہتے ہیں:

كَانَ شَيْخًا عُسْرًا فِي الرِّوَايَةِ، وَسَمِعَ الْكَثِيْرَ، وَلَمْ يَكُنْ مِّمَّنْ يُّعْتَمَدُ عَلَيْهِ فِي الرِّوَايَةِ، كَأَنَّهُ خَلَطَ فِي شَيءٍ مِّنْ سَمَاعِهِ .

''یہ قلیل الروایت شیخ تھا، البتہ اس نے بہت سے لوگوں سے سنا ہے، لیکن اس کی روایت پر اعتماد نہیں کیا جاتا، گویا کہ یہ اپنے سماع میں اختلاط کا شکار تھا۔''

(میزان الاعتدال للذہبي: 511/1)

❁ ابوطاہر سلفی کہتے ہیں:

كَانَ مَعَ عُسْرِهِ مُتَكَلَّمًا فِيْهِ، لِأَنَّهُ حَدَّثَ بِكِتَابِ الزُّهْدِ لِأَحْمَدَ بَعْدَ مَا عُدِمَ أَصْلُهُ مِنْ غَيْرِ أَصْلِهِ .

''یہ بہت کم روایات بیان کرنے کے باوجود مجروح راوی ہے، کیونکہ اس نے امام احمد بن حنبل کی کتاب الزہد مفقود ہونے کے بعد بھی جعلی نسخہ سے بیان کی ہے۔''

(میزان الاعتدال للذہبي: 511/1)

❁ امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَكَانَ يَرْوِي عَنِ ابْنِ مَالِكِ الْقُطَيْعِيِّ مُسْنَدَ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ بِأَسْرِهِ،

وَكَانَ سَمَاعُهٗ صَحِيْحًا؛ إِلَّا فِي أَجْزَاءٍ مِّنْهُ، فَإِنَّهٗ أَلْحَقَ اسْمَهٗ فِيْهَا، وَكَذٰلِكَ فَعَلَ فِي أَجْزَاءٍ مِّنْ فَوَائِدِ ابْنِ مَالِكٍ، وَكَانَ يَرْوِي عَنِ ابْنِ مَالِكٍ أَيْضًا كِتَابَ الزُّهْدِ لِأَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ، وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ بِهٖ أَصْلٌ عَتِيْقٌ، وَإِنَّمَا كَانَتِ النُّسْخَةُ بِخَطِّهٖ، كَتَبَهَا بِأَخِرَةٍ، وَلَيْسَ بِمَحَلٍّ لِّلْحُجَّةِ.

''اس نے ابن مالک قطیعی سے ساری مسند احمد کو روایت کیا ہے۔اس میں کچھ اجزا کے علاوہ اس کا سماع صحیح تھا، کیونکہ اس نے سند میں اپنا نام شامل کیا ہے۔ یہی معاملہ اس نے فوائد ابن مالک کے اجزا کے ساتھ کیا ہے۔اسی طرح یہ ابن مالک قطیعی کے حوالے سے امام احمد بن حنبل کی کتاب الزہد بیان کرتا تھا، حالانکہ اس کے پاس اس کی کوئی اصل نہیں تھی۔اس کے پاس صرف اپنے ہاتھوں سے لکھا ہوا نسخہ تھا، جو اس نے اپنی آخری عمر میں لکھا تھا اور یہ قابلِ اعتماد نہیں۔''

(تاریخ بغداد : 390/7)

لہٰذا حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ کا حمزہ بن حسن کو ثقہ کہنا مفید نہیں۔

❁ اس واقعہ کی تیسری سند تاریخ ابن عساکر (311/5، 312)اور طبقات الشافعية الكبرٰى للسبكي (36/2) میں آتی ہے۔لیکن یہ بھی ''ضعیف'' ہے، کیونکہ:

(ا) اس میں جعفر بن محمد مالکی کی توثیق نہیں مل سکی۔

(ب) اس کے راوی گمراہ صوفی ابوبکر محمد بن عبداللہ بن عبدالعزیز بن شاذان رازی کے بارے میں:

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

لَيْسَ بِثِقَةٍ .

’’یہ ثقہ نہیں تھا۔‘‘(تاریخ الإسلام : 360/6، ت : بشار)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ کے اس حکم علامہ سبکی نے نے برقرار رکھا ہے۔

(طبقات الشافعية الكبرٰى :65/1)

۞ نیز حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

صَاحِبُ تِيْكَ الْحِكَايَاتِ الْمُنْكَرَةِ، رَوٰى عَنْهُ الشَّيْخُ أَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ (السُّلْمِيّ) أَوَابِدَ وَعَجَائِبَ، وَهُوَ مُتَّهَمٌ، طَعَنَ فِيْهِ الْحَاكِمُ .

’’ان منکر روایات کا سہرہ اسی کے سر ہے۔شیخ ابوعبدالرحمٰن سلمی نے اس سے عجیب وغریب روایات نقل کی ہیں۔یہ متہم راوی ہے،امام حاکم رحمہ اللہ نے اس پر جرح کی ہے۔‘‘(ميزان الاعتدال في نقد الرجال : 606/3)

۞ ادریسی کہتے ہیں:

لَيْسَ هُوَ فِي الرِّوَايَةِ بِذَاكَ .

’’یہ روایت میں معتمد نہیں ہے۔‘‘(لسان الميزان لابن حجر : 230/5)

الغرض یہ واقعہ تینوں سندوں کے ساتھ ’’ضعیف‘‘ اور بے بنیاد ہے۔

۞ ربیع بن سلیمان رحمہ اللہ کے حالات ِزندگی بیان کرتے ہوئے مؤرخ اسلام، حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَلَمْ يَكُنْ صَاحِبَ رِحْلَةٍ، فَأَمَّا مَا يُرْوٰى أَنَّ الشَّافِعِيَّ بَعَثَهٗ إِلٰى بَغْدَادَ بِكِتَابِهٖ إِلٰى أَحْمَدَ بنِ حَنْبَلٍ؛ فَغَيْرُ صَحِيْحٍ .

’’ربیع بن سلیمان رحمہ اللہ طلب علم کے لیے زیادہ سفر کرنے والے نہیں تھے۔لہٰذا یہ

جو واقعہ منقول ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے اسے خط دے کر امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی طرف بغداد بھیجا، وہ صحیح نہیں۔''(سیر أعلام النبلاء : 12/587، 588)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ کی بات کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ ربیع بن سلیمان رحمہ اللہ کا خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے تاریخ بغداد میں ذکر نہیں کیا۔اگر وہ بغداد آئے ہوتے، تو تاریخ بغداد میں ضرور ان کا تذکرہ ہونا چاہئے تھا۔تاریخ بغداد کا ان کے تذکرے سے خالی ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ بغداد کبھی نہیں آئے ،لہٰذا یہ واقعہ صحیح نہیں۔

❁ امام سفیان ثوري رحمہ اللہ کا واقعه :

عمرو بن قیس ملائی،ابوعبداللہ کوفی رحمہ اللہ کے بارے میں امام عجلی رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں:

وَكَانَ سُفْيَانُ يَأْتِيهِ يُسَلِّمُ عَلَيْهِ يَتَبَرَّكُ بِهِ .

''امام سفیان ثوری رحمہ اللہ ان کے پاس آ کر سلام کرتے اور ان سے برکت حاصل کرتے۔''(الثقات : 368)

تبصره :

یہ سخت ''منقطع'' قول ہے،کیونکہ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کی وفات 161 ہجری میں ہوئی، جبکہ امام عجلی رحمہ اللہ کی ولادت 182 ہجری میں ہوئی،تو انہوں نے امام سفیان ثوری رحمہ اللہ سے کیسے سن لیا؟ درمیان میں واسطہ غائب ہے،لہٰذا سند منقطع اور مردود ہے۔

❁ سلطان محمد غزنوي کا قصه :

بعض الناس کہتے ہیں کہ سلطان محمد غزنوی(بن سبکتگین ابو القاسم،م:421ھ) کو قلعہ سومنات کی جنگ میں علی بن احمد ابوالحسن خرقانی بسطامی(425ھ) کے جبے کی برکت سے فتح ونصرت نصیب ہوئی۔(تذکرة الأولیا از فرید الدین عطّار، ص : 344)

یہ جھوٹی ابلیسی کہانی ہے،جو گمراہ زندیق صوفیوں کا دین ہے۔ثابت ہوا کہ بعض لوگ جو اجساد اولیا سے منسوب اشیا سے تبرک لینے کے قائل ہیں، ان کا دامن دلیل سے خالی ہے۔

توسل اور تبرک کی ممنوع اور غیر مشروع صورتیں شرک و بدعت تک پہنچنے کا راستہ ہیں۔ اولیا و صالحین کی قبروں سے تبرک حاصل کرنا ممنوع اور بدعت ہے۔ یہ منکر عمل شرک کا پُل ہے۔ جب نبی کریم ﷺ کی مبارک قبر سے تبرک جائز نہیں، تو اور کسی کی قبر سے کیسے جائز ہو سکتا ہے، جبکہ تبرکات نبی کریم ﷺ کی ذاتِ بابرکات کے ساتھ خاص ہیں۔ خیر القرون میں قبروں سے تبرک کی کوئی مثال نہیں ملتی، بلکہ یہ رافضیوں سے مستعار نظریہ ہے۔

❁ شیخ الاسلام ثانی، عالم ربانی، علامہ ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ (691-751ھ) فرماتے ہیں:

قَالَ شَيْخُنَا قَدَّسَ اللّٰهُ رُوحَهٗ : وَهٰذِهِ الْأُمُورُ الْمُبْتَدَعَةُ عِنْدَ الْقُبُورِ مَرَاتِبُ، أَبْعَدُهَا عَنِ الشَّرْعِ؛ أَنْ يَّسْأَلَ الْمَيِّتَ حَاجَتَهٗ، وَيَسْتَغِيثَ بِهٖ فِيهَا، كَمَا يَفْعَلُهٗ كَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ، قَالَ : وَهٰؤُلَاءِ مِنْ جِنْسِ عُبَّادِ الْأَصْنَامِ، وَلِهٰذَا قَدْ يَتَمَثَّلُ لَهُمُ الشَّيْطَانُ فِي صُورَةِ الْمَيِّتِ أَوِ الْغَائِبِ، كَمَا يُتَمَثَّلُ لِعُبَّادِ الْأَصْنَامِ، وَهٰذَا يَحْصُلُ لِلْكُفَّارِ مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَأَهْلِ الْكِتَابِ، يَدْعُو أَحَدُهُمْ مَّنْ يُّعَظِّمُهٗ، فَيَتَمَثَّلُ لَهُ الشَّيْطَانُ أَحْيَانًا، وَقَدْ يُخَاطِبُهُمْ بِبَعْضِ الْأُمُورِ الْغَائِبَةِ، وَكَذٰلِكَ السُّجُودُ لِلْقَبْرِ، وَالتَّمَسُّحُ بِهٖ وَتَقْبِيلُهٗ، وَالْمَرْتَبَةُ الثَّانِيَةُ؛ أَنْ يَّسْأَلَ

اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ بِهٖ، وَهٰذَا يَفْعَلُهٗ كَثِيرٌ مِّنَ الْمُتَأَخِّرِينَ، وَهُوَ بِدْعَةٌ بِاتِّفَاقِ الْمُسْلِمِينَ،۔۔۔، اَلرَّابِعَةُ؛ أَنْ يَّظُنَّ أَنَّ الدُّعَاءَ عِنْدَ قَبْرِهٖ مُسْتَجَابٌ، أَوْ أَنَّهٗ أَفْضَلُ مِنَ الدُّعَاءِ فِي الْمَسْجِدِ، فَيَقْصُدُ زِيَارَتَهٗ وَالصَّلَاةَ عِنْدَهٗ لِأَجْلِ طَلَبِ حَوَائِجِهٖ، فَهٰذَا أَيْضًا مِّنَ الْمُنْكَرَاتِ الْمُبْتَدَعَةِ بِاتِّفَاقِ الْمُسْلِمِينَ، وَهِيَ مُحَرَّمَةٌ، وَمَا عَلِمْتُ فِي ذٰلِكَ نِزَاعًا بَيْنَ أَئِمَّةِ الدِّينِ، وَإِنْ كَانَ كَثِيرٌ مِّنَ الْمُتَأَخِّرِينَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ، وَيَقُولُ بَعْضُهُمْ : قَبْرُ فُلَانٍ تَرْيَاقٌ مُّجَرَّبٌ، وَالْحِكَايَةُ الْمَنْقُولَةُ عَنِ الشَّافِعِيِّ أَنَّهٗ كَانَ يَقْصُدُ الدُّعَاءَ عِنْدَ قَبْرِ أَبِي حَنِيفَةَ، مِنَ الْكَذِبِ الظَّاهِرِ .

''ہمارے استاذ (شیخ الاسلام ابن تیمیہ) قدس اللہ روحہ نے فرمایا: قبروں کے پاس بدعت پر مبنی امور کے کئی مراتب ہیں۔سب سے بڑھ کر شریعت کے منافی مرتبہ یہ ہے کہ میت سے اپنی حاجت روائی کا سوال کیا جائے اور اس سے مدد کی درخواست کی جائے ،جیسا کہ بہت سے لوگ کرتے ہیں۔یہ لوگ بت پرستوں جیسے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ بسااوقات شیطان ان کے سامنے کسی میت یا کسی غیر موجود شخص کی صورت بنا کر آتا ہے اور بت پرستوں کے ساتھ بھی وہ ایسا ہی کرتا ہے۔مشرکوں،کافروں اور اہل کتاب کے ساتھ بھی ایسا ہوتا ہے۔وہ اپنے ہاں قابل تعظیم ہستی کو پکارتے ہیں،تو شیطان ان کے سامنے اس کی صورت میں ظاہر ہو جاتا ہے اور کبھی کبھار تو انہیں بعض غیبی امور کی خبر بھی دیتا ہے۔۔۔قبروں کو سجدہ کرنا،ان کو تبرک کی نیت سے چھونا اور انہیں چومنا بھی اسی مرتبے سے تعلق

رکھتا ہے۔۔۔دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ قبر والوں کے طفیل اللہ تعالیٰ سے دُعا کی جائے۔بہت سے متاخرین ایسا کرتے ہیں۔اس کام کے بدعت ہونے پر مسلمانوں کا اتفاق ہے ۔۔۔ چوتھا مرتبہ یہ ہے کہ انسان کسی بزرگ کی قبر کے پاس دُعا کی قبولیت کا اعتقاد رکھے یا یہ سمجھے کہ وہاں دُعا کرنا مسجد میں دعا کرنے سے افضل ہے اور اسی خیال سے وہ قبر کی زیارت کو جائے اور وہاں اپنی حاجات کو پورا کرنے کے لیے نماز ادا کرے۔مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ یہ کام بھی بدعی منکرات میں سے ہے، جو کہ حرام ہیں۔مجھے اس بارے میں ائمہ دین کا کوئی اختلاف معلوم نہیں۔ہاں، متاخرین میں سے بہت سے لوگ اس میں مبتلا ہیں۔بعض تو کہتے ہیں کہ فلاں کی قبر تجربہ شدہ تریاق ہے۔امام شافعی کے بارے میں امام ابوحنیفہ کی قبر کے پاس دُعا کرنے کی جو روایت بیان کی جاتی ہے، وہ صاف جھوٹ ہے۔''

(إغاثة اللهفان من مصايد الشيطان :218/1)

اس حوالے سے شبہات اور دلائل کا جواب پیش خدمت ہے:

دلیل نمبر ① :

✿ علامہ سخاوی (831-902ھ) نے سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے حالات میں لکھا ہے:

وَجُعِلَ عَلٰی قَبْرِہٖ قُبَّةٌ، فَهُوَ مَزَارٌ وَّيُتَبَرَّكُ بِهٖ .

''سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر پر ایک قبہ بنایا گیا، جو ان کا مزار ہے، اس سے (لوگ) تبرک حاصل کرتے ہیں۔''(التحفة اللطيفة في تاريخ المدينة الشريفة :307/1)

تبصرہ :

قبروں پر قبے بنانا رافضیوں کی بدعت اور ایجاد ہے۔ظاہر ہے جو قبے بناتے ہیں، ان کا مقصد یہی ہے کہ قبروں سے تبرک اور فیض حاصل کیا جائے۔

مذکورہ نا معلوم رافضیوں اور بدعتیوں کا عمل پیش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔اہل سنت کے ائمہ کا عمل پیش کیا جائے۔اہل سنت والجماعت کے نزدیک قبروں پر قبے بنانا بالاتفاق حرام اور معصیت ہے۔یہ اہل بدعت کی کارروائی ہے، جیسا کہ بعض بدعتیوں نے نبی کریم ﷺ کی مبارک قبر پر سبز گنبد بنا دیا،حالانکہ خیر القرون میں ایسا کچھ نہیں تھا۔

دلیل نمبر ② :

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ ایک واقعہ یوں نقل کرتے ہیں:

وَرُوِيَ عَنْ أَبِي بَكْرِ بنِ أَبِي عَلِيٍّ، قَالَ : كَانَ ابْنُ الْمُقْرِيءِ يَقُوْلُ : كُنْتُ أَنَا وَالطَّبَرَانِيُّ، وَأَبُو الشَّيْخِ بِالْمَدِيْنَةِ، فَضَاقَ بِنَا الْوَقْتُ، فَوَاصَلْنَا ذٰلِكَ الْيَوْمَ، فَلَمَّا كَانَ وَقْتُ الْعِشَاءِ حَضَرْتُ الْقَبْرَ، وَقُلْتُ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ الْجُوْعُ، فَقَالَ لِيَ الطَّبَرَانِيُّ : اِجْلِسْ، فَإِمَّا أَنْ يَّكُونَ الرِّزْقُ أَوِ الْمَوْتُ، فَقُمْتُ أَنَا وَأَبُو الشَّيْخِ، فَحَضَرَ الْبَابَ عَلَوِيٌّ، فَفَتَحْنَا لَهٗ، فَإِذَا مَعَهٗ غُلَامَانِ بِقَفَّتَيْنِ، فِيْهِمَا شَيْءٌ كَثِيْرٌ، وَقَالَ : شَكَوْتُمُونِي إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ رَأَيْتُهٗ فِي النَّوْمِ، فَأَمَرَنِي بِحَمْلِ شَيْءٍ إِلَيْكُمْ.

''ابوبکر بن ابوعلی بیان کرتے ہیں کہ ابن مقری کہا کرتے تھے: میں،امام طبرانی اور امام ابو الشیخ مدینہ منورہ میں تھے،ہم تنگ دستی کا شکار ہو گئے۔ہم نے وصال (مسلسل روزے رکھنا شروع) کیا۔عشا کے وقت میں قبر رسول کے پاس آ کر میں نے کہا: یارسول اللہ! بھوک؟ مجھے امام طبرانی نے کہا: بیٹھ جاؤ،اب یا تو رزق آئے گا یا پھر موت... میں اور ابوالشیخ نے کھڑے ہوئے اور بابِ علوی کے

پاس آ کر ان کے لیے دروازہ کھولا: اچانک دیکھا کہ ان کے ساتھ دو نوجوان تھے، جن کے پاس دوٹوکرے تھے، جن میں بہت کچھ تھا۔ امام طبرانی نے کہا: نبی کریم ﷺ کے پاس تم لوگوں نے مجھ سے شکایت کی۔ میں نے آپ کو خواب میں دیکھا، آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں تمہارے لیے کچھ اٹھا لاؤں۔''

(تذکرة الحفّاظ : 122/3، سير أعلام النبلاء : 400/16، 401، مصباح الظلام لأبي عبد الله محمّد بن موسى بن النعمان (م : 683ھ)، ص :61)

تبصرہ :

یہ بے سند اور جھوٹا واقعہ ہے۔ کسی گمراہ نے محدثین کرام کو شرک میں مبتلا ثابت کرنے کی بے ہودہ اور ناکام کوشش کی ہے۔ بے سند اقوال پیش کرنا علمی دیانت کے خلاف ہے۔ ویسے بھی بے سند مذہب کا کوئی اعتبار نہیں۔

دلیل نمبر ③ :

۞ امام ابن حبان رحمہ اللہ اپنے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

قَدْ زُرْتُهُ مِرَارًا كَثِيرَةً، وَمَا حَلَّتْ بِي شِدَّةٌ فِي وَقْتِ مُقَامِي بِطُوْسٍ، فَزُرْتُ قَبْرَ عَلِيِّ بْنِ مُوسَى الرِّضَا صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلٰى جَدِّهٖ وَعَلِيهِ، وَدَعَوْتُ اللّٰهَ إِزَالَتَهَا عَنِّي؛ إِلَّا اسْتُجِيْبَ لِي، وَزَالَتْ عَنِّي تِلْكَ الشِّدَّةُ، وَهٰذَا شَيْءٌ جَرَّبْتُهُ مِرَارًا، فَوَجَدْتُّهٗ كَذٰلِكَ، أَمَاتَنَا اللّٰهُ عَلٰى مَحَبَّةِ الْمُصْطَفٰى وَأَهْلِ بَيْتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللّٰه عَلَيْهِ وَعَلَيْهِم أَجْمَعِينَ .

''طوس نامی مقام پر میں نے علی بن موسیٰ رضا کی قبر کی کئی مرتبہ زیارت کی۔ جب

بھی مجھے سخت پریشانی کا سامنا ہوا،تو میں نے علی بن موسیٰ رضا کی قبر پر آ کر اللہ تعالیٰ سے اس پریشانی کے خاتمے کی دُعا کی۔اللہ رب العزت نے میری دُعا قبول فرما کر مجھے سخت پریشانی سے نجات دلائی۔اس کا میں نے کئی مرتبہ مشاہدہ کیا ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کے تمام اہل بیت سے محبت پر موت دے۔''(الثقات : 457/8، ت : 1441)

تبصرہ :

یہ امام ابن حبان رحمہ اللہ کی اجتہادی خطا ہے۔اس سلسلے میں ان کا کوئی سلف نہیں، نہ ہی یہ عمل کتاب وسنت سے مستند ہے، بلکہ خیر القرون کے مسلمانوں کے خلاف عمل ہے۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (661۔728ھ) فرماتے ہیں:

لَيْسَ الدُّعَاءُ عِنْدَ الْقُبُورِ بِأَفْضَلَ مِنَ الدُّعَاءِ فِي الْمَسَاجِدِ وَغَيْرِهَا مِنَ الْأَمَاكِنِ، وَلَا قَالَ أَحَدٌ مِّنَ السَّلَفِ وَالْأَئِمَّةِ : إِنَّهُ مُسْتَحَبٌّ أَنْ يَّقْصِدَ الْقُبُورَ لِأَجْلِ الدُّعَاءِ عِنْدَهَا؛ لَا قُبُورَ الْأَنْبِيَاءِ وَلَا غَيْرِهِمْ.

''قبروں کے پاس دُعا کرنا مساجد اور دیگر مقامات کی بہ نسبت افضل نہیں۔ اسلافِ اُمت اور ائمہ دین میں سے کسی ایک نے بھی نہیں کہا کہ دُعا کیلئے انبیاءِ کرام اور دیگر قبروں کا قصد مستحب ہے۔''(مجموع الفتاوی : 180/27)

لہٰذا یہ کہنا کہ اولیا اور صالحین کی قبروں سے تبرک حاصل کرنا جائز ہے اور وہاں دعائیں قبول ہوتی ہیں، قطعاً باطل ہے۔

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں :

إِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، كَانَ إِذَا قُحِطُوا اسْتَسْقٰى

بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، فَقَالَ : اللّٰهُمَّ، إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا فَتَسْقِينَا، وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا، قَالَ : فَيُسْقَوْنَ .

''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا طریقہ یہ تھا کہ جب قحط پڑ جاتا، تو سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ (کی دعا) کے وسیلہ سے بارش طلب کیا کرتے تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ یوں دُعا کرتے تھے: اے اللہ! بے شک ہم تجھے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم (کی زندگی میں ان کی دعا) کا وسیلہ پیش کر کے بارش طلب کیا کرتے تھے، تو تُو ہمیں بارش دیتا تھا اور اب ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم (کی وفات کے بعد ان) کے چچا (کی دعا) کو وسیلہ بنا کر بارش طلب کرتے ہیں (یعنی ان سے دعا کرواتے ہیں)، لہٰذا اب بھی تُو ہم پر بارش نازل فرما۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس طرح انہیں بارش عطا کر دی جاتی تھی۔''(صحيح البخاري : 1/137، ح : 1010)

اگر نبی یا ولی کی قبر پر دُعا زیادہ قبول ہوتی، تو یقیناً سیدنا عمر رضی اللہ عنہ قبر رسول کا رُخ کرتے۔ ان کا ایسا نہ کرنا اس بات پر واضح دلیل ہے کہ انبیا و صالحین کی قبور پر قبولیت کی غرض سے دُعا کرنا جائز نہیں۔ کسی بھی صحابی نے ایسا نہیں کیا، نہ تابعین نے صحابہ کرام کی قبروں کے پاس ایسا کوئی عمل کیا۔

❀ مشہور اہل حدیث عالم، علامہ محمد بشیر سہسوانی، ہندی رحمہ اللہ (1252-1326ھ) تبرک وتوسل کی ممنوع وحرام اور کفر وشرک پر مبنی صورتوں کے متعلق فرماتے ہیں:

اَلثَّامِنُ؛ أَنْ يَّسْأَلَ اللّٰهَ وَيَدْعُوَه عِنْدَ قُبُورِ الصَّالِحِينَ مُعْتَقِدًا أَنَّ الدُّعَاءَ عِنْدَ الْقَبْرِ مُسْتَجَابٌ، وَالتَّاسِعُ؛ أَنْ يَّقُولَ عِنْدَ قَبْرِ نَبِيٍّ أَوْ صَالِحٍ : يَا سَيِّدِي فُلَانُ ! ادْعُ اللّٰهَ تَعَالٰى أَوْ نَحْوَ ذٰلِكَ، فَهٰذَانِ

الْقِسْمَانِ مِمَّا لَا يَسْتَرِيبُ عَالِمٌ أَنَّهُمَا غَيْرُ جَائِزَيْنِ، وَأَنَّهُمَا مِنَ الْبِدَعِ الَّتِي لَمْ يَفْعَلْهَا السَّلَفُ، وَإِنْ كَانَ السَّلَامُ عَلَى الْقُبُورِ جَائِزًا، اَلْعَاشِرُ : أَنْ يَّقُولَ عِنْدَ قَبْرِ نَبِيٍّ أَوْ صَالِحٍ : يَا سَيِّدِي فُلَانُ ! اشْفِ مَرِيضِي وَاكْشِفْ عَنِّي كُرْبَتِي وَغَيْرَ ذٰلِكَ، وَهٰذَا شِرْكٌ جَلِيٌّ، إِذْ نِدَاءُ غَيْرِ اللّٰهِ طَالِبًا بِذٰلِكَ دَفْعَ شَرٍّ أَوْ جَلْبَ مَنْفَعَةٍ فِيمَا لَا يَقْدِرُ عَلَيْهِ الْغَيْرُ دُعَاءٌ، وَالدُّعَاءُ عِبَادَةٌ، وَعِبَادَةُ غَيْرِ اللّٰهِ شِرْكٌ، وَهٰذَا أَعَمُّ مِنْ أَنْ يَّعْتَقِدَ فِيهِمْ أَنَّهُمْ مُؤَثِّرُوْنَ بِالذَّاتِ، أَوْ أَعْطَاهُمُ اللّٰهُ تَعَالَى التَّصَرُّفَاتِ فِي تِلْكَ الْأُمُورِ، أَوْ أَنَّهُمْ أَبْوَابُ الْحَاجَةِ إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى وَشُفَعَاؤُهٗ وَوَسَائِلُهٗ، وَفِي هٰذَا الْحُكْمِ التَّوَسُّلُ بِسَائِرِ الْعِبَادَاتِ مِنَ الذِّبْحِ لَهُمْ، وَالنَّذْرِ لَهُمْ، وَالتَّوَكُّلِ عَلَيْهِمْ، وَالِالْتِجَاءِ إِلَيْهِمْ، وَالْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ مِنْهُمْ، وَالسُّجُودِ لَهُمْ، وَالطَّوَافِ لَهُمْ، اَلْحَادِي عَشَرَ : أَنْ يَّدْعُوَ غَائِبًا أَوْ مَيِّتًا عِنْدَ غَيْرِ الْقُبُورِ : يَا سَيِّدِي فُلَانُ ! اُدْعُ اللّٰهَ تَعَالٰى فِي حَاجَتِي فُلَانَةَ، زَاعِمًا أَنَّهٗ يَعْلَمُ الْغَيْبَ، وَيَسْمَعُ كَلَامَهٗ فِي كُلِّ زَمَانٍ وَّمَكَانٍ، وَّيَشْفَعُ لَهٗ فِي كُلِّ حِينٍ وَّأَوَانٍ، فَهٰذَا شِرْكٌ صَرِيحٌ، فَإِنَّ عِلْمَ الْغَيْبِ مِنَ الصِّفَاتِ الْمُخْتَصَّةِ بِاللّٰهِ تَعَالٰى، اَلثَّانِي عَشَرَ : أَنْ يَّدْعُوَ غَائِبًا أَوْ مَيِّتًا عِنْدَ غَيْرِ الْقَبْرِ : يَا سَيِّدِي فُلَانُ ! اشْفِ مَرِيضِي وَاقْضِ عَنِّي الدَّيْنَ، وَهَبْ لِي وَلَدًا، وَّارْزُقْنِي، وَاغْفِرْلِي، وَأَمْثَالَ ذٰلِكَ، وَهٰذَا أَيْضًا شِرْكٌ مِّنْ وَّجْهَيْنِ؛

الْأَوَّلُ أَنَّهٗ يَعْتَقِدُ عِلْمَ الْغَيْبِ لِذٰلِكَ الْمَدْعُوِّ، وَهُوَ شِرْكٌ، وَالثَّانِي أَنَّهٗ يُنَادِي وَيَدْعُو غَيْرَ اللّٰهِ تَعَالٰى، طَالِباً بِذٰلِكَ دَفْعَ شَرٍّ أَوْ جَلْبَ مَنْفَعَةٍ، فِيمَا لَا يَقْدِرُ ذٰلِكَ الْغَيْرُ عَلَيْهِ، وَهٰذَا الدُّعَاءُ عِبَادَةٌ، وَعِبَادَةُ غَيْرِ اللّٰهِ شِرْكٌ، وَمَنْ قَالَ مِنَ الْعُلَمَاءِ بِكَوْنِ التَّوَسُّلِ شِرْكًا؛ فَإِنَّمَا أَرَادَ بِهٖ أَحَدَ الْأَقْسَامِ الثَّلَاثَةِ الْأَخِيرَةِ.

''آٹھویں قسم یہ ہے کہ آدمی یہ عقیدہ رکھتے ہوئے نیک لوگوں کی قبروں کے پاس اللہ تعالیٰ سے دُعا و مناجات کرے کہ وہاں دُعا قبول ہوتی ہے۔ نویں صورت یہ ہے کہ وہ کسی نبی یا ولی کی قبر کے پاس جا کر اس طرح کے الفاظ کہے: آقا! میرے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں، وغیرہ وغیرہ۔ اس بات میں کسی عالم کو شبہ نہیں ہو سکتا کہ یہ دونوں قسمیں ناجائز ہیں اور ان بدعات میں شامل ہیں جن کا سلف نے ارتکاب نہیں کیا۔ ہاں! (شریعتِ اسلامیہ کی روشنی میں) قبرستان میں سلام کہنا جائز ہے۔ دسویں صورت یہ ہے کہ آدمی کسی نبی یا ولی کی قبر پر جا کر کہے: آقا! میرے مریض کو شفا دیجیے، میری مشکلات کو حل فرمائیے وغیرہ۔ یہ واضح شرک ہے، کیونکہ غیر اللہ کو کسی ایسی تکلیف کو دور کرنے کے لیے یا کسی ایسے نفع کو حاصل کرنے کے لیے پکارنا جس پر وہ قادر نہ ہو، دُعا ہے اور دُعا عبادت ہے اور غیر اللہ کی عبادت شرک ہے۔ انبیا و اولیا کو ذاتی طور پر ان تصرفات کا اہل سمجھا جائے یا ان امور کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطائی سمجھا جائے یا ان کو اللہ تعالیٰ کے دربار میں سفارشی اور ذریعہ خیال کیا جائے، ہر حال میں شرک ہے۔ باقی عبادات، مثلاً غیر اللہ کے لیے جانور ذبح کرنا، ان کے لیے نذر و نیاز کا اہتمام، ان پر توکل، ان سے التجا اور

خوف و رجا، ان کے لیے سجدہ اور طواف، وغیرہ کا بھی یہی حکم ہے۔گیارہویں قسم یہ ہے کہ آدمی کسی غائب یا فوت شدہ کو اس کی قبر کے علاوہ کسی اور جگہ پکارتے ہوئے کہے: آقا! اللہ تعالیٰ سے میرے اس معاملے میں دعا کیجیے اور اس کا عقیدہ یہ ہو کہ جس کو وہ پکار رہا ہے، وہ غیب جانتا ہے اور ہر زمان و مکان میں اس کا کلام سن رہا ہے اور ہر وقت اس کے لیے سفارش کرتا ہے۔یہ صورت بھی شرکِ جلی ہے کیونکہ علم غیب اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے۔بارہویں قسم یہ ہے کہ آدمی کسی غائب یا فوت شدہ شخص کو اس کی قبر کے علاوہ کسی اور جگہ پر پکارے اور کہے: آقا! میرے مریض کو شفا دیجیے، میرا قرض دُور فرمائیے، مجھے اولاد عطا کیجیے، مجھے رزق عنایت فرمائیے، مجھے معاف فرمائیے وغیرہ۔ یہ صورت بھی دو طرح سے شرک ہے۔اول اس طرح کہ وہ پکارے جانے والے شخص کے عالم الغیب ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے اور یہ شرک ہے۔ثانی یہ کہ وہ غیر اللہ کو ایسی تکلیف کے دور کرنے یا ایسے نفع کو حاصل کرنے کے لیے پکارتا ہے جس پر غیر اللہ قدرت نہیں رکھتے۔یہ پکار عبادت ہے اور غیر اللہ کی عبادت شرک ہے۔جن علماءِ کرام نے توسل کو شرک قرار دیا ہے، ان کی مراد یہی آخری تین قسمیں تھیں۔''

(صيانة الإنسان عن وسوسة الشيخ دحلان، ص: 212، 213)

تنبيه :

✿ ابوبکر، محمد بن مؤمل بن حسین بن عیسیٰ بیان کرتے ہیں:

خَرَجْنَا مَعَ إِمَامِ أَهْلِ الْحَدِيْثِ، أَبِي بَكْرِ بْنِ خُزَيْمَةَ، وَعَدِيْلِهِ أَبِي عَلِيٍّ الثَّقْفِيِّ، مَعَ جَمَاعَةٍ مِّنْ مَّشَائِخِنَا، وَهُمْ إِذْ ذَاكَ مُتَوَافِرُوْنَ،

إِلٰى زِيَارَةِ قَبْرِ عَلِيِّ بْنِ مُوْسَى الرِّضَا بِطُوْسَ، قَالَ : فَرَأَيْتُ مِنْ تَعْظِيْمِهٖ، يَعْنِي ابْنَ خُزَيْمَةَ، لِتِلْكَ الْبُقْعَةِ، وَتَوَاضُعِهٖ لَهَا، وَتَضَرُّعِهٖ عِنْدَهَا، مَا تَحَيَّرْنَا .

''ہم امامِ اہل حدیث، ابوبکر بن خزیمہ رحمہ اللہ کے ساتھ نکلے۔ان کے ہم زلف ابو علی ثقفی اور مشائخ کی ایک بڑی جماعت ان کے ہمراہ تھی۔ہم سارے اکٹھے ہو کر طوس میں علی بن موسیٰ رضا کی قبر کی طرف گئے۔میں نے امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ کو زمین کے اس ٹکڑے کی تعظیم کرتے دیکھا اور اس قبر کے سامنے ان کی عاجزی اور انکساری دیکھ کر ہم حیران رہ گئے تھے۔''

(تهذيب التهذيب لابن حجر : 388/7، وسندهٗ حسنٌ)

زیارتِ قبور کے وقت آداب کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے۔اگر قبروں کے احترام کو تعظیم کا نام دیا جائے تو یہ جائز ہے،لیکن دورانِ زیارت قبروں سے تبرک جائز نہیں،نہ ان کے پاس دُعا و مناجات مشروع ہے۔

دلیل نمبر ⑤ :

امام شافعی رحمہ اللہ کی طرف منسوب ایک ''ضعیف'' اور باطل روایت یوں ہے :

إِنِّي لَأَتَبَرَّكُ بِأَبِي حَنِيفَةَ، وَأَجِيْئُ إِلٰى قَبْرِهٖ فِي كُلِّ يَوْمٍ، يَعْنِي زَائِرًا، فَإِذَا عَرَضَتْ لِي حَاجَةٌ؛ صَلَّيْتُ رَكْعَتَيْنِ، وَجِئْتُ إِلٰى قَبْرِهٖ، وَسَأَلْتُ اللّٰهَ تَعَالَى الْحَاجَةَ عِنْدَهٗ، فَمَا تَبْعُدُ عَنِّي؛ حَتّٰى تُقْضٰى .

''میں امام ابو حنیفہ سے تبرک حاصل کرتا ہوں اور ان کی قبر پر ہر دن زیارت کے لیے آتا ہوں۔جب مجھے کوئی ضرورت پیش آتی ہے،تو میں دو رکعتیں ادا کرتا ہوں

اور ان کی قبر کی طرف جاتا ہوں اور وہاں اللہ تعالیٰ سے اپنی ضرورت کا سوال کرتا ہوں، جلد ہی وہ ضرورت پوری کر دی جاتی ہے۔‘‘

(تاريخ بغداد للخطيب البغدادي :1/135)

تبصرہ :

یہ جھوٹی اور باطل روایت ہے، کیونکہ اس کے راوی عمر بن اسحاق بن ابراہیم کا کتبِ رجال میں کوئی نام ونشان نہیں ملتا۔ نیز علی بن میمون راوی کی بھی تعیین نہیں ہوسکی۔

اس کے باوجود محمد زاہد الکوثری جہمی حنفی نے اس کی سند کو ’’صحیح‘‘ قرار دیا ہے۔

(مقالات الكوثري : 380)

جس روایت کے راوی کا حال یہ ہو کہ اس کا کتبِ رجال میں ذکر ہی نہ ہو،اس کی سند صحیح کیسے ہوئی؟ کیا یہ سب کچھ قبر پرستی کو تقویت دینے کے لیے تو نہیں کیا جا رہا؟

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (م:728ھ) اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں:

وَهٰذَا كَذِبٌ مَّعْلُومٌ كِذْبُهٗ بِالِاضْطِرَارِ عِنْدَ مَنْ لَّهٗ أَدْنٰى مَعْرِفَةٍ بِالنَّقْلِ، فَإِنَّ الشَّافِعِيَّ لَمَّا قَدِمَ بَغْدَادَ؛ لَمْ يَكُنْ بِبَغْدَادَ قَبْرٌ يُّنْتَابُ لِلدُّعَاءِ عِنْدَهُ اَلْبَتَّةَ، بَلْ وَلَمْ يَكُنْ هٰذَا عَلٰى عَهْدِ االشَّافِعِيِّ مَعْرُوفًا، وَقَدْ رَأَى الشَّافِعِيُّ بِالْحِجَازِ وَالْيَمَنِ وَالشَّامِ وَالْعِرَاقِ وَمِصْرَ مِنْ قُبُورِ الْأَنْبِيَاءِ وَالصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ، مَنْ كَانَ أَصْحَابُهَا عِنْدَهٗ وَعِنْدَ الْمُسْلِمِينَ أَفْضَلَ مِنْ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَمْثَالِهٖ مِنَ الْعُلَمَاءِ، فَمَا بَالُهٗ لَمْ يَتَوَخَّ الدُّعَاءَ؛ إِلَّا عِنْدَ قَبْرِ أَبِي حَنِيفَةَ، ثُمَّ أَصْحَابُ أَبِي حَنِيفَةَ الَّذِينَ أَدْرَكُوهُ مِثْلُ أَبِي يُوسُفَ وَمُحَمَّدٍ وَّزُفَرَ وَالْحَسَنِ بْنِ زِيَادٍ

وَّطَبَقَتِهِمْ؛ لَمْ يَكُونُوا يَتَحَرَّوْنَ الدُّعَاءَ، لَا عِنْدَ قَبْرِ أَبِي حَنِيفَةَ وَلَا غَيْرِهٖ، ثُمَّ قَدْ تَقَدَّمَ عَنِ الشَّافِعِيِّ مَا هُوَ ثَابِتٌ فِي كِتَابِهٖ، مِنْ كَرَاهَةِ تَعْظِيمِ قُبُورِ الصَّالِحِينَ خَشْيَةَ الْفِتْنَةِ بِهَا، وَإِنَّمَا يَضَعُ مِثْلَ هٰذِهِ الْحِكَايَاتِ مَنْ يَّقِلُّ عِلْمُهٗ وَدِينُهٗ، وَإِمَّا أَنْ يَّكُونَ الْمَنْقُولُ مِنْ هٰذِهِ الْحَكَايَاتِ عَنْ مَّجْهُولٍ لَّا يُعْرَفُ .

''یہ ایسی جھوٹی روایت ہے، جس کا جھوٹا ہونا ہر اس شخص کو لازمی طور پر معلوم ہو جاتا ہے، جو فن روایت سے ادنیٰ معرفت بھی رکھتا ہو۔ امام شافعی رحمہ اللہ جب بغداد تشریف لائے، تو وہاں قطعاً کوئی ایسی قبر موجود نہیں تھی، جس پر دعا کے لیے حاضر ہوا جاتا ہو۔ یہ چیز امام شافعی رحمہ اللہ کے دور میں معروف ہی نہیں تھی۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے حجاز، یمن، شام، عراق اور مصر میں انبیاءِ کرام اور صحابہ و تابعین کی قبریں دیکھی تھیں۔ یہ لوگ تو امام شافعی اور تمام مسلمانوں کے ہاں امام ابوحنیفہ اور ان جیسے دوسرے علما سے افضل تھے۔ کیا وجہ ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے سوائے امام ابوحنیفہ کے کسی کی قبر پر دعا نہیں کی؟ پھر امام ابوحنیفہ کے وہ شاگرد جنہوں نے ان کی صحبت پائی تھی، مثلاً ابو یوسف، محمد (بن حسن)، زفر اور حسن بن زیاد، نیز ان کے طبقے کے دوسرے لوگ، امام ابوحنیفہ یا کسی اور کی قبر پر دعا نہیں کرتے تھے۔ پھر یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک نیک لوگوں کی قبروں کی تعظیم کرنا مکروہ ہے، کیونکہ اس میں فتنے کا خدشہ ہے۔ اس طرح کی جھوٹی روایات وہ لوگ گھڑتے ہیں، جو علمی اور دینی اعتبار سے تنگ دست ہوتے ہیں یا پھر ایسی روایات مجہول اور غیر معروف لوگوں سے منقول ہوتی ہیں۔''

(اقتضاء الصراط المستقيم لمخالفة أصحاب الجحيم، ص : 165)

۞ جناب سرفراز خان صفدر دیوبندی حیاتی صاحب (م:2009ء) لکھتے ہیں:

''یہ واقعہ ہی جھوٹا اور گھڑا ہوا ہے۔''(بابِ جنت، ص:66)

دلیل نمبر ⑥:

قَالَ الْحَافِظُ ابْنُ بَشْكَوَالَ : أَخْبَرَنَا الْقَاضِي الشَّهِيدُ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ رَحِمَهُ اللّٰهُ قِرَاءَةً عَلَيْهِ، وَأَنَا أَسْمَعُ، قَالَ : قَرَأْتُ عَلٰى أَبِي عَلِيٍّ حُسَيْنِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْغَسَّانِيِّ، قَالَ : أَخْبَرَنِي أَبُو الْحَسَنِ طَاهِرُ بْنُ مُفَوِّزٍ الْمُعَافِرِيُّ، قَالَ : أَنَا أَبُو الْفَتْحِ وَأَبُو اللَّيْثِ نَصْرُ بْنُ الْحَسَنِ التَّنْكَتِيُّ، الْمُقِيمُ بِسَمَرْقَنْدَ، قَدِمَ عَلَيْهِمْ بِلَنْسِيَةَ، عَامَ أَرْبَعَةٍ وَّسِتِّينَ وَأَرْبَعِ مِائَةٍ، قَالَ : قُحِطَ الْمَطَرُ عِنْدَنَا بِسَمَرْقَنْدَ فِي بَعْضِ الْأَعْوَامِ، قَالَ : فَاسْتَسْقَى النَّاسُ مِرَارًا، فَلَمْ يُسْقَوْا، قَالَ : فَأَتٰى رَجُلٌ مِّنَ الصَّالِحِينَ مَعْرُوفٌ بِالصَّلَاحِ، مَشْهُورٌ بِهٖ، إِلٰى قَاضِي سَمَرْقَنْدَ، فَقَالَ لَهٗ : إِنِّي قَدْ رَأَيْتُ رُأْيًا أَعْرِضُهٗ عَلَيْكَ، قَالَ : وَمَا هُوَ؟ قَالَ : أَرٰى أَنْ تَخْرُجَ وَيَخْرُجَ النَّاسُ مَعَكَ إِلٰى قَبْرِ الْإِمَامِ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ الْبُخَارِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ، وَقَبْرُهٗ بِخَرْتَنْكَ، وَتَسْتَسْقُوا عِنْدَهٗ، فَعَسَى اللّٰهُ أَنْ يَّسْقِيَنَا، قَالَ : فَقَالَ الْقَاضِي : نِعْمَ مَا رَأَيْتَ، فَخَرَجَ الْقَاضِي، وَخَرَجَ النَّاسُ مَعَهٗ، وَاسْتَسْقَى الْقَاضِي بِالنَّاسِ، وَبَكَى النَّاسُ عِنْدَ الْقَبْرِ، وَتَشَفَّعُوا بِصَاحِبِهٖ، فَأَرْسَلَ اللّٰهُ السَّمَاءَ بِمَاءٍ عَظِيمٍ غَزِيرٍ، أَقَامَ النَّاسُ مِنْ أَجْلِهٖ بِخَرْتَنْكَ سَبْعَةَ أَيَّامٍ

أَوْ نَحْوَهَا، لَا يَسْتَطِيعُ أَحَدٌ الْوَصُولَ إِلٰى سَمَرْقَنْدَ مِنْ كَثْرَةِ الْمَطَرِ وَغَزَارَتِهٖ، وَبَيْنَ خَرَتْنَكَ وَسَمَرْقَنْدَ ثَلَاثَةُ أَمْيَالٍ أَوْ نَحْوُهَا .

''سمرقند میں ایک سال قحط پڑا۔لوگوں نے بہت دفعہ بارش طلبی کے لیے دُعائیں کیں،لیکن بارش نہ ہوئی۔ایک نیک آدمی جس کا ورع وتقویٰ مشہور تھا،قاضی سمرقند کے پاس آیا اور کہنے لگا: میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی ہے، میں وہ آپ کے سامنے پیش کروں گا۔قاضی نے کہا: وہ ترکیب کیا ہے؟اس نے کہا: میرا خیال ہے کہ آپ اور تمام لوگ امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ کی قبر کے پاس جا کر بارش کی دُعا کریں۔ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بارش عطا فرما دے۔امام صاحب کی قبر خرتنک نامی جگہ میں ہے۔قاضی اور تمام لوگ باہر نکلے اور امام صاحب کی قبر کے پاس جا کر بارش کی دُعا کی،اللہ کے ہاں گڑگڑائے اور امام صاحب کا وسیلہ پیش کیا۔اللہ تعالیٰ نے بہت زیادہ بارش نازل کی۔اس بارش کی وجہ سے لوگوں کو خرتنک میں تقریباً سات دن ٹھہرنا پڑا۔زیادہ بارش کی بنا پر کوئی بھی سمرقند نہ جا سکتا تھا۔خرتنک اور سمرقند کے درمیان تقریباً تین میل کا فاصلہ تھا۔''

(الصلة في تاريخ أئمّة الأندلس لابن بشكوال، ص : 603، وسندهٗ صحيحٌ)

تبصرہ :

پانچویں صدی کے اواخر کے بعض نامعلوم لوگوں کا یہ عمل دین کیسے بن گیا؟ایک شخص کے کہنے پر نامعلوم قاضی اور اس کی نامعلوم رعایا کا یہ عمل قرآن وسنت اور سلف صالحین کے تعامل کے خلاف تھا۔

رہا بارش کا ہوجانا،تو وہ ایک اتفاقی امر ہے۔آج بھی کتنے ہی مشرکین قبر والوں سے اولادیں مانگتے ہیں،اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں اولاد ملتی ہے،تو وہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ صاحبِ

قبر نے ان پر یہ عنایت کی ہے۔کیا بتوں کے پجاریوں اور ان سے مانگنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی چیز نہیں ملتی؟اور کیا ان کی کوئی مراد پوری ہو جانا بت پرستی کے جواز کی دلیل ہے؟قرآن و حدیث میں بزرگوں کی قبروں پر دُعا اور ان سے تبرک حاصل کرنے کا کوئی جواز نہیں۔

اگر ایسا کرنا جائز ہوتا تو صحابہ و تابعین ضرور ایسا کرتے۔خیرالقرون کے بعد دین میں منکر کام داخل ہو گئے تھے، یہ بھی انہی کاموں میں سے ہے۔اس دور میں کسی کے عمل کی کوئی شرعی حیثیت نہیں۔

دلیل نمبر ⑦ :

❀ حسن بن ابراہیم بن توبہ، ابوعلی الخلال کا بیان ہے :

مَا هَمَّنِي أَمْرٌ، فَقَصَدْتُّ قَبْرَ مُوْسَى بْنِ جَعْفَرٍ، فَتَوَسَّلْتُ بِهٖ؛ إِلَّا سَهَّلَ اللّٰهُ تَعَالٰی لِي مَا أُحِبُّ.

”جب بھی میں کسی معاملہ میں پریشانی سے دوچار ہوتا، تو موسیٰ بن جعفر کی قبر پر جا کر اس کا وسیلہ پکڑتا،تو اللہ تعالیٰ میری پسند کو میرے لیے آسان کر دیتے۔“

(تاریخ بغداد للخطیب :120/1)

تبصرہ :

یہ غیر ثابت روایت ہے، کیونکہ اس کے راوی حسن بن ابراہیم کی توثیق ثابت نہیں، لہٰذا یہ قول مردود ہے۔علمی دُنیا میں ایسے اقوال کی کوئی حیثیت نہیں۔

دلیل نمبر ⑧ :

❀ معروف کرخی رحمہ اللہ کی قبر کے بارے میں امام ابراہیم حربی رحمہ اللہ سے منسوب

ہے کہ:

قَبْرُ مَّعْرُوْفٍ التِّرْيَاقُ الْمُجَرَّبُ .

''معروف کرخی کی قبر تریاقِ مجرب ہے۔''(تاریخ بغداد للخطیب :122/1)

تبصره :

یہ جھوٹا قول ہے، کیونکہ اس کا راوی احمد بن حسین بن یعقوب ابو الحسن عطار غیر ثقہ اور مجروح ہے۔اس کے بارے میں :

❀ ابو القاسم ازہری رحمہ اللہ کہتے ہیں:

كَانَ كَذَّابًا .

''یہ انتہائی جھوٹا تھا۔''(تاریخ بغداد للخطیب : 429/4)

❀ خود حافظ خطیب بغدادی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

وَلَمْ يَكُنْ فِي الْحَدِيْثِ ثِقَةً .

''یہ روایتِ حدیث میں ثقہ نہیں تھا۔''(تاریخ بغداد : 429/4)

❀ محمد بن ابی الفوارس رحمہ اللہ کہتے ہیں:

كَانَ سَيِّءَ الْحَالِ فِي الْحَدِيْثِ، مَذْمُوْمًا، ذَاهِباً، لَمْ يَكُنْ بِشَيْءٍ اَلْبَتَّةَ .

''یہ روایتِ حدیث میں بری حالت کا مالک تھا،نیز مذموم اور ردی تھا،یہ بالکل بے کار شخص تھا۔''(تاریخ بغداد للخطیب : 429/4)

❀ حافظ ابو نعیم رحمہ اللہ کہتے ہیں:

لَيِّنُ الْحَدِيْثِ .

''اس کی بیان کردہ حدیث کمزور ہوتی ہے۔''(تاریخ بغداد للخطیب : 429/4)

❁ حافظ سہمی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

حَدَّثَ عَنْ مَّنْ لَّمْ يَرَهُ وَمَنْ مَّاتَ قَبْلَ أَنْ يُّوْلَدَ .

''یہ ان لوگوں سے روایت بیان کر دیتا تھا،جنہیں اس نے دیکھا تک نہیں ہوتا تھا اور ان سے بھی، جو اس کی پیدائش سے بھی پہلے مر چکے ہوتے تھے۔''

(سؤالات السهمي للدارقطني : 157)

❁ حافظ حمزہ سہمی رحمہ اللہ مزید کہتے ہیں:

وَسَمِعْتُ الدَّارَقُطْنِيَّ وَجَمَاعَةً مِّنَ الْمَشَايِخِ، تَكَلَّمُوْا فِي ابْنِ مِقْسَمٍ .

''میں نے امام دارقطنی رحمہ اللہ اور محدثین کرام کی ایک جماعت سے سنا ہے کہ وہ ابن مقسم پر جرح کرتے تھے۔''(سؤالات السهمي للدارقطني : 157)

دلیل نمبر ⑨ :

❁ عبدالرحمٰن بن محمد بن زہری کہتے ہیں :

قَبْرُ مَعْرُوْفٍ الْكَرْخِيِّ مُجَرَّبٌ لِّقَضَاءِ الْحَوَائِجِ، وَيُقَالُ : إِنَّهُ مَنْ قَرَأَ عِنْدَهُ مِائَةَ مَرَّةٍ : قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ، وَسَأَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى مَا يُرِيْدُ؛ قَضَى اللّٰهُ لَهُ حَاجَتَهُ .

''معروف کرخی کی قبر قضائے حاجات کے لیے مشہور ہے۔کہا جاتا ہے کہ جو اس قبر کے پاس سو مرتبہ سورت اخلاص پڑھے،تو اللہ تعالیٰ اس کی مراد کو پورا کر دیتا ہے۔''(تاریخ بغداد للخطیب :122/1، وسندہٗ صحیحٌ)

دلیل نمبر ⑩ :

❁ ثقہ محدث، ابوعبداللہ ابن محاملی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

أَعْرِفُ قَبْرَ مَعْرُوْفَ الْكَرْخِيِّ مُنْذُ سَبْعِيْنَ سَنَةً، مَا قَصَدَهٗ مَهْمُوْمٌ؛ إِلَّا فَرَّجَ اللّٰهُ هَمَّهٗ.

''میں ستر سال سے معروف کرخی کی قبر کو جانتا ہوں۔ جو بھی پریشان حال ان کی قبر کا قصد کرے، اللہ تعالیٰ اس کی پریشانی کو دور کر دیتا ہے۔''

(تاریخ بغداد للخطیب: 123/1، وسندہٗ صحیحٌ)

تبصرہ :

متاخرین کا بے دلیل عمل دین کیسے بن سکتا ہے؟ یہ عمل قرآن و سنت اور خیر القرون کے سلف صالحین کے خلاف ہے۔

رہا حاجت پوری ہو جانا تو یہ اتفاقی امر ہے۔آج بھی قبروں کے پجاری قبر والوں سے اولادیں مانگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں اولاد مل جاتی ہے،لیکن وہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ صاحبِ قبر نے ان پر یہ عنایت کی ہے۔کیا بتوں کے پجاریوں اور ان سے مدد مانگنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی چیز نہیں ملتی؟ کیا ان کی کوئی دلی مراد پوری ہو جانا بت پرستی کے جواز پر دلیل ہے؟

قرآن و سنت میں بزرگوں کی قبروں پر دُعا اور ان کے توسل اور تبرک کا کوئی جواز نہیں،اگر ایسا کرنا جائز ہوتا،تو صحابہ کرام اور تابعین عظام ضرور ایسا کرتے۔خیر القرون کے بعد دین اسلام میں جو منکر کام داخل ہو گئے تھے، یہ بھی انہی میں سے ہے۔

دلیل نمبر ⑪ :

❀ عظیم تابعی، مجاہد بن جبر رحمہ اللہ سے سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے بارے میں منسوب ہے:

فَكَانُوْا إِذَا قُحِطُوْا كَشَفُوْا عَنْ قَبْرِهٖ، فَمُطِرُوْا .

''رومی جب قحط سالی کا شکار ہوتے، تو وہ سیدنا ابو ایوب رضی اللہ عنہ کی قبر کو کھولتے۔یوں ان پر بارش برسا دی جاتی۔''(معجم الصحابة للبغوي : 222/2)

تبصرہ :

یہ جھوٹی روایت ہے، کیونکہ:

① محمد بن عمر الواقدی ''ضعیف''اور''متروک'' راوی ہے۔

② اسحاق بن یحییٰ بن طلحہ راوی ''ضعیف'' ہے۔

(تقريب التهذيب لابن حجر : 390)

دلیل نمبر ⑫ :

❀ امام مالک رحمہ اللہ سے منقول ہے:

بَلَغَنِي عَنْ قَبْرِ أَبِي أَيُّوْبَ أَنَّ الرُّوْمَ يَسْتَصْحُوْنَ بِهٖ، وَيَسْتَسْقَوْنَ .

''مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ رومی سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی قبر کے وسیلے صحت اور بارش طلب کرتے ہیں۔''

(الاستيعاب في معرفة الأصحاب لابن عبد البرّ : 1606/4)

تبصرہ :

امام مالک رحمہ اللہ نے صرف ایک خبر بیان کی ہے،اس کی تصدیق نہیں کی۔ان تک یہ بات پہنچانے والا شخص نا معلوم ہے،لہٰذا یہ قول نا قابلِ التفات ہے۔

دلیل نمبر ⑬ :

❁ امام ابن عبد البر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

وَقَبْرُ أَبِي أَيُّوْبَ قُرْبَ سُوْرِهَا، مَعْلُوْمٌ إِلَى الْيَوْمِ، مُعَظَّمٌ يَسْتَسْقُوْنَ بِهٖ، فَيُسْقَوْنَ.

''سیدنا ابو ایوب رضی اللہ عنہ کی قبر (قسطنطنیہ) شہر کی فصیل کے قریب ہے۔آج تک وہیں موجود ہے۔ اس کی تعظیم کی جاتی ہے اور اس کے وسیلہ سے بارش طلب کی جائے، تو بارش برستی ہے۔''(الاستيعاب في معرفة الأصحاب : 426/2)

تبصرہ :

اس پر کوئی دلیل نہیں کہ بارش کی دُعا اس قبر کی برکت سے قبول ہوتی ہے۔اتفاقاً ایسے ہو جاتا ہے،اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ قبر کی وجہ سے یا صاحب قبر کے سبب دُعا قبول ہوتی ہے۔اگر ایسا ہوتا تو صحابہ کرام،تابعین اور تبع تابعین کو ضرور معلوم ہوتا اور وہ ضرور اس کے قائل و فاعل ہوتے۔

تنبیہ :

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

وَالدُّعَاءُ مُسْتَجَابٌ عِنْدَ قُبُوْرِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْأَوْلِيَاءِ، وَفِي سَائِرِ الْبِقَاعِ، لٰكِنْ سَبَبُ الْإِجَابَةِ حُضُورُ الدَّاعِي، وَخُشُوعُهٗ، وَابْتِهَالُهٗ، وَبِلَا رَيْبٍ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبَارَكَةِ، وَفِي الْمَسْجِدِ، وَفِي السَّحَرِ، وَنَحْوِ ذٰلِكَ، يَتَحَصَّلُ ذٰلِكَ لِلدَّاعِي كَثِيْرًا، وَكُلُّ مُضْطَرٍّ؛ فَدُعَاؤُهٗ مُجَابٌ.

''انبیا، اولیا کی قبروں اور باقی تمام مقدس مقامات پر دُعا قبول ہوجاتی ہے،لیکن قبولیتِ دُعا کا سبب (قبور کا متبرک ہونا نہیں، بلکہ) دعا کرنے والے کا خشوع اور گریہ و زاری ہوتا ہے۔اس بات میں کوئی شک نہیں کہ مبارک مقامات،مسجد، سحری اور دیگر اوقات میں دعا کرنے والے کو بہت کچھ حاصل ہو جاتا ہے اور ہر

پریشان حال کی دُعا قبول ہو جاتی ہے۔''(سیر أعلام النبلاء : 77/17)

یہ بے دلیل بات ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا،تو صحابہ کرام ضرور نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک پر حاضر ہو کر دعائیں کرتے،تابعین، تبع تابعین اور خیر القرون کے مسلمان ایسا کرتے۔اگر وہ قبر نبی پر دُعا نہیں مانگتے تھے،تو اس کا مطلب یہ ہے کہ قبورِ انبیا و اولیا پر دعا کے قبول ہونے پر کوئی دلیل شرعی نہیں،لہٰذا یہ ایک عالم کی اجتہادی خطا ہے جو نا قابل قبول ہے۔

عقائد و اعمال میں سلف صالحین پر اکتفا کرنا چاہیے۔باقی جن اہل علم نے یہ لکھا ہے کہ فلاں کی قبر سے تبرک و توسل حاصل کیا جاتا ہے،تو یہ عام گمراہ یا جاہل عوام کی عادت کا ذکر ہے،جس پر کوئی دلیل نہیں،اگر بعض متاخرین اہل علم کا ایسا نظریہ ہو بھی،تو یہ حجت نہیں،کیونکہ یہ خیر القرون کے سلف صالحین کے مخالف ہے۔

دلیل نمبر ⑭ :

❁ امام حسن بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں:

وَقَفَ حَاتِمُ الْأَصَمُّ عَلٰى قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ : يَا رَبِّ، إِنَّا زُرْنَا قَبْرَ نَبِيِّكَ، فَلَا تَرُدَّنَا خَائِبِيْنَ، فَنُوْدِيَ : يَا هٰذَا، مَا أَذِنَّا لَكَ فِي زِيَارَةِ قَبْرِ حَبِيْبِنَا؛ إِلَّا وَقَدْ قَبِلْنَاكَ، فَارْجِعْ أَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ مِنَ الزُّوَارِ مَغْفُوْرًا لَّكُمْ.

''حاتم اصم نے نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک پر کھڑے ہو کر کہا:اے رب!ہم تیرے نبی کی قبر کی زیارت کے لیے آئے ہیں،ہمیں نا مراد نہ لوٹانا۔آواز آئی: اے فلاں!ہم نے تمہیں اپنے حبیب کی قبر کی زیارت کی اجازت دی ہے،تو ہم نے اسے قبول بھی کر لیا ہے،تم اور تمہارے ساتھی پلٹ جاؤ،تمہاری بخشش کر دی گئی ہے۔''(المواهب اللدنية بالمنح المحمّدية لأحمد القسطلاني : 597/3)

تبصرہ :

دنیا میں اس کی سند موجود نہیں۔بے سند باتوں کا اعتبار وہی کرتے ہیں،جن کی اپنی کوئی سند نہ ہو۔

دلیل نمبر ⑮ :

❁ امام حاکم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَمِعْتُ أَبَا عَلِيٍّ النَّيْسَابُوْرِيَّ يَقُوْلُ : كُنْتُ فِي غَمٍّ شَدِيْدٍ، فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَنَامِ، كَأَنَّهٗ يَقُوْلُ لِي : صِرْ إِلٰى قَبْرِ يَحْيَى بْنِ يَحْيٰى، وَاسْتَغْفِرْ، وَسَلْ؛ تُقْضَ حَاجَتُكَ، فَأَصْبَحْتُ، فَفَعَلْتُ ذٰلِكَ، فَقُضِيَتْ حَاجَتِيْ .

''میں نے سنا ابوعلی نیسابوری کہہ رہے تھے:میں سخت پریشانی سے دوچار تھا۔میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔یوں محسوس ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے فرما رہے تھے:یحییٰ بن یحییٰ کی قبر کی طرف جاؤ،وہاں استغفار کرو اور دُعا کرو، تمہاری ضرورت پوری ہو جائے گی۔میں نے اگلے دن یہ کام کیا،تو میری پریشانی حل ہوگئی۔''

(تاريخ الإسلام للذهبي : 729/5، ت : بشار، تهذيب التهذيب لابن حجر :299/11)

تبصرہ :

یہ خواب کا واقعہ ہے،سوائے انبیا کے کسی کا خواب قابل اعتبار نہیں ہوسکتا۔

دلیل نمبر ⑯ :

❁ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كُنَّا نَتَبَرَّكُ بِأَبِي الْفَتْحِ الْقَوَّاسِ، وَهُوَ صَبِيٌّ .

''ہم ابوفتح قواس سے برکت حاصل کیا کرتے تھے،حالانکہ ابھی وہ بچے تھے۔''

(تاريخ بغداد للخطيب : 325/14، وسندهٗ صحيحٌ)

تبصرہ :

اس سے مراد ان سے دعا کی برکت حاصل کرنا ہے اور زندہ نیک شخص سے دعا کروائی جا سکتی ہے، اس سے کسی کوئی اختلاف نہیں۔

دلیل نمبر ⑯ :

امام ابن ابی عاصم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَقَدْ رَأَيْتُ جَمَاعَةً مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ وَأَهْلِ الْفَضْلِ، إِذَا هَمَّ أَحَدَهُمْ أَمْرٌ؛ قَصَدَ إِلٰى قَبْرِهٖ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِ، وَدَعَا بِحَضْرَتِهٖ، وَكَانَ يَعْرِفُ الْإِجَابَةَ، وَأَخْبَرَنَا مَشَايِخُنَا قَدِيمًا أَنَّهُمْ رَأَوْا مَنْ كَانَ قَبْلَهُمْ يَفْعَلُهٗ .

''میں نے اہل علم وفضل کی ایک جماعت کو دیکھا کہ جب انہیں کسی پریشانی کا سامنا ہوتا، تو وہ ان (سیدنا طلحہ بن عبیداللہ) کی قبر پر جا کر سلام کرتے، اس جگہ دُعا مانگتے۔ وہ قبولیتِ دعا کو محسوس کرتے تھے۔ ہمارے مشائخ نے یہ خبر دی کہ انہوں نے بھی اپنے سے پہلے لوگوں کو ایسے کرتے دیکھا ہے۔'' (الآحاد والمثاني :163/1)

تبصرہ :

یہ نا معلوم لوگوں کا عمل ہے، جسے دین نہیں بنایا جا سکتا۔ جب صحابہ کرام اور تابعین عظام نبی کریم ﷺ کی قبر پر ایسا نہیں کرتے تھے، تو کسی اور کی قبر پر کیسے روا ہو گیا؟

الحاصل :

اولیا و صالحین کی قبروں سے تبرک حاصل کرنا ممنوع اور بدعت ہے، خیر القرون میں قبروں سے تبرک حاصل کرنے کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ یہ بعد والوں کی ایجاد ہے اور بعد والوں کی ایجاد دین نہیں بن سکتی۔

اولیا و صالحین کی قبروں پر تبرک کے حصول کے لئے یا کسی اور مقصد کے لیے مساجد بنانا ممنوع و حرام ہے۔یہ منکر عمل شرک کا ذریعہ اور وسیلہ ہے، نیز یہ کافر قوموں کے ساتھ مشابہت بھی ہے اور قبروں کی خلافِ شرع حد درجہ تعظیم بھی۔اس سے بدعات و خرافات کے چور دروازے کھلتے ہیں۔اس حوالے سے دس صحیح احادیث پیش خدمت ہیں:

① حدیث جندب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ:

❁ سیّدنا جندب بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات سے پانچ دن پہلے یہ فرماتے ہوئے سنا:

«إِنِّي أَبْرَأُ إِلَى اللّٰهِ أَنْ يَّكُونَ لِي مِنْكُمْ خَلِيلٌ، فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَدِ اتَّخَذَنِي خَلِيلًا، كَمَا اتَّخَذَ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا، وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِّنْ أُمَّتِي خَلِيلًا؛ لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا، أَلَا وَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوا يَتَّخِذُونَ قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ وَصَالِحِيهِمْ مَّسَاجِدَ، أَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُورَ مَسَاجِدَ، إِنِّي أَنْهَاكُمْ عَنْ ذٰلِكَ» .

''اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے اس بات سے بری کر دیا گیا ہے کہ تم میں سے کوئی میرا خلیل ہو۔میرے ربّ نے مجھے اپنا خلیل بنا لیا ہے، جس طرح ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا تھا۔اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو اپنا خلیل بناتا، تو ابوبکر صدیق کو

خلیل بناتا۔خبردار! بے شک تم سے پہلے لوگوں نے اپنے انبیاءِ کرام اور صالحین کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔خبردار!تم قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا، میں تمہیں اس سے منع کرتا ہوں۔''(صحیح مسلم : 532)

② حدیث عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ :

❁ سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

«إِنَّ مِنْ شِرَارِ النَّاسِ مَنْ تُدْرِكُهُ السَّاعَةُ وَهُمْ أَحْيَاءٌ، وَمَنْ يَتَّخِذِ الْقُبُورَ مَسَاجِدَ»

''بلاشبہ سب سے برے لوگ وہ ہیں،جن کی زندگی میں قیامت قائم ہو گی اور وہ لوگ، جنہوں نے قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔''

(مسند الإمام أحمد : 405/1، 435، المعجم الكبير للطبراني : 10413، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (789)اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (2325)نے ''صحیح'' اور حافظ ہیثمی رحمہ اللہ (مجمع الزوائد : 27/2)نے اس کی سند کو''حسن'' کہا ہے۔

③ حدیثِ عائشہ رضی اللہ عنہا :

❁ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

لَمَّا اشْتَكَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؛ ذَكَرَتْ بَعْضُ نِسَائِهٖ كَنِيسَةً رَّأَيْنَهَا بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ، يُقَالُ لَهَا : مَارِيَةُ، وَكَانَتْ أُمُّ سَلَمَةَ، وَأُمُّ حَبِيبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَتَتَا أَرْضَ الْحَبَشَةِ، فَذَكَرَتَا مِنْ حُسْنِهَا وَتَصَاوِيرَ فِيهَا، فَرَفَعَ رَأْسَهٗ، فَقَالَ : «أُولَئِكِ إِذَا مَاتَ مِنْهُمُ الرَّجُلُ

الصَّالِحُ بَنَوْا عَلٰى قَبْرِهٖ مَسْجِدًا، ثُمَّ صَوَّرُوا فِيهِ تِلْكَ الصُّورَةَ، أُولٰئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللّٰهِ» .

''جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی زوجہ محترمہ نے کنیسہ کا تذکرہ کیا، جسے انہوں نے سرزمین حبشہ میں دیکھا تھا۔ اس بت کو ماریہ کہا جاتا تھا۔ سیّدہ ام سلمہ اور سیّدہ امِ حبیبہ رضی اللہ عنہما سرزمین حبشہ گئی تھیں۔ انہوں نے اس کی خوبصورتی اور اس میں رکھی ہوئی تصویروں کا ذکر کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک اٹھایا اور ارشاد فرمایا: یہی وہ لوگ ہیں کہ جب ان میں کوئی نیک آدمی فوت ہو جاتا، تو وہ اس کی قبر پر مسجد بنا لیتے۔ پھر اس مسجد میں ان کی تصویریں بناتے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین مخلوق ہیں۔''

(صحيح البخاري :1341، صحيح مسلم : 528)

❁ علامہ ابن القیم الجوزیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَالَ شَيْخُنَا : وَهٰذِهِ الْعِلَّةُ الَّتِي لِأَجْلِهَا نَهَى الشَّارِعُ عَنِ اتِّخَاذِ الْمَسَاجِدِ عَلَى الْقُبُوْرِ، هِيَ الَّتِي أَوْقَعَتْ كَثِيْرًا مِّنَ الْأُمَمِ؛ إِمَّا فِي الشِّرْكِ الْأَكْبَرِ، أَوْ فِيْمَا دُوْنَهٗ مِنَ الشِّرْكِ، فَإِنَّ النُّفُوْسَ قَدْ أَشْرَكَتْ بِتَمَاثِيْلِ الْقَوْمِ الصَّالِحِيْنَ، وَتَمَاثِيْلَ يَزْعَمُوْنَ أَنَّهٗ طَلَاسِمُ لِلْكَوَاكِبِ وَنَحْوَ ذٰلِكَ، فَإِنَّ الشِّرْكَ بِقَبْرِ الرَّجُلِ الَّذِي يُعْتَقَدُ صَلَاحُهٗ؛ أَقْرَبُ إِلَى النُّفُوْسِ مِنَ الشِّرْكِ بِخَشَبَةٍ أَوْ حَجَرٍ، وَلِهٰذَا نَجِدُ أَهْلَ الشِّرْكِ كَثِيْرًا يَتَضَرَّعُوْنَ عِنْدَهَا، وَيَخْشَعُوْنَ وَيَخْضَعُوْنَ، وَيَعْبُدُوْنَهُمْ بِقُلُوْبِهِمْ عِبَادَةً لَّا يَفْعَلُوْنَهَا فِي بُيُوْتِ اللّٰهِ، وَلَا وَقْتَ السَّحَرِ،

مِنْهُمْ مَّنْ يَّسْجُدُ لَهَا، وَأَكْثَرُهُمْ يَرْجُوْنَ مِنْ بَرْكَةِ الصَّلَاةِ عِنْدَهَا وَالدُّعَاءِ مَا لَا يَرْجُوْنَهٗ فِي الْمَسَاجِدِ، فَلِأَجْلِ هٰذِهِ الْمَفْسَدَةِ؛ حَسَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ مَادَّتَهَا حَتّٰى نَهٰى عَنِ الصَّلَاةِ فِي الْمَقْبَرَةِ مُطْلَقًا، وَإِنْ لَّمْ يَقْصِدِ الْمُصَلِّي بَرَكَةَ الْبُقْعَةِ بِصَلَاتِهٖ، كَمَا يَقْصِدُ بِصَلَاتِهٖ بَرَكَةِ الْمَسَاجِدِ، كَمَا نَهٰى عَنِ الصَّلَاةِ وَقْتَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَغُرُوبِهَا، لِأَنَّهَا أَوْقَاتٌ يَّقْصِدُ الْمُشْرِكُوْنَ الصَّلَاةَ فِيْهَا لِلشَّمْسِ، فَنَهٰى أُمَّتَهٗ عَنِ الصَّلَاةِ حِيْنَئِذٍ، وَإِنْ لَّمْ يَقْصِدِ الْمُصَلِّي مَا قَصَدَهُ الْمُشْرِكُوْنَ، سَدًّا لِلذَّرِيْعَةِ، قَالَ: وَأَمَّا إِذَا قَصَدَ الرَّجُلُ الصَّلَاةَ عِنْدَ الْقُبُوْرِ مُتَبَرِّكًا بِالصَّلَاةِ فِي تِلْكَ الْبُقْعَةِ، فَهٰذَا عَيْنُ الْمُخَادَعَةِ لِلّٰهِ وَلِرُسُوْلِهٖ، وَالْمُخَالَفَةُ لِدِيْنِهٖ، وَابْتِدَاعِ دِيْنٍ لَّمْ يَأْذَنْ بِهِ اللّٰهُ تَعَالٰى، فَإِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ قَدْ أَجْمَعُوْا عَلٰى مَا عَلِمُوْهُ بِالْاِضْطِرَارِ مِنْ دِيْنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ أَنَّ الصَّلَاةَ عِنْدَ الْقُبُوْرِ مَنْهِيٌّ عَنْهَا، وَأَنَّهٗ لَعَنَ مَنِ اتَّخَذَهَا مَسَاجِدَ، فَمِنْ أَعْظَمِ الْمُحْدَثَاتِ وَأَسْبَابِ الشِّرْكِ الصَّلَاةُ عِنْدَهَا وَاتِّخَاذُهَا مَسَاجِدَ، وَبِنَاءِ الْمَسَاجِدِ عَلَيْهَا، وَقَدْ تَّوَاتَرَتِ النُّصُوْصُ عَنِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ بِالنَّهْيِ عَنْ ذٰلِكَ وَالتَّغْلِيْظِ فِيْهِ، فَقَدْ صَرَّحَ عَامَّةُ الطَّوَائِفِ بِالنَّهْيِ عَنْ بِنَاءِ الْمَسَاجِدِ عَلَيْهَا، مُتَابَعَةً مِّنْهُمْ لِلسُّنَّةِ الصَّحِيْحَةِ الصَّرِيْحَةِ،

وَصَرَّحَ أَصْحَابُ أَحْمَدَ وَغَيْرُهُمْ مِّنْ أَصْحَابِ مَالِكٍ وَّالشَّافِعِيِّ بِتَحْرِيْمِ ذٰلِكَ، وَطَائِفَةٌ أَطْلَقَتِ الْكَرَاهَةَ، وَالَّذِي يَنْبَغِي؛ أَنْ يُّحْمَلَ عَلٰى كَرَاهَةِ التَّحْرِيْمِ إِحْسَانًا لِّلظَّنِّ بِالْعُلَمَاءِ، وَأَنْ لَّا يُظَنَّ بِهِمْ أَنْ يُّجَوِّزُوْا فِعْلَ مَا تَوَاتَرَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ لَعْنُ فَاعِلِهٖ وَالنَّهْيُ عَنْهُ.

''ہمارے شیخ (ابن تیمیہ ؒ) نے فرمایا: شارع ؒ نے جس وجہ سے قبروں پر مسجدیں بنانے سے روکا ہے، وہ یہ ہے کہ اسی عمل نے کئی امتوں کو شرکِ اکبر اور اصغر میں مبتلا کیا ہے، کیونکہ لوگ صالحین کی مُورتیاں اور کچھ ایسی مُورتیوں کی وجہ سے شرک میں مبتلا ہوئے، جنہیں وہ ستاروں کی طلاسم وغیرہ خیال کرتے تھے۔ جب کسی آدمی کے بارے میں نیک ہونے کا عقیدہ ہو جائے، تو ایسے شخص کی قبر کے پاس شرک کا ہونا یقینی طور پر لکڑی اور پتھروں کے پاس ہونے والے شرک سے زیادہ ممکن ہے۔ اسی لیے اکثر مشرکوں کو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ قبروں کے پاس خشوع وخضوع، عاجزی وانکساری اور دل سے ایسی عبادت کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ جو اللہ کے گھروں اور بوقت سحری بھی نہیں کر پاتے، حتی کہ بعض لوگ تو ان قبروں کے پاس سجدے تک کر ڈالتے ہیں۔ ان میں سے اکثر وہاں نماز اور دعا کے ذریعے برکت کی امیدیں رکھتے ہیں، حالانکہ مسجدوں سے یہ امیدیں نہیں لگاتے۔ اس خرابی کی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے شرک کو جڑ سے ختم کر دیا، یہاں تک کہ قبرستان میں مطلق طور پر نماز پڑھنے سے روک دیا، اسی طرح طلوعِ آفتاب اور غروبِ آفتاب کے وقت نماز سے بھی منع کر دیا گیا، کیونکہ اس وقت

مشرکین سورج کی عبادت کرتے ہیں، لہٰذا آپ ﷺ نے اس وقت اُمت کو نماز سے روک دیا، اگرچہ نمازی کا ارادہ مشرکین والا نہ بھی ہو۔ اگر کسی انسان کا قبر کے پاس نماز پڑھنے کا مقصد تبرک حاصل کرنا ہو، تو یقیناً یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو دھوکہ دینا اور ان کے دین کی مخالفت کرنا ہے، نیز دین میں ایسے نئے کام کو گھڑ لینا ہے، جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں دیا۔ مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ یہ بات نبی کریم ﷺ کے دین سے یقینی طور پر ثابت ہے کہ قبروں کے پاس نماز پڑھنا ممنوع ہے اور ان پر مسجدیں بنانے والا ملعون ہے۔ قبروں کے پاس نماز پڑھنا اور ان پر مسجدیں بنانا شرک کے بڑے ذرائع و اسباب میں سے ہے۔ نبی کریم ﷺ کی احادیثِ متواترہ میں بڑی شدت کے ساتھ اس کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔ مسلمانوں کے اکثر مکاتبِ فکر نے بھی قبروں کے پاس مسجدیں بنانے کی حرمت کی تصریح کی ہے۔ امام احمد، امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ کے اصحاب نے بھی اس کی حرمت کی تصریح کی ہے۔ بعض علماءِ کرام نے اسے مکروہ گردانا ہے، مگر ان علما کے متعلق حسن ظن کا تقاضا یہی ہے کہ اس کراہت کو تحریم پر محمول کیا جائے، کیونکہ ان کے بارے میں یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ وہ کسی ایسے عمل کے لیے سندِ جواز پیش کریں گے، جس کے متعلق ممانعت نبی کریم ﷺ کی متواتر احادیث میں بیان ہوئی ہے اور ایسے کام کرنے والے پر لعنت کی گئی ہے۔''

(إغاثة اللهفان من مصايد الشيطان :1/184، 185)

④ حدیثِ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ:

❀ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«قَاتَلَ اللّٰهُ يَهُودَ، اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَّسَاجِدَ» .

''اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ کو تباہ و برباد کرے، انہوں نے اپنے انبیاءِ کرام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا تھا۔''(صحيح البخاري : 437، صحيح مسلم : 530)

صحیح مسلم(530) کی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں:

«لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارٰى، اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَّسَاجِدَ» .

''اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ کو اپنی رحمت سے دور کرے، جنہوں نے اپنے انبیاءِ کرام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔''

❁ علامہ ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فَقَدْ نَهٰى عَنْ اتِّخَاذِ الْقُبُوْرِ مَساجِدَ فِي آخِرِ حَيَاتِهٖ، ثُمَّ إِنَّهٗ لَعَنَ، وَهُوَ فِي السِّيَاقِ، مَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ، لِيُحَذِّرَ أُمَّتَهٗ أَنْ يَّفْعَلُوْا ذٰلِكَ .

''نبی کریم ﷺ نے اپنی حیاتِ طیبہ کے آخری ایام میں قبروں کو سجدہ گاہ بنانے سے منع فرما دیا تھا، جیسا کہ سیاقِ حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے ان اہل کتاب پر لعنت فرمائی، جنہوں نے ایسا کیا تھا، تاکہ آپ ﷺ اپنی امت کو یہ کام کرنے سے بچائیں۔''(إغاثة اللهفان من مصايد الشيطان :1/186)

❁ علامہ شوکانی رحمہ اللہ (1173ـ1250ھ) فرماتے ہیں:

ثُمَّ انْظُرْ كَيْفَ يَصِحُّ اسْتِثْنَاءُ أَهْلِ الْفَضْلِ بِرَفْعِ الْقِبَابِ عَلٰى قُبُوْرِهِمْ، وَقَدْ صَحَّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَمَا قَدَّمْنَا أَنَّهٗ قَالَ : «أُوْلٰئِكَ قَوْمٌ إِذَا مَاتَ فِيْهِمُ الْعَبْدُ الصَّالِحُ أَوِ الرَّجُلُ الصَّالِحُ؛ بَنَوْا عَلٰى قَبْرِهٖ مَسْجِدًا»، ثُمَّ لَعَنَهُمْ بِهٰذَا السَّبَبِ،

فَكَيْفَ يَسُوْغُ مِنْ مُّسْلِمٍ أَنْ يَّسْتَثْنِيَ أَهْلَ الْفَضْلِ بِفِعْلِ هٰذَا الْمُحَرَّمِ الشَّدِيْدِ عَلٰى قُبُوْرِهِمْ، مَعَ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ الرَّسُوْلُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَذَّرَ النَّاسَ مَا صَنَعُوْا، لَمْ يَعْمُرُوا الْمَسَاجِدَ إِلَّا عَلٰى قُبُوْرِ صُلَحَائِهِمْ، ثُمَّ هٰذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيِّدُ الْبَشَرِ، وَخَيْرُ الْخَلِيْقَةِ، وَخَاتِمُ الرُّسِلِ، وَصَفْوَةُ اللّٰهِ مِنْ خَلْقِهٖ، يَنْهٰى أُمَّتَهٗ أَنْ يَّجْعَلُوْا قَبْرَهٗ مَسْجِدًا أَوْ وَثَنًا أَوْ عِيْدًا، وَهُوَ الْقُدْوَةُ لِأُمَّتِهٖ، وَلِأَهْلِ الْفَضْلِ مِنَ الْقُدْوَةِ بِهٖ، وَالتَّأَسِّي بِأَفْعَالِهٖ وَأَقْوَالِهِ الْحَظُّ الْأَوْفَرِ، وَهُمْ أَحَقُّ الْأُمَّةِ بِذٰلِكَ وَأَوْلَاهُمْ بِهٖ، وَكَيْفَ يَكُوْنُ فِعْلُ بَعْضِ الْأُمَّةِ وَصَلَاحُهٗ مُسَوِّغًا لِّفِعْلِ هٰذَا الْمُنْكَرِ عَلٰى قَبْرِهٖ؟ وَأَصْلُ الْفَضْلِ وَمَرْجِعُهٗ هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَيُّ فَضْلٍ يُّنْسَبُ إِلٰى فَضْلِهٖ أَدْنٰى نِسْبَةٍ؟ أَوْ يَكُوْنُ لَهٗ بِجَنْبِهٖ أَقَلُّ اعْتِبَارٍ؟ فَإِنْ كَانَ هٰذَا مُحَرَّمًا مَّنْهِيًّا عَنْهُ، مَلْعُوْنًا فَاعِلُهٗ فِي قَبْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَا ظَنُّكَ بِقَبْرِ غَيْرِهٖ مِنْ أُمَّتِهٖ؟ وَكَيْفَ يَسْتَقِيْمُ أَنْ يَّكُوْنَ لِلْفَضْلِ مَدْخَلٌ فِي تَحْلِيْلِ الْمُحَرَّمَاتِ وَفِعْلِ الْمُنْكَرَاتِ؟

''علاوہ ازیں! صالحین کی قبروں پر قبے بنانے کا استثنا کیسے صحیح ہوسکتا ہے، جبکہ نبی کریم ﷺ سے بسندِ صحیح ہم ذکر کر چکے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: یہی وہ لوگ ہیں کہ جب ان میں سے کوئی نیک آدمی فوت ہو جاتا، تو اس کی قبر پر مسجد بنا

لیتے۔ پھر آپ ﷺ نے ان کی اس حرکت کے سبب ان پر لعنت بھی فرمائی ہے، لہٰذا کسی مسلمان کے لیے یہ کیسے جائز ہوسکتا ہے کہ وہ اس حرمت وممانعت سے صالحین کی قبروں کو مستثنیٰ قرار دے؟ جب کہ صورت حال یہ ہے کہ اہل کتاب، جنہیں رسول اللہ ﷺ نے ملعون قرار دیا اور ان کے اس فعل سے لوگوں کو ڈرایا، وہ صالحین کی قبروں ہی پر مسجدیں بناتے تھے۔ پھر رسول اللہ ﷺ جو نوعِ انسانی کے سردار، با کمال صورت کے مالک، خاتم الرسل اور اللہ تعالیٰ کے برگزید بندے ہیں، نے اپنی امت کو اپنے بعد اپنی قبر کو بھی مسجد، پوجا پاٹ اور میلے ٹھیلے کی جگہ بنانے سے منع فرمایا، حالانکہ آپ ﷺ ہی امت کے رہنما ہیں، صالحین امت کے لیے آپ ﷺ کی حیات ہی میں اسوہ ہے اور آپ ﷺ ہی کے اقوال وافعال کا اتباع مشعلِ راہ ہے۔ (اگر یہ کام جائز ہوتا، تو) آپ ﷺ سب سے بڑھ کر اس کے مستحق تھے، چنانچہ امت میں سے کسی کا فعل اور کسی کی نیکی کیسے اس منکر کام کو اس کی قبر پر جائز قرار دے سکتی ہے؟ فضیلت کا منبع و مرجع رسول اللہ ﷺ ہی کی ذات ہے۔ کسی بھی فضیلت کو آپ ﷺ کی فضیلت سے کوئی ادنیٰ سی نسبت بھی نہیں ہوسکتی اور آپ ﷺ کے مقابلے میں اس کا کوئی بھی اعتبار نہیں ہوسکتا۔ جب آپ ﷺ کی مبارک قبر پر بھی یہ کام ممنوع وحرام ہیں اور ایسا کرنے والا ملعون ہے، تو آپ ﷺ کے کسی امتی کی قبر کے بارے میں کیا رائے رکھی جا سکتی ہے؟ اور حرام ومنکر کاموں کے جواز میں کسی فضیلت کا کیسے کوئی دخل ہوسکتا ہے؟''

(شرح الصدور بتحریم رفع القبور، ص: 39، 40)

❀ شیخ عبدالرحمٰن بن حسن رحمہ اللہ (1193-1285ھ) لکھتے ہیں:

قَوْلُهٗ: «وَالَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ» مَعْطُوْفٌ عَلٰى خَبَرِ إِنَّ فِي

مَحَلِّ نَصْبٍ عَلٰى نِيَّةِ تِكْرَارِ الْعَامِلِ، أَيْ وَإِنَّ مِنْ شِرَارَ النَّاسِ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ، أَيْ بِالصَّلَاةِ عِنْدَهَا وَإِلَيْهَا، وَبِنَاءِ الْمَسَاجِدِ عَلَيْهَا، وَتَقَدَّمَ فِي الْأَحَادِيْثِ الصَّحِيْحَةِ أَنَّ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى، وَأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ، تَحْذِيْرًا لِّلْأُمَّةِ أَنْ يَّفْعَلُوْا مَعَ نَبِيِّهِمْ وَصَالِحِيْهِمْ مِّثْلَ الْيُهُوْدِ وَالنَّصَارٰى، فَمَا رَفَعَ أَكْثَرُهُمْ بِذٰلِكَ رَأْسًا، بَلِ اعْتَقَدُوْا أَنَّ هٰذَا الْأَمْرَ قُرْبَةٌ لِّلّٰهِ تَعَالٰى، وَهُوَ مِمَّا يُبْعِدُهُمْ عَنِ اللّٰهِ وَيَطْرُدُهُمْ عَنْ رَّحْمَتِهٖ وَمَغْفِرَتِهٖ، وَالْعَجَبُ أَنَّ أَكْثَرَ مَنْ يَّدَّعِي الْعِلْمَ مِمَّنْ هُوَ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ لَا يَنْكُرُوْنَ ذٰلِكَ، بَلْ رُبَّمَا اِسْتَحْسَنُوْهُ وَرَغَّبُوْا فِي فِعْلِهٖ، فَلَقَدِ اشْتَدَّتْ غُرْبَةُ الْإِسْلَامِ، وَعَادَ الْمَعْرُوْفُ مُنْكَرًا وَّالْمُنْكَرُ مَعْرُوْفًا، وَالسُّنَّةُ بِدْعَةً وَّالْبِدْعَةُ سُنَّةً، نَشَأَ عَلٰى هٰذَا الصَّغِيْرُ وَهَرِمَ عَلَيْهِ الْكَبِيْرُ .

''نبی کریم ﷺ کا فرمان:«وَالَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ» إِنَّ کی خبر پر معطوف ہے، جوکہ تکرارِ عامل کی نیت پر محلاً منصوب ہے، مطلب اس کا یہ ہے کہ بدترین لوگ وہ ہیں، جو قبر کے پاس نماز پڑھتے اور ان پر مسجدیں بناتے ہیں، جیسا کہ اس بارے میں صحیح احادیث پہلے گزر چکی ہیں کہ یہ یہود و نصاریٰ کا وطیرہ ہے، اسی وجہ سے ان پر لعنت کی گئی۔ نبی کریم ﷺ کا مقصود اپنی امت کو اپنی اور دیگر صالحین کی قبروں پر یہود و نصاریٰ جیسا عمل کرنے سے ڈرانا تھا۔ مگر زیادہ

امتیوں نے اس بات کی طرف دھیان نہیں دیا، بلکہ انہوں نے اس (قبر پرستی) کو قربت ِخداوندی کا ذریعہ سمجھ لیا، حالانکہ یہ کام تو انہیں اللہ تعالیٰ، رحمت الٰہی اور بخشش باری تعالیٰ سے دور کرتا ہے۔ حیرانی کی بات یہ ہے کہ امت میں اکثر علم کے دعوے دار بھی ان کاموں کا ردّ نہیں کرتے، بلکہ انہیں اچھا خیال کرتے ہیں اور ایسے کاموں کی ترغیب دیتے ہیں۔ اسلام کی تعلیمات اس قدر اجنبی ہو گئی ہیں کہ نیکی نے برائی، برائی نے نیکی، سنت نے بدعت اور بدعت نے سنت کا روپ دھار لیا ہے اور انہی حالات پر چھوٹے پروان چڑھ رہے ہیں اور نوجوان بوڑھے ہو رہے ہیں۔'' (فتح المجید شرح کتاب التوحید : 240)

⑤ حدیثِ ابو عبیدہ بن جرّاح رضی اللہ عنہ :

❁ سیّدنا ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری بات یہ تھی:

«وَاعْلَمُوا أَنَّ شِرَارَ النَّاسِ الَّذِينَ اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ» .

''جان لو! بلاشبہ سب سے برے لوگ وہ ہیں، جنہوں نے اپنے انبیاءِ کرام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔'' (مسند الإمام أحمد : 196/1، وسندهٗ حسنٌ)

❁ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رِجَالُهٗ ثِقَاتٌ .

''اس کے راوی ثقہ ہیں۔'' (مجمع الزوائد : 28/2)

⑥ حدیث عائشہ و ابن عبّاس رضی اللہ عنہم :

❁ سیّدہ عائشہ اور سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں :

لَمَّا نَزَلَ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَفِقَ يَطْرَحُ خَمِيصَةً لَّهُ عَلٰى وَجْهِهٖ، فَإِذَا اغْتَمَّ بِهَا كَشَفَهَا عَنْ وَّجْهِهٖ، فَقَالَ وَهُوَ كَذٰلِكَ: «لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْيَهُودِ وَالنَّصَارٰى، اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَّسَاجِدَ»، يُحَذِّرُ مَا صَنَعُوْا.

''جب نبی کریم ﷺ مرضِ وفات میں مبتلا ہوئے، تو آپ ﷺ اپنی چادر کو بار بار رخِ زیبا پر ڈالتے۔ جب گھبراہٹ ہوتی، تو اپنے چہرۂ مبارک سے چادر ہٹا دیتے۔ آپ ﷺ نے اسی اضطراب و پریشانی کی حالت میں فرمایا: یہود و نصاریٰ کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے دور کرے، جنہوں نے اپنے انبیا کی قبروں کو مسجد بنا لیا۔ آپ ﷺ یہ فرما کر اپنی امت کو ایسے کاموں سے منع فرما رہے تھے۔''

(صحيح البخاري: 435، صحيح مسلم: 531)

❀ شارحِ صحیح بخاری، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (773-852ھ) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے فرمان لَأُبْرِزَ قَبْرُهٗ کے تحت لکھتے ہیں:

قَوْلُهٗ: لَأُبْرِزَ قَبْرُهٗ، أَيْ لَكُشِفَ قَبْرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يُتَّخَذْ عَلَيْهِ الْحَائِلُ، وَالْمُرَادُ الدَّفْنُ خَارِجَ بَيْتِهٖ، وَهٰذَا قَالَتْهُ عَائِشَةُ قَبْلَ أَنْ يُّوَسَّعَ الْمَسْجِدُ النَّبَوِيُّ، وَلِهٰذَا لَمَّا وُسِّعَ الْمَسْجِدُ جُعِلَتْ حُجْرَتُهَا مُثَلَّثَةَ الشَّكْلِ مُحَدَّدَةً، حَتّٰى لَا يَتَأَتّٰى لِأَحَدٍ أَنْ يُّصَلِّيَ إِلٰى جِهَةِ الْقَبْرِ مَعَ اسْتِقْبَالِ الْقِبْلَة.

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کہ (اگر یہ ڈر نہ ہوتا کہ آپ ﷺ کی قبر کو سجدہ گاہ اور

میلہ گاہ بنا لیا جائے گا)،تو آپ ﷺ کی قبر مبارک کو ظاہر کر دیا جاتا۔اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی مبارک قبر کو کھلا چھوڑا جاتا اور اس پر کوئی پردہ حائل نہ ہوتا۔نیز گھر سے باہر دفن کرنے سے مراد یہ ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات مسجدِ نبوی کی توسیع سے قبل کہی تھی،لہٰذا جب مسجد نبوی کی توسیع کی گئی،تو حجرہ کو مثلث نما بنا کر بند کر دیا گیا،یہاں تک کہ وہاں آنے والا کوئی نمازی بھی قبر کی جانب اور قبلہ رخ ایک ساتھ نہیں ہوسکتا۔(یعنی جب قبلہ رخ ہو کر نماز پڑھے گا،تو قبر کی جانب منہ نہیں ہوسکتا،اسی طرح اگر کوئی قبر کی جانب منہ کر کے نماز ادا کرے گا،تو قبلہ کی طرف منہ نہیں ہوگا)۔''

(فتح الباري شرح صحيح البخاري : 200/3)

✿ علامہ ابو العباس قرطبی رحمہ اللہ (م:656ھ)اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

وِلِهٰذَا بَالَغُ الْمُسْلِمُوْنَ فِي سَدِّ الذَّرِيْعَةِ فِي قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَعْلَوْا حِيْطَانَ تُرْبَتِهٖ، وَسَدُّوا الْمَدَاخِلَ إِلَيْهَا، وَجَعَلُوْهَا مُحَدَّقَةً بِقَبْرِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ خَافُوْا أَنْ يُّتَخَذَ مَوْضِعُ قَبْرِهٖ قِبْلَةً، إِذْ كَانَ مُسْتَقْبَلَ الْمُصَلِّيْنَ، فَتُتَصَوَّرُ الصَّلَاةُ إِلَيْهِ بِصُوْرَةِ الْعِبَادَةِ، فَبَنَوْا جِدَارَيْنِ مِنْ رُكْنَيِ الْقَبْرِ الشِّمَالِيَيْنَ، وَحَرَّفُوْهُمَا حَتَّى الْتَقَيَا عَلٰى زَاوِيَةٍ مُثَلَّثٍ مِّنْ نَّاحِيَةِ الشِّمَالِ ، حَتّٰى لَا يَتَمَكَّنَ أَحَدٌ مِنِ اسْتِقْبَالِ قَبْرِهٖ، وَلِهٰذَا الَّذِي ذَكَرْنَاهُ كُلَّهٗ، قَالَتْ عَائِشَةُ : وَلَوْلَا ذٰلِكَ أُبْرِزَ قَبْرُهٗ .

''مسلمانوں نے نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کے متعلق سختی سے سد ذرائع اختیار

کرتے ہوئے دیواروں کو اونچا کر دیا، داخلی راستوں کو بند کر دیا، اسے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ نیز جب انہیں قبر نبوی کے متعلق قبلہ رخ ہونے کا خدشہ ظاہر ہوا، کیونکہ قبر نمازیوں کے سامنے آ رہی تھی اور بوقتِ عبادت، قبر کے لیے نماز کا تصور ہو سکتا تھا، تو انہوں نے قبر کی شمالی سمت دو دیواریں بنا دیں، دونوں دیواروں کو شمالی سمت سے تھوڑا سا موڑ کر مثلث کی شکل دے دی، تا کہ کسی کے لیے قبر کا قبلہ ہونا ممکن نہ رہے۔ اوپر ذکر کردہ اسباب کی بنا پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات کہی تھی: اگر یہ خدشہ نہ ہوتا، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو ظاہر کر دیا جاتا۔''

(المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم : 932/2)

یعنی جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہو گیا کہ آپ عنقریب فوت ہو جائیں گے، تو وفات سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے افرادِ امت کو قبر پر مسجد بنانے سے ڈرایا، اسی خدشہ کے پیشِ نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حجرۂ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میں دفن کیا گیا، ورنہ بقیع الغرقد میں دفن کیا جاتا۔

فائدہ :

❀ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَا قُبِضَ نَبِيٌّ؛ إِلَّا دُفِنَ حَيْثُ يُقْبَضُ» .

''جب بھی کسی نبی کی وفات ہوئی، تو اسے وہیں دفن کیا گیا، جہاں اس کی روح قبض ہوئی۔'' (سنن ابن ماجة : 1628)

یہ روایت ''ضعیف'' ہے، کیونکہ اس کا راوی حسین بن عبداللہ بن عبیداللہ بن عباس ہاشمی جمہور ائمہ جرح و تعدیل کے نزدیک ''ضعیف'' ہے، جیسا کہ:

❀ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهٗ أَكْثَرُ أَصْحَابِ الْحَدِيثِ .

''اسے اکثر محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔'' (السنن الکبرٰی : 346/10)

❁ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَهُوَ مَتْرُوْكٌ، وَضَعَّفَهُ الْجُمْهُوْرُ .

''یہ متروک راوی ہے، اسے جمہور محدثین نے ضعیف کہا ہے۔''

(مجمع الزوائد : 60/5، 281/7)

اسے امام احمد بن حنبل، امام یحیٰی بن معین، امام علی بن مدینی، امام ابو حاتم رازی، امام ابو زرعہ رازی، امام نسائی اور امام ابن حبان رحمہم اللہ وغیرہم نے ''ضعیف'' و مجروح قرار دیا ہے۔

❁ سنن ترمذی (1018) کی سند میں عبد الرحمٰن بن ابو بکر مُلَیکی راوی جمہور محدثین کے نزدیک ''ضعیف'' ہے۔

❁ اسی طرح مصنف عبد الرزاق (6534) اور مسند احمد (7/1) کی سند ''منقطع'' ہونے کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے۔

❁ شیخ عبد الرحمٰن بن حسن رحمہ اللہ کہتے ہیں:

قَوْلُهٗ : يُحَذِّرُ مَا صَنَعُوْا، اَلظَّاهِرُ أَنَّ هٰذَا مِنْ كَلَامِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، لِأَنَّهَا فَهِمَتْ مِنْ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ تَحْذِيْرَ أُمَّتِهٖ مِنْ هٰذَا الصَّنِيْعِ الَّذِي كَانَتْ تَفْعَلُهُ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى فِي قُبُوْرِ أَنْبِيَائِهِمْ، فَإِنَّهٗ مِنَ الْغُلُوِّ فِي الْأَنْبِيَاءِ، وَمِنْ أَعْظَمِ الْوَسَائِلِ إِلَى الشِّرْكِ، وَمِنْ غُرْبَةِ الْإِسْلَامِ أَنَّ هٰذَا الَّذِي لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاعِلَيْهِ، تَحْذِيْرًا لِأُمَّتِهٖ أَنْ يَّفْعَلُوْهُ مَعَهٗ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَ الصَّالِحِيْنَ مِنْ أُمَّتِهِ، قَدْ فَعَلَهُ الْخَلْقُ الْكَثِيْرُ مِنْ مُتَأَخِّرِي هٰذِهِ الْأُمَّةِ، وَاعْتَقَدُوْهُ قُرْبَةً مِّنَ الْقُرُبَاتِ، وَهُوَ مِنْ أَعْظَمِ السَّيِّئَاتِ وَالْمُنْكَرَاتِ، وَمَا شَعُرُوْا أَنَّ ذٰلِكَ مُحَادَّةً لِّلّٰهِ وَرَسُوْلِهِ، قَالَ الْقُرْطَبِيُّ فِي مَعْنَى الْحَدِيْثِ : وَكُلُّ ذٰلِكَ لِقَطْعِ الذَّرِيْعَةِ الْمُؤَدِّيَةِ إِلٰى عِبَادَةِ مَنْ فِيْهَا كَمَا كَانَ السَّبَبُ فِي عِبَادَةِ الْأَصْنَامِ، اِنْتَهٰى، إِذْ لَا فَرْقَ بَيْنَ عِبَادَةِ الْقَبْرِ وَمَنْ فِيْهِ وَعِبَادَةِ الصَّنَمِ .

’’آپ ﷺ اپنی امت کو یہود ونصاریٰ کے فعل شنیع سے دُور رکھنا چاہتے تھے۔ ظاہری طور پر یہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کا قول ہے، کیونکہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کے فرمان سے یہ فہم لیا کہ آپ ﷺ اپنی امت کو ان کاموں سے ڈرانا چاہتے تھے، جو کام یہود و نصاریٰ نے اپنے انبیا کی قبروں کے ساتھ کیے، کیونکہ یہ کام انبیا کی شان میں غلو ہے اور شرک کے بڑے اسباب میں سے ہے۔اسلام کی اجنبیت کا یہ عالم ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جس کام کے کرنے والوں پر لعنت کی اور امت کو متنبہ فرمایا کہ وہ آپ ﷺ اور دیگر صالحین کی قبروں کے ساتھ یہ کام نہ کریں، بہت سے متاخرین امت نے اسی کام کو اپنایا اور اسے قربِ الٰہی کا ذریعہ بھی سمجھ لیا، حالانکہ یہ بہت بڑا گناہ اور سخت منکر کام ہے۔ان لوگوں کو اس بات کا شعور تک نہیں کہ یہ تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت ہے۔علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے: ’یہ سب کچھ صاحبِ قبر کی عبادت سے بچانے کے لیے کیا گیا، کہ بت پرستی کا سبب بھی یہی تھا۔‘ کیونکہ قبر اور صاحبِ قبر کی عبادت اور بتوں کی پوجا میں کوئی فرق نہیں۔‘‘

(فتح المجید شرح کتاب التوحید : 234)

❁ شیخ الاسلام ثانی، عالم ربانی، علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (691-751ھ) لکھتے ہیں:

وَبِالْجُمَلَةِ فَمَنْ لَّهٗ مَعْرِفَةٌ بِالشِّرْكِ وَأَسْبَابِهٖ وَذَرَائِعِهٖ، وَفَهِمَ عَنِ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰه تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ مَقَاصِدَهٗ؛ جَزَمَ جَزْماً لَّا يَحْتَمِلُ النَّقِيْضَ أَنَّ هٰذِهِ الْمُبَالَغَةُ مِنْهُ بِاللَّعَنِ وَالنَّهْيِ بِصِيغْتَيْهِ؛ صَيْغَةِ : «لَا تَفْعَلُوْا» وَصَيْغَةِ : «إِنِّي أَنْهَاكُمْ» لَيْسَ لِأَجْلِ النَّجَاسَةِ، بَلْ هُوَ لِأَجْلِ نَجَاسَةِ الشِّرْكِ اللَّاحِقَةِ بِمَنْ عَصَاهُ، وَارْتَكَبَ مَا عَنْهُ نَهَاهُ، وَاتَّبَعَ هَوَاهُ، وَلَمْ يَخْشَ رَبَّهٗ وَمَوْلَاهُ، وَقَلَّ نَصِيْبُهٗ أَوْ عَدِمَ فِي تَحْقِيْقِ شَهَادَةِ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَإِنَّ هٰذَا وَأَمْثَالَهٗ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ صِيَانَةٌ لِّحِمَى التَّوْحِيْدِ أَنْ يَّلْحَقَهُ الشِّرْكُ وَيَغْشَاهُ، وَتَجْرِيْدٌ لَّهٗ وَغَضَبٌ لِرَبِّهٖ أَنْ يَّعْدِلَ بِهٖ سِوَاهُ، فَأَبَى الْمُشْرِكُوْنَ إِلَّا مَعْصِيَةً لِّأَمْرِهٖ وَارْتِكَاباً لِّنَهْيِهٖ، وَغَرَّهُمُ الشَّيْطَانُ، فَقَالَ : بَلْ هٰذَا تَعْظِيْمٌ لِّقُبُوْرِ الْمَشَايِخِ وَالصَّالِحِيْنَ، وَكُلَّمَا كُنْتُمْ أَشَدَّ لَهَا تَعْظِيْمًا، وَأَشَدَّ فِيْهِمْ غُلُوًّا؛ كُنْتُمْ بِقُرْبِهِمْ أَسْعَدَ، وَمِنْ أَعْدَائِهِمْ أَبْعَدَ، وَلَعَمْرُ اللّٰهِ، مِنْ هٰذَا الْبَابِ بِعَيْنِهٖ دَخَلَ عَلٰى عُبَّادِ يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرَ، وَمِنْهُ دَخَلَ عَلٰى عُبَّادِ الْأَصْنَامِ مُنْذُ كَانُوْا إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، فَجَمَعَ الْمُشْرِكُوْنَ بَيْنَ الْغُلُوِّ فِيْهِمْ، وَالطَّعْنِ فِي طَرِيْقَتِهِمْ، وَهَدَى اللّٰهُ أَهْلَ التَّوْحِيْدِ لِسُلُوْكِ طَرِيْقَتِهِمْ، وَإِنْزَالِهِمُ الَّتِي أَنْزَلَهُمُ اللّٰهُ إِيَّاهَا، مِنَ الْعُبُوْدِيَّةِ وَسَلْبِ خَصَائِصِ الْإِلٰهِيَةِ

عَنْهُمْ، وَهٰذَا غَايَةُ تَعْظِيْمِهِمْ وَطَاعَتِهِمْ .

''الغرض جوشخص شرک کے اسباب و ذرائع کی معرفت رکھتا ہے اور مقاصدِ رسول کو سمجھتا ہے،اسے پختہ یقین ہے کہ اس کام (قبر پرستی) کے متعلق لعنت اور ممانعت میں 'نہ کرو' اور'میں تمھیں منع کرتا ہوں' کے الفاظ سے جو مبالغہ کیا گیا ہے، یہ اس لیے نہیں کہ اس میں ظاہری نجاست ہے، بلکہ اس لیے کہ اس میں شرک کی نجاست ہے، جو ہر اس شخص کو لاحق ہو جائے گی،جو اس معاملے میں نبی کریم ﷺ کی مخالفت کرے گا،آپ ﷺ کے منع کردہ کام کا ارتکاب کرے گا،نفس پرستی کا شکار ہوگا،اپنے رب اور مولا سے نہ ڈرے گا اور اس کا کلمہ شہادت پر یقین بہت کم یا نہ ہونے کے برابر ہو جائے گا۔یہ اور اس طرح کے دوسرے اقدام نبی کریم ﷺ نے توحید کی حفاظت کے لیے فرمائے،تاکہ شرک اس کے ساتھ خلط ملط نہ ہو جائے،توحید پر شرک غالب نہ آ جائے اور توحید نکھر کر سامنے آئے۔نیز اس میں نبی کریم ﷺ کی طرف سے اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے پر غصے کا اظہار ہے،مگر مشرکین نے آپ ﷺ کے فرمان مبارک کی نافرمانی اور منع کردہ کاموں کے ارتکاب کی ٹھان لی۔ شیطان نے انہیں دھوکا دیتے ہوئے کہا کہ یہ کام تو مشایخ اور صالحین کی قبروں کی تعظیم ہے،تم ان قبروں کی جتنی زیادہ تعظیم کرو گے اورغلو سے کام لو گے،تمھیں ان قبروں والوں کی اتنی ہی قربت حاصل ہو گی اور ان کے دشمنوں سے تم اتنے ہی دور ہو جاؤ گے۔اللہ کی قسم!یغوث،یعوق اور نسر کے پجاریوں کے ہاں شیطان اسی دروازے سے داخل ہوا تھا،شروع دن سے بت پرستوں کے پاس بھی وہ اسی دروازے سے آیااور قیامت تک ایسا ہی ہو گا۔ مشرکین نے ایک طرف انبیا و صالحین کے متعلق غلو سے کام لیا،تو دوسری طرف

ان کی تعلیمات پر طعن و تشنیع کی۔ اللہ تعالیٰ نے اہل توحید کو انبیاءِ کرام کے راستے پر چلنے کی ہدایت دی، جنہوں نے انبیاءِ کرام سے الوہیت کے خصائص کی نفی کر کے انہیں وہی مقامِ عبدیت دیا، جن پر اللہ تعالیٰ نے انہیں فائز کیا تھا اور یہی ان کی حد درجہ تعظیم و اطاعت ہے۔'' (إغاثة اللهفان من مصايد الشيطان: 189/1)

⑦ حدیثِ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ:

❀ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اَللّٰهُمَّ، لَا تَجْعَلْ قَبْرِي وَثَنًا، لَعَنَ اللّٰهُ قَوْمًا اتَّخَذُوا، أَوْ جَعَلُوا، قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَّسَاجِدَ».

''اے اللہ! میری قبر کو بت خانہ نہ بنانا، اس قوم پر اللہ کی لعنت ہو، جس نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔'' (مسند الحميدي: 1025، وسندهٗ حسنٌ)

❀ علامہ ابن القیم رحمہ اللہ (691-751ھ) فرماتے ہیں:

وَمِنْ أَعْظَمِ كَيْدِ الشَّيْطَانِ أَنَّهٗ يَنْصِبُ لِأَهْلِ الشِّرْكِ قَبرَ مُعَظَّمٍ يُّعَظِّمُهُ النَّاسُ، ثُمَّ يَجْعَلُهٗ وَثَنًا يُّعْبَدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ، ثُمَّ يُوْحٰى إِلٰى أَوْلِيَائِهٖ أَنَّ مَنْ نَّهٰى عَنْ عِبَادَتِهٖ، وَاتِّخَاذِهٖ عِيْدًا، وَجَعْلِهٖ وَثَنًا؛ فَقَدْ تَنَقَّصَهٗ، وَهَضَمَ حَقَّهٗ، فَيَسْعَى الْجَاهِلُوْنَ الْمُشْرِكُوْنَ فِي قَتْلِهٖ وَعَقُوْبَتِهٖ، وَيُكَفِّرُوْنَهٗ، وَذَنْبُهٗ عِنْدَ أَهْلِ الْإِشْرَاكِ أَمْرُهٗ بِمَا أَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ وَرَسُوْلُهٗ، وَنَهْيُهٗ عَمَّا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ وَرَسُوْلُهٗ، مِنْ جَعْلِهٖ وَثَنًا وَّعِيْدًا، وَإِيْقَادِ السُّرُجِ عَلَيْهِ، وَبِنَاءِ الْمَسَاجِدِ وَالْقِبَابِ عَلَيْهِ، وَتَجْصِيْصِهٖ،

وَإِشَادَتِهِ، وَتَقْبِيْلِهِ، وَاسْتِلَامِهِ، وَدُعَائِهِ، وَالدُّعَاءِ بِهِ، أَوِ السَّفَرِ إِلَيْهِ، أَوِ الِاسْتِغَاثَةِ بِهِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ، مِمَّا قَدْ عُلِمَ بِالِاضْطِرَارِ مِنْ دِيْنِ الْإِسْلَامِ أَنَّهُ مُضَادٌّ لِّمَا بَعَثَ اللّٰهُ بِهِ رَسُوْلَهُ، مِنْ تَجْرِيْدِ التَّوْحِيْدِ لِلّٰهِ وَأَنْ لَّا يُعْبَدَ إِلَّا اللّٰهُ، فَإِذَا نَهَى الْمَوَحِّدُ عَنْ ذٰلِكَ؛ غَضِبَ الْمُشْرِكُوْنَ، وَاشْمَأَزَّتْ قُلُوْبُهُمْ، وَقَالُوْا : قَدْ تَنَقَّصَ أَهْلَ الرُّتَبِ الْعَالِيَةِ، وَزَعَمَ أَنَّهُمْ لَا حُرْمَةَ لَهُمْ وَلَا قَدْرَ، وَيَسْرِي ذٰلِكَ فِي نُفُوْسِ الْجُهَّالِ وَالطَّغَامِ وَكَثِيْرٍ مِّمَّنْ يُّنْسَبُ إِلَى الْعِلْمِ وَالدِّيْنِ، حَتّٰى عَادَوْا أَهْلَ التَّوْحِيْدِ، وَرَمَوْهُمْ بِالْعَظَائِمِ، وَنَفَّرُوا النَّاسَ عَنْهُمْ، وَوَالَوْا أَهْلَ الشِّرْكِ وَعَظَّمُوْهُمْ، وَزَعَمُوْا أَنَّهُمْ هُمْ أَوْلِيَاءُ اللّٰهِ وَأَنْصَارُ دِيْنِهِ وَرَسُوْلِهِ، وَيَأْبَى اللّٰهُ ذٰلِكَ، فَمَا كَانُوْا أَوْلِيَائَهُ، وَإِنْ أَوْلَيَاؤُهُ إِلَّا الْمُتَّبِعُوْنَ لَهُ، الْمَوَافِقُوْنَ لَهُ، الْعَارِفُوْنَ بِمَا جَاءَ بِهِ، الدَّاعُوْنَ إِلَيْهِ، لَا الْمُتَشَبِّعُوْنَ بِمَا لَمْ يُعْطَوْا، لَابِسُوْا ثِيَابَ الزُّوْرِ، الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ النَّاسَ عَنْ سُنَّةِ نَبِيِّهِمْ، وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجاً، وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعاً .

فَصْلٌ : وَلَا تَحْسَبْ أَيُّهَا الْمُنْعَمُ عَلَيْهِ بِاتِّبَاعِ صِرَاطِ اللّٰهِ الْمُسْتَقِيْمِ، صِرَاطِ أَهْلِ نِعْمَتِهِ وَرَحْمَتِهِ وَكَرَامَتِهِ أَنَّ النَّهْيَ عَنِ اتِّخَاذِ الْقُبُوْرِ أَوْثَانًا وَّأَعْيَاداً وَّأَنْصَابًا، وَالنَّهْيُ عَنِ اتِّخَاذِهَا مَسَاجِدَ، أَوْ بِنَاءِ الْمَسَاجِدَ عَلَيْهَا، وَإِيْقَادِ السُّرُجِ عَلَيْهَا، وَالسَّفَرِ إِلَيْهَا،

وَالنَّذْرِ لَهَا، وَاسْتِلَامِهَا، وَتَقْبِيْلِهَا، وَتَعْفِيْرِ الْجِبَاهِ فِي عَرْصَاتِهَا؛ غَضٌّ مِنْ أَصْحَابِهَا، وَلَا تَنْقِيْصٌ لَّهُمْ، وَلَا تَنَقُّصٌ، كَمَا يَحْسَبُهُ أَهْلُ الْإِشْرَاكِ وَالضَّلَالِ، بَلْ ذٰلِكَ مِنْ إِكْرَامِهِمْ وَتَعْظِيْمِهِمْ وَاحْتِرَامِهِمْ، وَمُتَابَعَتِهِمْ فِيْمَا يُحِبُّوْنَهُ وَتَجَنُّبِ مَا يُكْرَهُوْنَهُ، فَأَنْتَ وَاللّٰهِ وَلِيُّهُمْ وَمُحِبُّهُمْ، وَنَاصِرُ طَرِيْقِهِمْ وَسُنَّتِهِمْ، وَعَلٰى هَدْيِهِمْ وَمِنْهَاجِهِمْ، وَهٰؤُلَاءِ الْمُشْرِكُوْنَ أَعْصَى النَّاسِ لَهُمْ، وَأَبْعَدُهُمْ مِنْ هَدْيِهِمْ وَمُتَابَعَتِهِمْ، كَالنَّصَارٰى مَعَ الْمَسِيْحِ، وَالْيَهُوْدِ مَعَ مُوْسٰى عَلَيْهِمَا السَّلَامُ، وَالرَّافِضَةِ مَعَ عَلِيٍّ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَأَهْلُ الْحَقِّ أَوْلٰى بِأَهْلِ الْحَقِّ مِنْ أَهْلِ الْبَاطِلِ، فَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ، وَالْمُنَافِقُوْنَ وَالْمُنَافِقَاتُ بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ.

فَاعْلَمْ أَنَّ الْقُلُوْبَ إِذَا اشْتَغَلَتْ بِالْبِدَعِ؛ أَعْرَضَتْ عَنِ السُّنَنِ، فَتَجِدُ أَكْثَرَ هٰؤُلَاءِ الْعَاكِفِيْنَ عَلَى الْقُبُوْرِ، مُعْرِضِيْنَ عَنْ طَرِيْقَةِ مَنْ فِيْهَا وَهَدْيِهِ وَسُنَّتِهِ؛ مُشْتَغِلِيْنَ بِقَبْرِهِ عَمَّا أَمَرَ بِهِ وَدَعَا إِلَيْهِ، وَتَعْظِيْمُ الْأَنْبِيَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ وَمَحَبَّتُهُمْ؛ إِنَّمَا هِيَ بِاتِّبَاعِ مَا دَعَوْا إِلَيْهِ، مِنَ الْعِلْمِ النَّافِعِ وَالْعَمَلِ الصَّالِحِ، وَاقْتِفَاءِ آثَارِهِمْ، وَسُلُوْكِ طَرِيْقَتِهِمْ، دُوْنَ عِبَادَةِ قُبُوْرِهِمْ وَالْعُكُوْفِ عَلَيْهَا وَاتِّخَاذِهَا أَعْيَاداً، فَإِنَّ مَنِ اقْتَفٰى آثَارَهُمْ كَانَ مُتَسَبِّبًا إِلٰى تَكْثِيْرِ أُجُوْرِهِمْ بِاتِّبَاعِهِ لَهُمْ، وَدَعْوَتِهِ النَّاسَ إِلَى اتِّبَاعِهِمْ، فَإِذَا أَعْرَضَ عَمَّا دَعَوْا إِلَيْهِ، وَاشْتَغَلَ

بِضِدِّهِ؛ حَرَمَ نَفْسَهٗ وَحَرَمَهُمْ ذٰلِكَ الْأَجْرَ، فَأَيُّ تَعْظِيْمٍ لَّهُمْ وَاحْتِرَامٍ فِي هٰذَا؟ وَإِنَّمَا اشْتَغَلَ كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ بِأَنْوَاعٍ مِّنَ الْعِبَادَاتِ الْمُبْتَدَعَةِ الَّتِي يَكْرَهُهَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ، لِإِعْرَاضِهِمْ عَنِ الْمَشْرُوْعِ أَوْ بَعْضِهٖ، وَإِنْ قَامُوْا بِصُوْرَتِهِ الظَّاهِرَةِ؛ فَقَدْ هَجَرُوْا حَقِيْقَتَهُ الْمَقْصُوْدَةَ مِنْهُ، وَإِلَّا فَمَنْ أَقْبَلَ عَلَى الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ بِوَجْهِهٖ وَقَلْبِهٖ، عَارِفاً بِمَا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ مِنَ الْكَلَامِ الطَّيِّبِ وَالْعَمَلِ الصَّالِحِ، مُهْتَمًّا بِهَا كُلَّ الِاهْتِمَامِ؛ أَغْنَتْهُ عَنِ الشِّرْكِ، وَكُلُّ مَنْ قَصَّرَ فِيْهَا أَوْ فِي بَعْضِهَا؛ تَجِدُ فِيْهِ مِنَ الشِّرْكِ بِحَسَبِ ذٰلِكَ، وَمَنْ أَصْغٰى إِلٰى كَلَامِ اللّٰهِ بِقَلْبِهٖ وَتَدَبُّرِهٖ وَتَفَهُّمِهٖ؛ أَغْنَاهُ عَنِ السَّمَاعِ الشَّيْطَانِيِّ الَّذِي يَصُدُّ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ، وَيَنْبُتُ النِّفَاقَ فِي الْقَلْبِ، وَكَذٰلِكَ مَنْ أَصْغٰى إِلَيْهِ وَإِلٰى حَدِيْثِ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ بِكُلِّيَّتِهٖ، وَحَدَّثَ نَفْسَهٗ بِاقْتِبَاسِ الْهُدٰى وَالْعِلْمِ مِنْهُ، لَا مِنْ غَيْرِهٖ؛ أَغْنَاهُ عَنِ الْبِدَعِ وَالْآرَاءِ وَالتَّخَرُّصَاتِ وَالشَّطَحَاتِ وَالْخَيَالَاتِ الَّتِي هِيَ وَسَاوِسُ النُّفُوْسِ وَتَخَيُّلَاتُهَا، وَمَنْ بَعُدَ عَنْ ذٰلِكَ؛ فَلَا بُدَّ لَهٗ أَنْ يَّتَعَوَّضَ عَنْهُ بِمَا لَا يَنْفَعُهٗ، كَمَا أَنَّ مَنْ عَمَّرَ قَلْبَهٗ بِمَحَبَّةِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَذِكْرِهٖ وَخَشْيَتِهٖ وَالتَّوَكُّلِ عَلَيْهِ وَالْإِنَابَةِ إِلَيْهِ؛ أَغْنَاهُ ذٰلِكَ عَنْ مَحَبَّةِ غَيْرِهٖ وَخَشْيَتِهٖ وَالتَّوَكُّلِ عَلَيْهِ، وَأَغْنَاهُ أَيْضًا عَنْ عِشْقِ الصُّوَرِ، وَإِذَا خَلَا مِنْ ذٰلِكَ صَارَ عَبْدَ هَوَاهُ،

أَيُّ شَيْءٍ اسْتَحْسَنَهُ؛ مَلَّكَهُ وَاسْتَعْبَدَهُ، فَالْمُعْرِضُ عَنِ التَّوْحِيْدِ مُشْرِكٌ، شَاءَ أَمْ أَبٰی، وَالْمُعْرِضُ عَنِ السُّنَّةِ مُبْتَدِعٌ ضَالٌّ، شَاءَ أَمْ أَبٰی، وَالْمُعْرِضُ عَنْ مَّحَبَّةِ اللّٰهِ وَذِكْرِهٖ عَبْدُ الصُّوَرِ، شَاءَ أَمْ أَبٰی، وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ، وَعَلَيْهِ التُّكْلَانُ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ.

''شیطان کی ایک بڑی فریب کاری یہ بھی ہے کہ وہ مشرکوں کے لیے کسی بڑے نیک آدمی کی قبر کھڑی کرتا ہے، پھر اسے بت بنا کر ان سے غیر اللہ کی عبادت کراتا ہے، بعد میں اپنے دوستوں کے ذہنوں میں یہ بات ڈالتا ہے کہ جو شخص اس صاحبِ قبر کی عبادت، اسے میلہ گاہ اور بت بنانے سے روکتا ہے، وہ شخص اس (ولی) کی تنقیص اور حق تلفی کرتا ہے۔ جاہل مشرک ایسے شخص کو قتل کرنے، اسے سزا دینے اور اس کی تکفیر کرنے کے درپے ہو جاتے ہیں، حالانکہ مشرکوں کے نزدیک بھی اس کا جرم صرف اتنا ہوتا ہے کہ وہ اس کام کا حکم دیتا ہے، جس کا حکم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے دیا اور اس بات سے روکتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے روکا ہے، جیسا کہ قبروں کو بت، میلہ گاہ بنانے، وہاں چراغ جلانے، ان پر مسجد اور قبے بنانے، انہیں پختہ و بلند کرنے، بوسہ و استلام کرنے، ان کی طرف سفر کرنے اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان سے فریاد رسی کرنے سے روکا گیا ہے۔ دین اسلام میں یقینی طور پر یہ بات معلوم ہے کہ یہ سب کام ان تعلیمات سے متصادم ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ ﷺ کو دے کر مبعوث فرمایا ہے، یعنی توحید کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کر دیا جائے اور اس کے علاوہ کسی کی

عبادت نہ کی جائے۔جب کوئی موحد ان (قبروں پر ہونے والے بدعی) کاموں سے روکے،تو مشرکین اظہار برہمی اور دلوں میں تنگی محسوس کرتے ہوئے کہتے ہیں: اس نے عالی مقام لوگوں کی تنقیص کی ہے،یہ سمجھتا ہے کہ ان کی کوئی عزت اور قدر ومنزلت ہی نہیں ہے۔یہ بات جاہل،کمینے اور دین وعلم کی طرف منسوب ملاؤں کے دلوں میں سرایت کرتی رہتی ہے،یہاں تک کہ وہ توحید والوں سے دشمنی رکھنے لگتے ہیں،ان پر بڑے بڑے الزامات کی بوچھاڑ کرتے ہیں،لوگوں کو ان سے متنفر کرنے کی کوشش کرتے ہیں،مشرکوں سے دوستی اور ان کی تعظیم کرتے ہیں،یوں وہ جاہل اپنے تیئں خیال کرتے ہیں کہ ہم تو اللہ تعالیٰ کے ولی،نیز اس کے دین اور رسول کے مددگار ہیں،مگر اللہ تعالیٰ ان کے ولی ہونے کا انکار کرتا ہے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ولی تو صرف انبیاءِ کرام کی لائی ہوئی دعوت کی پیروی و موافقت اور اس کی معرفت رکھنے والے ہیں، نہ کہ وہ لوگ جو خود کو ایسا ظاہر کرتے ہیں،جیسے وہ نہیں ہیں یہ بہروپیے لوگوں کو نبی کریم ﷺ کی سنت سے روک کر اور دین کو توڑ مروڑ کر سمجھتے ہیں کہ بہت نیک کام کر رہے ہیں۔

ارے وہ صاحب، جسے اللہ تعالیٰ نے صراطِ مستقیم کی پیروی جیسی نعمت سے نواز رکھا ہے،جو راستہ انعام یافتہ اور اہل رحمت و کرامت کا ہے،یقیناً قبروں کو معبدخانہ،میلہ گاہ،بت خانہ اورسجدہ گاہ بنانے،نیز ان پر مساجد تعمیر کرنے، چراغ جلانے،ان کی طرف سفر کرنے،ان کے نام کی نذریں ماننے،استلام و بوسے دینے اوران کے میدانوں میں اپنے ماتھوں کو خاک آلود کرنے،ان سب کاموں سے روکنا ان (نیک لوگوں) کی بے حرمتی نہیں،جیسا کہ مشرک اور گمراہ لوگ یہ کہتے سنائی دیتے ہیں، بلکہ یہ(قبروں پر ان امور کو روا رکھنا)

دراصل ان کی تنقیص ہے۔ایسے کاموں سے روکنا ہی صحیح معنوں میں ان کی عزت، تعظیم اور احترام ہے، کیونکہ ان کی عزت ان کی محبوب چیزوں کی پیروی اور ناپسندیدہ چیزوں سے اجتناب کرنے میں ہے۔

اللہ کی قسم !حقیقت میں تم (موحد) ہی ان نیک لوگوں کے دوست اور محبت کرنے والے ہو،ان کے طور وطریقے کے حامی اور ان کے منہج پر کاربند ہو، دوسری طرف یہ مشرکین سب ان کے نافرمان اور ان کی ہدایات و پیروی سے دور ہیں،جیسا کہ عیسائیوں کا سیدنا عیسیٰ علیہ السلام، یہودیوں کا سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور رافضیوں کا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ معاملہ ہے۔اہل باطل کی بہ نسبت حق والے اہل حق کے زیادہ قریب ہوتے ہیں،مؤمن مرد و عورت ایک دوسرے کے دوست ہوتے ہیں اور منافق مرد و عورت آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔

پس جان لو!جب دل بدعات میں مشغول ہو جائیں،تو سنت سے اعراض کرتے ہیں،اس لیے تم دیکھو گے کہ قبروں کے مجاور اکثر نیک بزرگوں کی تعلیمات سے منہ موڑنے والے ہوتے ہیں،صالحین نے جس بات کا حکم دیا اور جس کی طرف دعوت دی،اسے چھوڑ کر صرف قبروں سے چمٹے ہوئے ہیں،انبیاءِ کرام اور صالحین عظام کی تعظیم دراصل ان کی دعوت، وراثت میں چھوڑا ہوا علم نافع اور اعمال صالحہ کی پیروی کرنے میں ہے، نیز ان کے نقش قدم اور طور وطریقے کے اتباع میں ہے، نہ کہ ان کی قبروں کی عبادت، ان کی مجاوری اور انہیں میلہ گاہ بنانے میں۔جو شخص ان صالحین کے نقش قدم کی پیروی کرے اور لوگوں کو ان کے اتباع کی دعوت دے، وہ (شخص) ان (صالحین) کے لیے اجر میں اضافے

کا باعث بنے گا،مگر جوشخص ان کی دعوت سے اعراض برتے، بلکہ ان کے برعکس کام کرے، تو وہ خود اور انہیں بھی اجر وثواب سے محروم کرے گا۔اب بتائیں کہ اس میں تعظیم واحترام کہاں؟

کئی لوگ طرح طرح کی من گھڑت عبادات میں تو مشغول رہتے ہیں،جنہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ناپسند کرتے ہیں،مگر اکثر یا بعض مشروع عبادات سے منہ موڑتے ہیں،اگرچہ یہ ظاہری طور پر ان کا التزام بھی کرتے ہوں، کیونکہ انہوں نے ان عبادات کی حقیقتِ مقصودہ کو ترک کر دیا ہے۔ورنہ اگر کوئی خشوع وخضوع سے پانچ نمازوں کا پابند ہو،نماز کے پاکیزہ کلمات اور اعمالِ صالحہ سے مکمل آگاہ ہو اور پوری طرح ان کا اہتمام کرے،تو ایسا شخص شرک سے مستغنی ہو جاتا ہے۔اس کے برعکس ہر وہ شخص جو پانچ نمازوں میں یا بعض میں کوتاہی کا شکار ہو جائے،تو اس کی صورتِ حال کے مطابق آپ کو اس میں شرک نظر آئے گا۔جو شخص کلام اللہ کو تفکر و تدبر سے سنتا ہے،وہ اس شیطانی سماع سے مستغنی ہو جاتا ہے، جو ذکر الٰہی اور نماز سے روکتا ہے اور دل میں نفاق کا بیج کاشت کرتا ہے۔اسی طرح جو شخص حدیث رسول کی طرف مکمل طور پر دھیان دیتا ہے اور اپنے دماغ میں یہ بات ڈال لیتا ہے کہ یہ دونوں (قرآن و حدیث) ہدایت اور علم کا سرچشمہ ہیں،تو ایسا شخص وساوس نفسانی اور تخیلات پر مشتمل بدعات،(باطل) آرا،تخمینہ آرائی، شطحیات اور خیالات سے مستغنی ہو جاتا ہے۔جو شخص ان (قرآن و حدیث) سے دوری اختیار کرتا ہے،ضروری طور پر اسے اس کے عوض غیر مفید چیزیں ملیں گی۔اسی طرح کوئی شخص اپنے دل کو

اللہ کے ذکر،خشیت، توکل اور رجوع الی اللہ سے معمور رکھتا ہے، تو یہ رَوَش اسے غیر کی محبت وخشیت اوراس پر بھروسہ کرنے سے بے پرواہ کر دیتی ہے، نیز اسے صورتوں کے عشق سے بھی مستغنی کر دیتی ہے۔

اگر کوئی شخص ان صفات سے خالی ہوتو وہ اپنی خواہش کا بندہ بنے گا، اپنی پسند کا پجاری ہوگا،توحید سے اعراض کرنے والا چاہتے اور نہ چاہتے ہوئے بھی مشرک ہی ہوگا اور سنت سے منہ موڑنے والا، چاہتے اور نہ چاہتے ہوئے بھی بدعتی اور گمراہ کہلائے گا۔اسی طرح اللہ تعالیٰ کی محبت اور ذکر الٰہی سے اعراض برتنے والا، چاہتے اور نہ چاہتے ہوئے بھی صورتوں کا پجاری ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہی مددگار ہے اور اسی پر توکل ہے،ساری طاقت وقوت صرف اللہ عظیم و برتر کی ذات ہی سے ہے۔''(إغاثة اللفهان من مصايد الشيطان :1/189)

❁ اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ برکوی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَأَعْظَمُ الْفِتْنَةِ بِهٰذِهِ الْأَنْصَابِ فِتْنَةُ أَصْحَابِ الْقُبُوْرِ، وَهِيَ أَصْلُ فِتْنَةِ عُبَّادِ الْأَصْنَامِ، كَمَا قَالَ السَّلَفُ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْصِبُ لَهُمْ قَبْرَ رَجُلٍ مُّعَظَّمٍ يُعَظِّمُهُ النَّاسُ، ثُمَّ يَجْعَلُهُ وَثَناً يُّعْبَدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ، ثُمَّ يُوْحٰى إِلٰى أَوْلَيَائِهٖ أَنَّ مَنْ نَّهٰى عَنْ عِبَادَتِهٖ وَاتِّخَاذِهٖ عِيْداً وَّجَعْلِهٖ وَثَناً؛ فَقَدْ تَنَقَّصَهٗ وَهَضَمَ حَقَّهٗ، فَيَسْعَى الْجَاهِلُوْنَ فِي قَتْلِهٖ وَعَقُوْبَتِهٖ، وَيُكَفِّرُوْنَهٗ، وَمَا ذَنْبُهٗ إِلَّا أَنَّهٗ أَمَرَ بِمَا أَمَرَ بِهِ اللّٰهُ تَعَالٰى وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَنَهٰى عَمَّا نَهَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

’’بت پرستی میں سب سے بڑا فتنہ قبر پرستوں کا ہے اور یہی بت پرستی کی بنیاد بنا، جیسا کہ سلف صالحین میں سے صحابہ کرام اور تابعین عظام نے فرمایا ہے۔ شیطان ایک ایسے آدمی کی قبر ان کے سامنے کرتا ہے، جس کی وہ تعظیم کرتے ہیں، پھر اُسے معبد خانہ بنا دیتا ہے، بعد ازاں شیطان اپنے دوستوں کے ذہنوں میں یہ بات ڈالتا ہے کہ جو لوگ ان کی عبادت کرنے، ان کی قبر کو میلہ، عرس گاہ اور معبد خانہ بنانے سے روکتے ہیں، وہ ان کی گستاخی اور حق تلفی کرتے ہیں۔ اس پر جاہل لوگ ایسے (حق گو) لوگوں کو قتل کرنے، انہیں پریشان کرنے اور ان کو کافر قرار دینے کے درپے ہو جاتے ہیں، حالانکہ ان کا جرم صرف اتنا ہوتا ہے کہ وہ اس بات کا حکم دیتے ہیں، جس کا اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حکم دیا ہے اور وہ اس بات سے منع کرتے ہیں، جس سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے منع فرمایا ہے۔‘‘

(زيارة القبور، ص : 39)

⑧ حديث ابو مرثد غنوي رضی اللہ عنہ :

❀ سیّدنا ابو مرثد غنوی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

«لَا تُصَلُّوا إِلَى الْقُبُورِ، وَلَا تَجْلِسُوا عَلَيْهَا» .

’’قبروں کی طرف منہ کر کے نماز نہ پڑھو، نہ ہی ان کے اوپر بیٹھو۔‘‘

(صحيح مسلم : 972)

❀ علامہ برکوی حنفی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

وَمَنْ جَمَعَ بَيْنَ سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقُبُوْرِ،

وَمَا أَمَرَ بِهٖ وَنَهٰى عَنْهُ، وَمَا كَانَ عَلَيْهِ الصَّحَابَةُ وَالتَّابِعُوْنَ لَهُمْ بِإِحْسَانٍ، وَبَيْنَ مَا عَلَيْهِ أَكْثَرُ النَّاسِ الْيَوْمَ؛ رَآى أَحَدَهُمَا مُضَادًّا لِّلْآخِرِ، مُنَاقِضاً لَّهٗ، بِحَيْثُ لَا يَجْتَمِعَانِ أَبْدًا، فَإِنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ نَهٰى عَنِ الصَّلَاةِ إِلَى الْقُبُوْرِ، وَهُمْ يُخَالِفُوْنَهٗ وَيُصَلُّوْنَ عِنْدَهَا، وَنَهٰى عَنِ اتِّخَاذِ الْمَسَاجِدِ عَلَيْهَا، وَهُمْ يُخَالِفُوْنَهٗ وَيَبْنُوْنَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَيُسَمُّوْنَهَا مَشَاهِدَ، وَنَهٰى عَنْ إِيْقَادِ السُّرَجِ عَلَيْهَا، وُهُمْ يُخَالِفُوْنَهٗ وَيُوْقِدُوْنَ عَلَيْهَا الْقَنَادِيْلَ وَالشُّمُوْعَ، بَلْ يُوْقِفُوْنَ لِذٰلِكَ أَوْقَافاً، وَأَمَرَ بِتَسْوِيَتِهَا وَهُمْ يُخَالِفُوْنَهٗ وَيَرْفَعُوْنَهَا مِنَ الْأَرْضِ كَالْبَيْتِ، وَنَهٰى عَنْ تَجْصِيْصِهَا وَالْبِنَاءِ عَلَيْهَا، وَهُمْ يُخَالِفُوْنَهٗ وَيُجَصِّصُوْنَهَا، وَيَعْقِدُوْنَ عَلَيْهَا الْقِبَابَ، وَنَهٰى عَنِ الْكِتَابَةِ عَلَيْهَا، وَهُمْ يُخَالِفُوْنَهٗ وَيَتَّخِذُوْنَ عَلَيْهَا الْأَلْوَاحَ، وَيَكْتُبُوْنَ عَلَيْهَا الْقُرْآنَ وَغَيْرَهٗ، وَنَهٰى عَنِ الزِّيَادَةِ عَلَيْهَا غَيْرَ تُرَابِهَا، وُهُمْ يُخَالِفُوْنَهٗ وَيَزِيْدُوْنَ عَلَيْهَا سِوَى التُّرَابِ الْآجُرَ وَالْأَحْجَارَ وَالْجُصَّ، وَنَهٰى عَنِ اتِّخَاذِهَا عِيدًا، وَهُمْ يُخَالِفُونَهٗ وَيَتَّخِذُونَهَا عِيدًا، وَيَجْتَمِعُونَ لَهَا كَاجْتِمَاعِهِمْ لِلْعِيْدِ وَأَكْثَرْ، وَالْحَاصِلُ أَنَّهُمْ مُّنَاقِضُوْنَ لِمَا أَمَرَ بِهِ الرَّسُوْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَنَهٰى عَنْهُ، وَمُحَادُّوْنَ لِمَا جَاءَ بِهٖ.

''جو شخص زیارتِ قبور سے متعلق رسول اللہ ﷺ کی سنت، آپ ﷺ کے اوامر و نواہی اور صحابہ و تابعین کے عمل کا موازنہ آج کل کے اکثر لوگوں کے عمل سے

کرے گا، وہ ان دونوں کو ایک دوسرے کے اس قدر مخالف پائے گا کہ یہ دونوں کبھی اکٹھے ہو ہی نہیں سکتے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے قبروں کی طرف نماز پڑھنے سے منع کیا ہے، جبکہ یہ لوگ آپ ﷺ کی مخالفت میں ان کے پاس نماز پڑھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے قبروں کو سجدہ گاہ بنانے سے منع کیا، جبکہ یہ لوگ آپ ﷺ کی مخالفت میں قبروں پر مسجدیں بنا کر انہیں مزاروں کا نام دیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے قبروں پر چراغ جلانے سے منع کیا ہے، جبکہ یہ لوگ مخالفت میں چراغ اور موم بتیاں جلاتے ہیں اور اس سلسلے میں رقم جمع کرنے کے لیے اوقاف قائم کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے قبروں کو برابر کرنے کا حکم دیا ہے، جبکہ یہ لوگ آپ ﷺ کی مخالفت میں انہیں گھروں کی طرح بلند وبالا بناتے ہیں۔ آپ ﷺ نے قبروں کو پختہ کرنے اور ان پر عمارت بنانے سے منع فرمایا، جبکہ یہ لوگ آپ ﷺ کی مخالفت میں انہیں پکا کرتے اور ان پر قبے بناتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے قبروں پر لکھنے سے منع فرمایا، جبکہ یہ لوگ آپ ﷺ کی مخالفت میں ان پر قرآن وغیرہ کی لکھی ہوئی تختیاں لگاتے ہیں۔ آپ ﷺ نے قبروں پر اضافی مٹی ڈالنے سے منع فرمایا، جبکہ یہ لوگ آپ ﷺ کی مخالفت میں اضافی مٹی کے ساتھ ساتھ پکی اینٹیں، پتھر اور سیمنٹ بھی لگاتے ہیں۔ آپ ﷺ نے قبروں کو میلہ گاہ اور مزار بنانے سے روکا، جبکہ یہ لوگ آپ ﷺ کی مخالفت کرتے ہوئے میلہ گاہ بناتے ہیں اور ان پر عید وغیرہ سے بڑھ کر اجتماعات کرتے ہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ یہ ہر اس بات میں آپ ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں، جس کا نبی کریم ﷺ نے حکم فرمایا یا جس سے روکا۔ یوں یہ لوگ نبی کریم ﷺ کی لائی ہوئی شریعت سے دشمنی کماتے ہیں۔‘‘

(زيارة القبور، ص: 15)

❁ ملا علی قاری حنفی ماتریدی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

أَيْ مُسْتَقْبِلِينَ (إِلَيْهَا)، لِمَا فِيهِ مِنَ التَّعْظِيمِ الْبَالِغِ، لِأَنَّهُ مِنْ مَّرْتَبَةِ الْمَعْبُودِ، فَجَمَعَ بَيْنَ الِاسْتِحْقَاقِ الْعَظِيمِ وَالتَّعْظِيمِ الْبَلِيغِ، قَالَهُ الطِّيبِيُّ، وَلَوْ كَانَ هٰذَا التَّعْظِيمُ حَقِيقَةً لِّلْقَبْرِ أَوْ لِصَاحِبِهٖ؛ لَكَفَرَ الْمُعَظِّمُ ---.

''اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز پڑھتے وقت ان (قبور) کی طرف رخ نہ کرو، کیونکہ یہ تعظیم میں مبالغہ آرائی ہے اور یہ حق صرف معبود کا ہے۔ایسا شخص (غیر اللہ کے لیے) عظیم استحقاق اور حد درجہ تعظیم کو ایک ساتھ جمع کر دیتا ہے۔یہ بات علامہ طیبی نے کہی ہے۔اگر یہ تعظیم واقعی قبر اور صاحبِ قبر کے لیے کی جائے،تو ایسا کرنے والا کافر ہو جاتا ہے۔''(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح : 372/2)

⑨ حدیثِ ابن عمر رضی اللہ عنہما :

❁ سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اجْعَلُوا فِي بُيُوتِكُمْ مِّنْ صَلَاتِكُمْ، وَلَا تَتَّخِذُوهَا قُبُورًا».

''اپنے گھروں میں نماز پڑھا کرو اور ان کو قبرستان مت بناؤ۔''

(صحيح البخاري : 432، صحيح مسلم : 777)

❁ صحیح مسلم میں ایک جگہ یہ الفاظ بھی آتے ہیں کہ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : «لَا تَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ مَقَابِرَ».

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے گھروں کو قبرستان مت بناؤ۔''

(صحيح مسلم : 780)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَوَجْهُ الدَّلَالَةِ أَنَّ قَبْرَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْضَلُ قَبْرٍ عَلٰى وَجْهِ الْأَرْضِ، وَقَدْ نَهٰى عَنِ اتِّخَاذِهٖ عِيْدًا، فَقَبْرُ غَيْرِهٖ أَوْلٰى بِالنَّهْيِ كَائِنًا مَّنْ كَانَ، ثُمَّ إِنَّهٗ قَرَنَ ذٰلِكَ بِقَوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : «وَلَا تَتَّخِذُوا بُيُوْتَكُمْ قُبُوْرًا»، أَيْ لَا تُعَطِّلُوْهَا عَنِ الصَّلَاةِ فِيْهَا وَالدُّعَاءِ وَالْقِرَائَةِ، فَتَكُوْنَ بِمَنْزِلَةِ الْقُبُوْرِ، فَأَمَرَ بِتَحَرِّي الْعِبَادَةِ فِي الْبُيُوْتِ، وَنَهٰى عَنْ تَحَرِّيْهَا عِنْدَ الْقُبُوْرِ، عَكْسَ مَا يَفْعَلُهُ الْمُشْرِكُوْنَ مِنَ النَّصَارٰى وَمَنْ تَشَبَّهَ بِهِمْ .

''وجہ دلالت یہ ہے کہ روئے زمین پر سب سے افضل قبر، نبی کریم ﷺ کی مبارک قبر ہے۔اس کے باوجود نبی کریم ﷺ نے اپنی قبر کو میلہ گاہ بنانے سے منع فرمایا ہے،تو پھر کسی بھی دوسری قبر کے ساتھ یہ معاملہ کرنا بطریق اولیٰ ممنوع ہے۔اس کے ساتھ آپ ﷺ نے ساتھ یہ بھی فرما دیا کہ 'اپنے گھروں کو قبرستان مت بناؤ'۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ گھروں کو نماز، دعا اور تلاوتِ قرآن سے خالی مت کرو، کیونکہ ایسے تو وہ قبرستان کی طرح ہو جائیں گے۔گھروں میں عبادت کا حکم دیا گیا اور قبروں کے پاس عبادت سے روکا گیا ہے،مگر نصاریٰ اور ان جیسے مشرک اس کے برعکس چلتے ہیں۔''(اقتضاء الصراط المستقيم : 2/172)

❁ علامہ یمن،محمد بن اسماعیل،صنعانی رحمہ اللہ قبر رسول کے بارے میں فرماتے ہیں:

اَلتَّحْقِيْقُ أَنَّ قَبْرَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُعَمَّرْ عَلَيْهِ الْمَسْجِدُ، لِأَنَّهٗ مَوْضِعٌ مُّسْتَقِلٌّ قَبْلَ بِنَاءِ الْمَسْجِدِ بِدَفْنِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ، فَلَمْ يَصْدُقْ عَلَيْهِ أَنَّهُ جَعَلَ قَبْرَهُ مَسْجِداً أَوْ وَثَناً يُّعْبَدُ، بَلْ قَدْ أَجَابَ اللّٰهُ دُعَائَهُ، فَدُفِنَ فِي بَيْتِهٖ وَفِي مَنْزِلِهِ الَّذِي يَمْلِكُهُ، أَوْ تَمْلِكُهُ زَوْجُهُ عَائِشَةُ، وَكَانَ الْمَسْجِدُ أَقْرَبَ شَيْءٍ إِلَيْهِ، ثُمَّ لَمَّا وُسِّعَ الْمَسْجِدُ لَمْ يَخْرُجْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْتِهٖ، وَلَا جَعَلَ بَيْتَهُ مَسْجِداً، بَلْ غَايَتُهُ أَنَّهُ اتَّصَلَ الْمَسْجِدُ بِهٖ اتِّصَالًا أَشَدَّ مِمَّا كَانَ، فَالَّذِي يَصْدُقُ عَلَيْهِ أَنَّهُ اتَّخَذَ مَسْجِداً؛ إِنَّمَا هُوَ أَنْ يُّدْفَنَ الْمَيِّتُ فِي مَسْجِدٍ مُّسَبَّلٍ أَوْ فِي مُبَاحٍ، ثُمَّ يُعْمَرُ عَلَيْهِ مَسْجِدٌ.

''تحقیقی بات یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک پر مسجد نہیں بنائی گئی، کیونکہ یہ مقام مسجد تعمیر کیے جانے سے پہلے نبی کریم ﷺ کا مستقل مدفن تھا۔ چنانچہ یہ بات لازم نہیں آتی کہ آپ ﷺ کی قبر کو مسجد اور معبد خانہ بنایا گیا ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی دعا کو شرفِ قبولیت بخشا اور آپ ﷺ کو اپنے یا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ملکیت والے گھر میں دفنایا گیا۔ مسجد اس کے بہت قریب تھی، جب مسجد کی توسیع ہوئی، تو اس وقت نہ ہی آپ ﷺ اپنے گھر سے خارج ہوئے اور نہ ہی اس گھر کو مسجد بنایا گیا۔ ہاں! البتہ مسجد بالکل متصل ہو گئی۔ قبر کو مسجد بنائے جانے والی بات تو تب لازم آتی ہے، جب کسی میت کو مباح و عام قبرستان میں دفنایا جائے، پھر اس پر مسجد بنالی جائے۔'' (العدّة على إحكام الأحكام: 261/3)

⑩ حديث ابو سعيد خدري رضی اللہ عنہ:

❁ سیّدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«الْأَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدٌ؛ إِلَّا الْحَمَّامَ وَالْمَقْبَرَةَ».

''حمام اور قبرستان کے علاوہ ساری کی ساری زمین مسجد ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 96/3، سنن أبي داوٗد : 492، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (791)، امام ابن حبان رحمہ اللہ (1699) اور امام حاکم رحمہ اللہ (251/1) نے ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

تلك عشرة كاملة (یہ پوری دس دلیلیں ہیں)

قبروں کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کی ممانعت کے متعلق وارد شدہ احادیث کے بارے میں علامہ شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَأَحَادِيثُ النَّهْيِ الْمُتَوَاتِرَةُ كَمَا قَالَ ذٰلِكَ الْإِمَامُ، لَا تَقْصُرُ عَنِ الدَّلَالَةِ عَلَى التَّحْرِيمِ الَّذِي هُوَ الْمَعْنَى الْحَقِيقِيُّ لَهٗ، وَقَدْ تَقَرَّرَ فِي الْأُصُولِ أَنَّ النَّهْيَ يَدُلُّ عَلٰى فَسَادِ الْمَنْهِيِّ عَنْهُ، فَيَكُونُ الْحَقُّ التَّحْرِيمَ وَالْبُطْلَانَ .

''اس ممانعت والی احادیث متواتر ہیں، جیسا کہ امام نے فرمایا ہے۔ان کی دلالت، حرمت سے کم نہیں، جو اس کا حقیقی معنیٰ ہے۔اصول سے یہ بات واضح ہے کہ کسی چیز سے ممانعت اس کے فاسد ہونے کی دلیل ہوتی ہے۔چنانچہ اس کا صحیح مطلب یہ ہوا کہ یہ کام حرام اور باطل ہے۔''(نيل الأوطار : 137/2)

❁ شیخ الاسلام، ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فَأَمَّا إِذَا قَصَدَ الرَّجُلُ الصَّلَاةَ عِنْدَ بَعْضِ قُبُوْرِ الْأَنْبِيَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ، مُتَبَرِّكًا بِالصَّلَاةِ فِي تِلْكَ الْبُقْعَةِ؛ فَهٰذَا عَيْنُ الْمُحَادَّةِ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ، وَالْمُخَالِفَةِ لِدِيْنِهٖ، وَابْتِدَاعِ دِيْنٍ لَّمْ يَأْذَنْ بِهِ اللّٰهُ، فَإِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ قَدْ

أَجْمَعُوْا عَلٰى مَا عَلِمُوْهُ بِالْاِضْطِرَارِ مِنْ دِيْنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مِنْ أَنَّ الصَّلَاةَ عِنْدَ الْقَبْرِ، أَيِّ قَبْرٍ كَانَ، لَا فَضْلَ فِيْهَا لِذٰلِكَ، وَلَا لِلصَّلَاةِ فِي تِلْكَ الْبُقْعَةِ مَزِيَّةُ خَيْرٍ أَصْلًا، بَلْ مَزِيَّةُ شَرٍّ .

''جب کوئی انسان انبیا اور نیک لوگوں کی قبروں کی طرف نماز کا قصد کرتا ہے،تا کہ اس جگہ سے برکت حاصل کرے،تو اس کا یہ کام اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی عین دشمنی،دین اسلام کی عین مخالفت اور ایسے دین کی ایجاد ہے، جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں دیا۔مسلمانوں کا اتفاق ہے اور یقینی طور پر یہ بات دینِ رسول ﷺ سے واضح طور پر ثابت ہے کہ کسی بھی قبر کے پاس نماز پڑھنے میں کوئی فضیلت نہیں،نہ ہی اس جگہ نماز پڑھنے میں کوئی خاص بھلائی ہے، البتہ خاص شر کا عنصر ضرور پایا جاتا ہے۔''(اقتضاء الصراط المستقیم : 193/2)

فائدہ نمبر ① :

❁ علامہ آلوسی بغدادی حنفی،سورۂ کہف کی آیت نمبر21 کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

هٰذَا وَاسْتُدِلَّ بِالْآيَةِ عَلٰى جَوَازِ الْبِنَاءِ عَلٰى قُبُوْرِ الصُّلَحَاءِ، وَاتِّخَاذِ مَسْجِدٍ عَلَيْهَا، وَجَوَازِ الصَّلَاةِ فِي ذٰلِكَ، وَمِمَّنْ ذَكَرَ ذٰلِكَ الشِّهَابُ الْخُفَاجِيُّ فِي حَوَاشِيْهِ عَلَى الْبَيْضَاوِيِّ، وَهُوَ قَوْلٌ بَاطِلٌ، عَاطِلٌ، فَاسِدٌ، كَاسِدٌ .

''اس آیت سے بعض لوگوں نے صالحین کی قبروں پر عمارت و مسجد بنانے اور اس میں نماز پڑھنے کا جواز پیش کرتے ہیں،جیسا کہ شہاب خفاجی نے بیضاوی کے حاشیہ میں ذکر کیا ہے،لیکن یہ بات باطل،بے بنیاد،فاسد اور مردود ہے۔''

(تفسير روح المعاني : 225/8)

فائدہ نمبر ② :

❁ علامہ یمن، محمد بن اسماعیل، صنعانی رحمہ اللہ، بیضاوی کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قَالَ الْبَيْضَاوِيُّ : لَمَّا كَانَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارٰى يَسْجُدُونَ لِقُبُورِ أَنْبِيَائِهِمْ، تَعْظِيمًا لِّشَأْنِهِمْ، وَيَجْعَلُونَهَا قِبْلَةً يَّتَوَجَّهُونَ فِي الصَّلَاةِ نَحْوَهَا، اتَّخَذُوهَا أَوْثَانًا لَهُمْ، وَمَنَعَ الْمُسْلِمِينَ مِنْ ذٰلِكَ، قَالَ : وَأَمَّا مَنِ اتَّخَذَ مَسْجِدًا فِي جِوَارِ صَالِحٍ، وَقَصَدَ التَّبَرُّكَ بِالْقُرْبِ مِنْهُ لَا لِتَعْظِيمٍ لَّهٗ، وَلَا لِتَوَجُّهٍ نَّحْوَهُ، فَلَا يَدْخُلُ فِي ذَلِكَ الْوَعِيدِ .

قُلْت : قَوْلُهٗ : لَا لِتَعْظِيمٍ لَّهٗ، يُقَالُ : اتِّخَاذُ الْمَسَاجِدِ بِقُرْبِهٖ، وَقَصْدُ التَّبَرُّكِ بِهٖ تَعْظِيمٌ لَّهٗ، ثُمَّ أَحَادِيثُ النَّهْيِ مُطْلَقَةٌ، وَلَا دَلِيلَ عَلَى التَّعْلِيلِ بِمَا ذَكَرَ .

''بیضاوی کہتے ہیں: یہود و نصاریٰ چونکہ اپنے انبیاءِ کرام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا کر ان کی تعظیم کیا کرتے تھے اور نماز وغیرہ میں ان کی طرف رُخ کیا کرتے تھے، یوں انہوں نے قبروں کو معبد خانہ بنا رکھا تھا۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اس کام سے منع فرما دیا۔ اب اگر کوئی شخص کسی نیک آدمی کی قبر کے پڑوس میں مسجد بنا لیتا ہے اور اس کا مقصد نیک آدمی سے تبرک حاصل کرنا ہے، نہ کہ اس کی تعظیم کرنا، نہ ہی وہ اس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتا ہے، تو وہ اس وعید میں داخل نہیں ہے۔ میں (صنعانی رحمہ اللہ) کہتا ہوں: بیضاوی اگر یہ کہتا ہے کہ یہ کام تعظیم کے لیے نہ ہو، تو جائز ہے، تو اسے یہ جواب دیا جائے گا کہ قبر کے قریب مسجد بنانا اور اس سے تبرک حاصل کرنا تعظیم ہی تو ہے۔ نیز قبر پر مسجد بنانے سے ممانعت والی

احادیث مطلق ہیں اور بیضاوی کی ذکر کردہ تاویل پر کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔''

(سبل السلام شرح بلوغ المرام :229/1)

فائدہ نمبر ③ :

بعض کہنے والے کہتے ہیں کہ یہ مسجدیں قبروں کے اوپر نہیں، ایک طرف بنائی جاتی ہیں۔ لیکن یاد رہے کہ جو مسجد قبر کے پاس بنائی جائے، وہ قبر کے اوپر ہی ہے، جیسا کہ کہا جاتا ہے:

بَنَی السُّلْطَانُ عَلٰی مَدِیْنَةِ کَذٰا، أَوْ عَلٰی قَرْیَةِ کَذٰا سُوْرًا .

''فلاں بادشاہ نے فلاں شہر یا بستی پر فصیل بنائی ہے۔''

حالانکہ فصیل شہر یا بستی کے اوپر نہیں بنائی جاتی، بلکہ اس کے ارد گرد واقع ہوتی ہے۔ عربی زبان میں اس کا استعمال بکثرت ہے۔

علمائے کرام کی تصریحات :

قبروں پر مسجدیں بنانا بالاجماع حرام اور ممنوع ہیں، علما کی تصریحات ملاحظہ ہوں:

① امام شافعی رحمہ اللہ قبر پر مسجد بنانے، اس پر یا اس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنے کو مکروہ سمجھتے تھے۔'' (الأمّ :278/1)

② شیخ الاسلام، ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَالَ عُلَمَاؤُنَا : لَا یَجُوزُ بِنَاءُ الْمَسْجِدِ عَلَی الْقُبُورِ، وَقَالُوا : إِنَّهٗ لَا یَجُوزُ أَنْ یُّنْذَرَ لِقَبْرٍ، وَلَا لِلْمُجَاوِرِینَ عِنْدَ الْقَبْرِ شَیْئًا مِّنَ الْأَشْیَاءِ، لَا مِنْ دِرْهَمٍ، وَلَا مِنْ زَیْتٍ، وَلَا مِنْ شَمْعٍ، وَلَا مِنْ حَیَوَانٍ، وَلَا غَیْرِ ذٰلِكَ، كُلُّهٗ نَذْرُ مَعْصِیَةٍ .

''علمائے اسلام کا کہنا ہے کہ قبروں پر مساجد بنانا جائز نہیں ہے۔ان کا یہ بھی کہنا

ہے کہ کسی قبر اور وہاں بیٹھے مجاورین کیلئے کسی قسم کی چیز ،مثلاً درہم و دینار، تیل، موم بتی، جانور وغیرہ بغرضِ نذر لانا جائز نہیں، کیونکہ یہ تمام نذریں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر مبنی ہیں۔''(مجموع الفتاوی : 77/27)

③ حافظ سیوطی لکھتے ہیں:

فَأَمَّا بِنَاءُ الْمَسَاجِدِ عَلَيْهَا، وَإِشْعَالُ الْقَنَادِيْلِ وَالشُّمُوْعِ أَوِ السُّرُجِ عِنْدَهَا؛ فَقَدْ لُعِنَ فَاعِلُهُ۔۔۔، وَصَرَّحَ عَامَّةُ عُلَمَاءِ الطَّوائِفِ بِالنَّهْيِ عَنْ ذٰلِكَ مُتَابَعَةً لِّلْأَحَادِيْثِ الْوَارِدَةِ فِي النَّهْيِ عَنْ ذٰلِكَ، وَلَا رَيْبَ فِي الْقَطْعِ بِتَحْرِيْمِهٖ .

''قبروں پر مساجد بنانے،وہاں لالٹینیں وشمعیں جلانے والے پر لعنت کی گئی ہے۔۔۔مختلف مکاتبِ فکر کے اکثر علماءِ کرام نے اس کی ممانعت پر مبنی احادیث کی پیروی میں واضح طور پر اس سے منع کیا ہے۔اس کام کو قطعی طور پر حرام کہنے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔''(الأمر بالاتّباع : 60،59)

❁ نیز لکھتے ہیں:

فَهٰذِهِ الْمَسَاجِدُ الْمَبْنِيَةُ عَلَى الْقُبُوْرِ يَتَعَيَّنُ إِزَالَتُهَا، هٰذَا مِمَّا لَا خِلَافَ فِيْهِ بَيْنَ الْعُلَمَاءِ الْمَعْرُوْفِيْنَ، وَتُكْرَهُ الصَّلَاةُ فِيْهَا مِنْ غَيْرِ خِلَافٍ .

''معروف علما کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قبروں پر تعمیر شدہ مسجدیں منہدم کرنا ضروری ہے، نیز وہاں نماز پڑھنا بھی بالاتفاق مکروہ ہے۔''

(الأمر بالاتّباع، ص : 115، وفي نسخة : 61)

④ حافظ نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَاتَّفَقَتْ نُصُوصُ الشَّافِعِيِّ وَالْأَصْحَابِ عَلٰى كَرَاهَةِ بِنَاءِ مَسْجِدٍ عَلَى الْقَبْرِ، سَوَاءٌ كَانَ الْمَيِّتُ مَشْهُورًا بِالصَّلَاحِ، أَوْ غَيْرِهِ، لِعُمُومِ الْأَحَادِيثِ.

''امام شافعی رحمہ اللہ اور ان کے اصحاب کے فتاویٰ قبر پر مسجد بنانے کے مکروہ ہونے پر متفق ہیں۔حدیث کے عموم کے پیش نظر میت نیک ہو یا بد،اس معاملے میں برابر ہے۔''(المجموع شرح المهذّب: 316/5)

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ سے ایک سوال ہوا،اس کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

مَسْأَلَةٌ: مَقْبَرَةٌ مُّسَبَّلَةٌ لِّلْمُسْلِمِيْنَ، بَنٰى إِنْسَانٌ فِيْهَا مَسْجِدًا، وَجَعَلَ فِيْهَا مِحْرَابًا، هَلْ يَجُوْزُ ذٰلِكَ؟ وَهَلْ يَجِبُ هَدْمُهٗ؟

اَلْجَوَابُ: لَا يَجُوْزُ لَهٗ ذٰلِكَ، وَيَجِبُ هَدْمُهٗ.

''سوال:اگر کوئی شخص مسلمانوں کے لیے وقف شدہ عام قبرستان میں مسجد اور محراب بناتا ہے،تو کیا یہ جائز ہے؟ نیز کیا اسے گرا دینا فرض ہے؟

جواب:ایسا کرنا جائز نہیں،نیز اسے گرا دینا فرض ہے۔''(فتاوی النووي، ص: 65)

❀ مزید لکھتے ہیں:

قَالَ الشَّافِعِيُّ فِي الْأُمِّ: وَرَأَيْتُ الْأَئِمَّةَ بِمَكَّةَ يَأْمُرُونَ بِهَدْمِ مَا يُبْنٰى، وَيُؤَيِّدُ الْهَدْمَ قَوْلُهٗ: «وَلَا قَبْرًا مُّشْرِفًا؛ إِلَّا سَوَّيْتَهٗ».

''امام شافعی رحمہ اللہ نے کتاب الام میں کہا ہے:میں نے مکہ مکرمہ میں ائمہ کرام کو دیکھا کہ وہ (قبروں پر بنائی گئی عمارات وغیرہ کو) منہدم کرنے کا حکم دیتے تھے،نیز

انہدام کی تائید آپ ﷺ کے اس فرمان سے ہوتی ہے کہ ہر اونچی قبر کو برابر کر دو۔''

(شرح صحیح مسلم : 27/7)

⑤ علامہ برکوی حنفی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

وَقَدْ صَرَّحَ عَامَّةُ الطَّوَائِفِ بِالنَّهْيِ عَنْ بِنَاءِ الْمَسَاجِدِ عَلَيْهَا، وَالصَّلَاةِ إِلَيْهَا .

''اکثر اسلامی مکاتبِ فکر نے قبروں پر مساجد بنانے اور ان کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنے کی واضح طور پر ممانعت کی ہے۔''(زيارة القبور، ص : 4)

⑥ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

وَأَمَّا الْبِنَاءُ عَلَيْهِ؛ فَلَمْ أَرَ مَنِ اخْتَارَ جَوَازَهٗ .

''قبر پر عمارت بنانے کو جائز قرار دینے والے کسی اہل علم کو میں نہیں جانتا۔''

(حاشية ابن عابدين :601/1)

⑦ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ، حدیثِ عائشہ رضی اللہ عنہا سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

هٰذَا يُحَرِّمُ عَلَى الْمُسْلِمِينَ أَنْ يَتَّخِذُوا قُبُورَ الْأَنْبِيَاءِ وَالْعُلَمَاءِ وَالصَّالِحِينَ مَسَاجِدَ .

''یہ حدیث انبیاءِ کرام، علما اور نیک لوگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنانا مسلمانوں پر حرام قرار دیتی ہے۔''(التمهيد لما في المؤطّأ من المعاني والأسانيد :186/1)

⑧ مشہور مفسر، علامہ قرطبی رحمہ اللہ (600-671ھ) سورۂ کہف کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

فَاتِّخَاذُ الْمَسَاجِدِ عَلَى الْقُبُورِ، وَالصَّلَاةُ فِيهَا، وَالْبِنَاءُ عَلَيْهَا، إِلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ، مِمَّا تَضَمَّنَتْهُ السُّنَّةُ مِنَ النَّهْيِ عَنْهُ؛ مَمْنُوعٌ لَّا يَجُوزُ .

''قبروں پر مساجد، ان میں نماز، ان پر عمارت بنانا اور دیگر وہ امور جن سے سنت

نے منع فرمایا ہے، وہ ممنوع اور حرام ہیں۔''(تفسیر القرطبي :379/1)

❁ نیز فرماتے ہیں:

وَأَمَّا تَعْلِيَةُ الْبِنَاءِ الْكَثِيرِ عَلٰى نَحْوِ مَا كَانَتِ الْجَاهِلِيَّةُ تَفْعَلُهُ تَفْخِيمًا وَّتَعْظِيمًا؛ فَذٰلِكَ يُهْدَمُ وَيُزَالُ، فَإِنَّ فِيهِ اسْتِعْمَالُ زِينَةِ الدُّنْيَا فِي أَوَّلِ مَنَازِلِ الْآخِرَةِ، وَتَشَبُّهًا بِمَنْ كَانَ يُعَظِّمُ الْقُبُورَ وَيَعْبُدُهَا، وَبِاعْتِبَارِ هٰذِهِ الْمَعَانِي وَظَاهِرِ النَّهْيِ أَنْ يَّنْبَغِيَ أَنْ يُّقَالَ : هُوَ حَرَامٌ .

''رہا قبروں پر اہل جاہلیت کی طرح تکریم وتعظیم کے لیے عمارتیں بلند کرنا، تو اسے منہدم کر کے ختم کر دیا جائے گا، کیونکہ اس طرح دنیا کی زینت کو آخرت کی سب سے پہلی منزل میں استعمال کیا جاتا ہے، نیز اس سے ان لوگوں کی مشابہت لازم آتی ہے جو قبروں کی تعظیم وعبادت کرتے ہیں۔ ان معانی کے اعتبار سے اور ظاہر ممانعت کو دیکھتے ہوئے اسے حرام قرار دینا ضروری ہے۔''(تفسیر القرطبي : 381/10)

❁ نیز فرماتے ہیں:

قَالَ عُلَمَاؤُنَا : وَهٰذَا يُحَرِّمُ عَلَى الْمُسْلِمِينَ أَنْ يَّتَّخِذُوا قُبُورَ الْأَنْبِيَاءِ وَالْعُلَمَاءِ مَسَاجِدَ .

''علماءِ اسلام نے کہا ہے کہ یہ دلائل مسلمانوں پر انبیا اور علما کی قبروں پر مساجد بنانے کو حرام قرار دیتے ہیں۔''(تفسیر القرطبي :380/1)

⑨ شیخ الاسلام، ابن تیمیہ رحمہ اللہ (661-728ھ) فرماتے ہیں:

فَهٰذِهِ الْمَسَاجِدُ الْمَبْنِيَّةُ عَلٰى قُبُوْرِ الْأَنْبِيَاءِ، وَالصَّالِحِيْنَ، وَالْمُلُوْكِ وَغَيْرِهِمْ، يَتَعَيَّنُ إِزَالَتُهَا بِهَدْمٍ أَوْ بِغَيْرِهٖ، هٰذَا مِمَّا لَا أَعْلَمُ فِيْهِ خِلَافًا بَيْنَ الْعُلَمَاءِ الْمَعْرُوْفِيْنَ، وَتُكْرَهُ الصَّلَاةُ فِيْهَا مِنْ غَيْرِ خِلَافٍ

أَعْلَمُهُ، وَلَا تَصِحُّ عِنْدَنَا فِي ظَاهِرِ الْمَذْهَبِ لِأَجْلِ النَّهْيِ وَاللَّعَنِ الْوَارِدِ فِي ذٰلِكَ، وَلِأَحَادِيْثَ أُخَرَ.

''انبیاءِ کرام، صالحین اور بادشاہوں وغیرہ کی قبروں پر بنائی گئی ان مساجد کو منہدم کرنا یا کسی دوسرے طریقے سے ختم کرنا ضروری ہے۔ میرے علم کے مطابق اس بارے میں مشہور علما کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ بلا اختلاف ان مسجدوں میں نماز بھی مکروہ ہے۔ اس حدیث اور دیگر احادیث میں مذکور ممانعت اور لعنت کی بنا پر ہمارا ظاہر مذہب یہی ہے کہ ایسا کرنا ناجائز ہے۔''

(اقتضاء الصراط المستقیم لمخالفة أصحاب الجحیم : 287/2)

❁ نیز فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَ الْأَئِمَّةُ أَنَّهٗ لَا يُبْنٰى مَسْجِدٌ عَلٰى قَبْرٍ، لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوا يَتَّخِذُونَ الْقُبُورَ مَسَاجِدَ، أَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُورَ مَسَاجِدَ، فَإِنِّي أَنْهَاكُمْ عَنْ ذٰلِك»، وَأَنَّهٗ لَا يَجُوزُ دَفْنُ مَيِّتٍ فِي مَسْجِدٍ، فَإِنْ كَانَ الْمَسْجِدُ قَبْلَ الدَّفْنِ غُيِّرَ، إِمَّا بِتَسْوِيَةِ الْقَبْرِ، وَإِمَّا بِنَبْشِهٖ إِنْ كَانَ جَدِيدًا، وَإِنْ كَانَ الْمَسْجِدُ بُنِيَ بَعْدَ الْقَبْرِ، فَإِمَّا أَنْ يُّزَالَ الْمَسْجِدُ، وَإِمَّا أَنْ تُزَالَ صُورَةُ الْقَبْرِ، فَالْمَسْجِدُ الَّذِي عَلَى الْقَبْرِ؛ لَا يُصَلَّى فِيهِ فَرْضٌ وَّلَا نَفْلٌ، فَإِنَّهٗ مَنْهِيٌّ عَنْهُ.

''ائمہ کرام کا اتفاق ہے کہ قبر پر مسجد نہ بنائی جائے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم سے پہلے لوگ قبروں پر مسجدیں بناتے تھے، خبردار، تم قبروں کو سجدہ گاہ مت بناؤ، میں تمہیں اس سے منع کرتا ہوں۔ اسی طرح مسجد میں میت کو دفن کرنا

بھی جائز نہیں، اگر مسجد دفن کرنے سے پہلے بنی ہو، تو قبر کو برابر کر دیا جائے یا اگر قبر نئی ہے تو اُسے اکھاڑ دیا جائے۔ اگر مسجد بعد میں بنائی گئی ہو، تو ایسی صورت میں یا تو مسجد کو ختم کر دیا جائے، یا قبر کی صورت ختم کر دی جائے۔ قبر پر بنائی گئی مسجد میں فرض یا نفل کوئی بھی نماز پڑھنا ممنوع ہے۔''

(مجموع الفتاوٰی: 22/194، 195)

❁ مزید فرماتے ہیں:

وَالْمَقْصُودُ هَاهُنَا أَنَّ الصَّحَابَةَ وَالتَّابِعِينَ لَهُمْ بِإِحْسَانٍ لَّمْ يَبْنُوا قَطُّ عَلٰى قَبْرِ نَبِيٍّ وَّلَا رَجُلٍ صَالِحٍ مَّسْجِدًا، وَلَا جَعَلُوهُ مَشْهَدًا وَّمَزَارًا، وَلَا عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ آثَارِ الْأَنْبِيَاءِ، مِثْلَ مَكَانٍ نَّزَلَ فِيهِ أَوْ صَلّٰى فِيهِ، أَوْ فَعَلَ فِيهِ شَيْئًا مِّنْ ذٰلِكَ، لَمْ يَكُونُوا يَقْصِدُونَ بِنَاءَ مَسْجِدٍ لِّأَجْلِ آثَارِ الْأَنْبِيَاءِ وَالصَّالِحِينَ .

''غرضیکہ صحابہ و تابعین نے کبھی بھی کسی نبی یا کسی نیک شخص کی قبر پر مسجد نہیں بنائی، نہ کسی کی قبر کو مزار و دربار بنایا۔ انہوں نے تو انبیاء کرام کے آثار میں سے کسی اثر، مثلاً جس جگہ نبی اکرم ﷺ نے پڑاؤ کیا یا نماز ادا کی یا کوئی اور کام کیا، وہاں پر انبیا و صالحین کے آثار کی بنا پر مسجد بنانے کا قصد نہیں کیا۔''

(مجموع الفتاوی: 17/466)

❁ نیز فرماتے ہیں:

فَهٰذِهِ الْمَسَاجِدُ الْمَبْنِيَّةُ عَلٰى قُبُورِ الْأَنْبِيَاءِ، وَالصَّالِحِينَ، وَالْمُلُوكِ وَغَيْرِهِمْ، يَتَعَيَّنُ إِزَالَتُهَا بِهَدْمٍ أَوْ بِغَيْرِهٖ، هٰذَا مِمَّا لَا أَعْلَمُ فِيهِ خِلَافًا بَيْنَ الْعُلَمَاءِ الْمَعْرُوفِينَ، وَتُكْرَهُ الصَّلَاةُ فِيهَا مِنْ غَيْرِ خِلَافٍ أَعْلَمُهٗ .

''انبیا و صالحین اور بادشاہوں وغیرہ کی قبروں پر بنی ہوئی مسجدوں کو گرا کر یا کسی اور طریقے سے ختم کرنا ضروری ہے۔اس مسئلے میں معروف اہل علم میں کوئی اختلاف مجھے معلوم نہیں، نیز ایسی مساجد میں نماز کی ادائیگی بھی بالاتفاق مکروہ ہے۔''

(اقتضاء الصراط المستقیم : 187/2)

❁ ایک مقام پر لکھتے ہیں :

وَالنَّصَارٰی کَثِیرًا مَّا یُعَظِّمُونَ آثَارَ الْقِدِّیْسِیْنَ مِنْهُمْ، فَلَا یُسْتَبْعَدُ أَنَّهُمْ أَلْقَوْا إِلٰی بَعْضِ جُهَّالِ الْمُسْلِمِینَ أَنَّ هٰذَا قَبْرُ بَعْضِ مَنْ یُعَظِّمُهُ الْمُسْلِمُونَ لِیُوَافِقُوهُمْ عَلٰی تَعْظِیمِهٖ، کَیْفَ لَا؟ وَهُمْ قَدْ أَضَلُّوا کَثِیرًا مِّنْ جُهَّالِ الْمُسْلِمِینَ، حَتّٰی صَارُوا یُعَمِّدُونَ أَوْلَادَهُمْ، وَیَزْعُمُونَ أَنَّ ذٰلِكَ یُوْجِبُ طُوْلَ الْعُمْرِ لِلْوَلَدِ، وَحَتّٰی جَعَلُوهُمْ یَزُورُونَ مَا یُعَظِّمُونَهٗ مِنَ الْکَنَائِسِ وَالْبِیَعِ، وَصَارَ کَثِیرٌ مِّنْ جُهَّالِ الْمُسْلِمِینَ یَنْذِرُونَ لِلْمَوَاضِعِ الَّتِي یُعَظِّمُهَا النَّصَارٰی، کَمَا قَدْ صَارَ کَثِیرٌ مِّنْ جُهَّالِهِمْ یَزُورُونَ کَنَائِسَ النَّصَارٰی وَیَلْتَمِسُونَ الْبَرَکَةَ مِنْ قِسِّیسِیهِمْ وَرَهَابِینِهِمْ وَنَحْوِهِمْ، وَالَّذِینَ یُعَظِّمُونَ الْقُبُورَ وَالْمَشَاهِدَ لَهُمْ شَبَهٌ شَدِیدٌ بِالنَّصَارٰی، حَتّٰی إِنِّي لَمَّا قَدِمْتُ الْقَاهِرَةَ اجْتَمَعَ بِي بَعْضُ مُعَظِّمِیهِمْ مِنَ الرُّهْبَانِ، وَنَاظَرَنِي فِي الْمَسِیحِ وَدِینِ النَّصَارٰی، حَتّٰی بَیَّنْتُ لَهٗ فَسَادَ ذٰلِكَ وَأَجَبْتُهٗ عَمَّا یَدَّعِیهِ مِنَ الْحُجَّةِ، وَبَلَغَنِي بَعْدَ ذٰلِكَ أَنَّهٗ صَنَّفَ کِتَابًا فِي الرَّدِّ عَلَی الْمُسْلِمِینَ، وَإِبْطَالِ نُبُوَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، وَأَحْضَرَهٗ إِلَيَّ بَعْضُ الْمُسْلِمِینَ، وَجَعَلَ یَقْرَؤُهٗ عَلَيَّ

لِأُجِيبَ عَنْ حُجَجِ النَّصَارٰى وَأُبَيِّنَ فَسَادَهَا، وَكَانَ مِنْ أَوَاخِرِ مَا خَاطَبْتُ بِهِ النَّصْرَانِيَّ أَنْ قُلْتُ لَهٗ : أَنْتُمْ مُّشْرِكُونَ، وَبَيَّنْتُ مِنْ شِرْكِهِمْ مَا هُمْ عَلَيْهِ مِنَ الْعُكُوفِ عَلَى التَّمَاثِيلِ وَالْقُبُورِ وَعِبَادَتِهَا وَالِاسْتِغَاثَةِ بِهَا، قَالَ لِي : نَحْنُ مَا نُشْرِكُ بِهِمْ وَلَا نَعْبُدُهُمْ، وَإِنَّمَا نَتَوَسَّلُ بِهِمْ كَمَا يَفْعَلُ الْمُسْلِمُونَ إِذَا جَائُوا إِلٰى قَبْرِ الرَّجُلِ الصَّالِحِ، فَيَتَعَلَّقُونَ بِالشُّبَّاكِ الَّذِي عَلَيْهِ وَنَحْوَ ذٰلِكَ، فَقُلْتُ لَهٗ : وَهٰذَا أَيْضًا مِّنَ الشِّرْكِ، لَيْسَ هٰذَا مِنْ دِينِ الْمُسْلِمِينَ، وَإِنْ فَعَلَهُ الْجُهَّالُ، فَأَقَرَّ أَنَّهٗ شِرْكٌ، حَتّٰى إِنَّ قِسِّيسًا كَانَ حَاضِرًا فِي هٰذِهِ الْمَسْأَلَةِ، فَلَمَّا سَمِعَهَا قَالَ : نَعَمْ، عَلٰى هٰذَا التَّقْدِيرِ نَحْنُ مُشْرِكُونَ، وَكَانَ بَعْضُ النَّصَارٰى يَقُولُ لِبَعْضِ الْمُسْلِمِينَ : لَنَا سَيِّدٌ وَّسَيِّدَةٌ، وَلَكُمْ سَيِّدٌ وَّسَيِّدَةٌ، لَنَا السَّيِّدُ الْمَسِيحُ وَالسَّيِّدَةُ مَرْيَمُ، وَلَكُمُ السَّيِّدُ الْحُسَيْنُ وَالسَّيِّدَةُ نَفِيسَةُ، فَالنَّصَارٰى يَفْرَحُونَ بِمَا يَفْعَلُهٗ أَهْلُ الْبِدَعِ وَالْجَهْلِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، مِمَّا يُوَافِقُ دِينَهُمْ وَيُشَابِهُونَهُمْ فِيهِ، وَيُحِبُّونَ أَنْ يَّقْوٰى ذٰلِكَ وَيَكْثُرَ، وَيُحِبُّونَ أَنْ يَّجْعَلُوا رُهْبَانَهُمْ مِّثْلَ عُبَّادِ الْمُسْلِمِينَ، وَقِسِّيسِيهِمْ مِّثْلَ عُلَمَاءِ الْمُسْلِمِينَ، وَيُضَاهِئُوْنَ الْمُسْلِمِينَ، فَإِنَّ عُقَلَائَهُمْ لَا يُنْكِرُونَ صِحَّةَ دِينِ الْإِسْلَامِ، بَلْ يَقُولُونَ : هٰذَا طَرِيقٌ إِلَى اللّٰهِ، وَهٰذَا طَرِيقٌ إِلَى اللّٰهِ، وَلِهٰذَا يَسْهُلُ إِظْهَارُ الْإِسْلَامِ عَلٰى كَثِيرٍ مِّنَ الْمُنَافِقِينَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا مِنْهُمْ، فَإِنَّ عِنْدَهُمْ أَنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالنَّصَارٰى كَأَهْلِ

الْمَذَاهِبِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، بَلْ يُسَمُّونَ الْمِلَلَ مَذَاهِبَ .

''نصاریٰ اکثر اپنے ولیوں اور خدا رسیدہ بزرگوں کی قبروں کی حد درجہ تعظیم کرتے ہیں۔بعید نہیں کہ انہوں نے ہی بعض جاہل مسلمانوں کے ذہن میں یہ بات ڈال دی ہو کہ یہ قبر کسی ایسے بزرگ کی ہے،جس کی مسلمان بہت تعظیم کرتے تھے، تاکہ قبروں کی تعظیم میں مسلمان بھی عیسائیوں کے ہم خیال ہو جائیں۔یہ بات بعید ہو بھی کیونکر سکتی ہے؟نصاریٰ نے مسلمانوں میں سے بہت سے جاہلوں کو گمراہ کر دیا ہے، حتی کہ جاہل مسلمان بھی عیسائیوں کی طرح اپنی اولادوں کو اس غرض سے ''بپتسمہ''(عیسائیوں کے ہاں مقدس پانی کے چھینٹے) لگاتے ہیں کہ یہ عمل بچے کی عمر میں طوالت کا موجب ہے۔یہاں تک کہ عیسائیوں نے مسلمانوں کو اس حد تک گمراہ کر دیا کہ جاہل مسلمان بھی یہود و نصاریٰ کے عبادت خانوں کی زیارت اور تعظیم کرنے لگے ہیں۔بہت سے جاہل مسلمان بھی ان مقامات پر نذر و نیاز چڑھانے لگے،جن مقامات کی نصاریٰ تعظیم کرتے ہیں۔نوبت یہاں تک جا پہنچی ہے کہ بعض جاہل مسلمان نصاریٰ کے گرجوں کی زیارت کر کے ان کے پادریوں اور صوفیوں وغیرہ سے تبرک حاصل کرنے لگے ہیں۔

جو لوگ قبروں اور خانقاہوں کی تعظیم کرتے ہیں،ان کی نصاریٰ کے ساتھ بہت زیادہ مشابہت ہے،چنانچہ جب میں قاہرہ آیا تو نصاریٰ کا ایک بڑا راہب میرے پاس آیا اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور دینِ نصاریٰ کے متعلق میرے ساتھ مناظرہ کرنے لگا،یہاں تک کہ میں نے مروجہ عیسائیت کی خرابیوں کو واضح کر دیا اور اس کے تمام دلائل کا جواب دے دیا۔بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ انہوں نے مسلمانوں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے رد میں ایک کتاب لکھی ہے۔ایک مسلمان میرے پاس وہ کتاب لے آیا اور اسے میرے سامنے پڑھنے لگا،تاکہ میں نصاریٰ کے دلائل کا

جواب دوں اور ان کی خرابیوں کو واضح کروں۔اس عیسائی راہب کے ساتھ آخری مناظرے میں مَیں نے کہا:تم مشرک لوگ ہو۔ان کے مشرک ہونے کی وجہ یہ بیان کی کہ تم قبروں کے مجاور، بت پرست، قبروں کے پجاری اور ان سے مدد مانگنے والے ہو۔یہ سن کر اس نے کہا:نہ ہم ان بزرگوں کو شریک ٹھہراتے ہیں، نہ ہی ان کی عبادت کرتے ہیں، بلکہ ہم تو انہیں وسیلہ بناتے ہیں،جس طرح مسلمان فوت شدگان کو وسیلہ بناتے ہیں،نیز مسلمان کسی نیک آدمی کی قبر پر جاتے ہیں، اس کی کھڑکیوں سے جا چمٹتے ہیں اور اسی طرح کے دیگر کام کرتے ہیں۔

میں نے اسے کہا:یہ سب کچھ شرک ہے، دینِ اسلام سے اس کا کوئی تعلق نہیں، اگرچہ کچھ جاہل لوگ یہ کام کرتے ہیں۔اس پر اس نے اقرار کر لیا کہ یہ شرک ہے،یہاں تک کہ ایک عیسائی پادری بھی وہاں موجود تھا،جب اس نے یہ بات سنی،تو اس نے کہا:جی ہاں!اس بنا پر تو ہم مشرک ہی ٹھہرے۔

کچھ عیسائی مسلمانوں سے کہتے ہیں:ہمارا بھی ایک سید اور ایک سیدہ ہیں،آپ کا بھی ایک سید اور ایک سیدہ ہیں۔ہمارے سید مسیح علیہ السلام اور سیدہ مریم رضی اللہ عنہا ہیں،جبکہ آپ کے لئے سید حسین رضی اللہ عنہ اور سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

جاہل اور بدعتی مسلمانوں کے شرک و بدعت والے کاموں سے عیسائی بڑے خوش ہوتے ہیں، کیونکہ یہ ان کے دین سے موافقت اور مشابہت رکھتے ہیں۔وہ یہی چاہتے ہیں کہ یہ کام مسلمانوں میں مزید مضبوط اور زیادہ ہو جائیں۔ان کی تو خواہش ہے کہ ان کے راہب مسلمانوں کے درباریوں کی طرح بن جائیں اور ان کے پادری مسلمان علما کی مانند ہو جائیں۔یوں وہ مسلمانوں سے مشابہت اختیار کر لیں۔نصاریٰ کے دانش وَر لوگ دین اسلام کی صداقت کے انکاری نہیں، بلکہ وہ کہتے ہیں کہ نصرانیت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف ایک راستہ ہے اور اسلام بھی ایک

راستہ۔ اسی لئے ان میں سے اکثر منافقین کیلئے اظہارِ اسلام آسان ہو گیا ہے، کیونکہ ان کے نزدیک اسلام اور عیسائیت ایسے ہی ہے جیسے مسلمانوں کے باہمی مذاہب ہیں، یعنی انہوں نے ملتوں کو مسلک کہنا شروع کر دیا ہے۔''

(مجموع الفتاوٰی: 27/460-462)

⑩ علامہ، ابن قیم رحمہ اللہ (691-751ھ) فرماتے ہیں:

فَمِنَ الْأَنْصَابِ مَا قَدْ نَصَبَهُ الشَّيْطَانُ لِلْمُشْرِكِينَ؛ مِنْ شَجَرَةٍ، أَوْ عُمُودٍ، أَوْ وَثَنٍ، أَوْ قَبْرٍ، أَوْ خَشَبَةٍ، أَوْ غَيْرِ ذٰلِكَ، وَالْوَاجِبُ هَدْمُ ذٰلِكَ كُلِّهٖ، وَمَحْوُ أَثَرِهٖ، كَمَا أَمَرَ النَّبِيّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ عَلِيًّا رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِهَدْمِ الْقُبُورِ الْمُشَرَّفَةِ، وَتَسْوِيَتِهَا بِالْأَرْضِ.

''شیطان نے مشرکین کے لیے درختوں، ستونوں، تھانوں، قبروں یا لکڑیوں وغیرہ کی صورت میں جو بت قائم کیے ہیں، ان سب کو منہدم کرنا اور ان کے آثار ختم کرنا ضروری ہے، جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بلند قبروں کو گرانے اور زمین کے ساتھ برابر کرنے کا حکم فرمایا۔''

(إغاثة اللهفان من مصايد الشيطان: 1/209)

⑪ علامہ، ابن الحاج رحمہ اللہ (م: 737ھ) لکھتے ہیں:

فَهٰذَا إِجْمَاعٌ مِّنْ هٰؤُلَاءِ الْعُلَمَاءِ الْمُتَأَخِّرِينَ، فَكَيْفَ يَجُوزُ الْبِنَاءُ فِيهَا؟ فَعَلٰى هَذَا؛ فَكُلُّ مَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ، فَقَدْ خَالَفَهُمْ.

''یہ متاخرین علما کی طرف سے پختہ اور بلند قبروں کو گرانے پر اجماع ہے۔ اس صورت میں قبروں پر قبے وغیرہ بنانا کیسے جائز ہو گا؟ اس لیے جو بھی ایسا کرے گا، وہ ان اہل علم کا مخالف ہو گا۔'' (المدخل: 1/182، وفي نسخة: 1/253)

⑫ حنفی مذہب کی معتبر کتاب میں لکھا ہے:

وَيُكْرَهُ أَنْ يُّبْنٰى عَلَى الْقَبْرِ مَسْجِدٌ أَوْ غَيْرُهٗ، كَذَا فِي السِّرَاجِ الْوَهَّاجِ، وَيُكْرَهُ عِنْدَ الْقَبْرِ مَا لَمْ يُعْهَدْ مِنَ السُّنَّةِ، وَالْمَعْهُودُ مِنْهَا لَيْسَ إِلَّا زِيَارَتُهٗ وَالدُّعَاءُ عِنْدَهٗ قَائِمًا، كَذَا فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ.

''قبر پر مسجد یا کوئی اور عمارت بنانا مکروہ ہے۔السراج الوہاج میں اسی طرح ہے۔ نیز قبر کے پاس وہ کام کرنا بھی مکروہ ہیں، جو سنت سے ثابت نہیں۔سنت سے صرف یہی ثابت ہے کہ قبر کی زیارت کی جائے اور اس کے پاس کھڑے ہو کر (صاحبِ قبر کے لیے) دُعا کی جائے۔البحر الرائق میں یہی لکھا ہے۔''

(الفتاوى الهندية :166/1)

⑬ علامہ آلوسی بغدادی نے ابن حجر ہیتمی سے نقل کیا ہے:

وَقَدْ أَفْتٰى جَمْعٌ بِهَدْمِ كُلِّ مَا بِقُرَافَةِ مِصْرَ مِنَ الْأَبْنِيَةِ، حَتّٰى قُبَّةَ الْإِمَامِ الشَّافِعِيِّ عَلَيْهِ الرَّحْمَةُ، الَّتِي بَنَاهَا بَعْضُ الْمُلُوْكِ، وَيَنْبَغِي لِكُلِّ أَحَدٍ هَدْمُ ذٰلِكَ مَا لَمْ يُخْشَ مِنْهُ مَفْسَدَةٌ، فَيَتَعَيَّنُ الرَّفْعُ لِلْإِمَامِ أَخْذًا مِّنْ كَلَامِ ابْنِ الرُّفْعَةِ فِي الصُّلْحِ.

''مصر کے قبرستان میں جتنی بھی قبروں پر عمارتیں ہیں، حتی کہ امام شافعی کی قبر پر بعض بادشاہوں کا بنایا ہوا قبہ بھی، ان سب کے منہدم کرنے کا علماءِ کرام کے جم غفیر نے فتویٰ دیا ہے۔اگر فتنہ وفساد کا خدشہ نہ ہو، تو ہر ایک کے لیے انہیں منہدم کرنا فرض ہے۔حاکم کے سامنے یہ معاملہ اٹھانا ضروری ہے، جیسا کہ صلح کے باب میں ابن رفعہ کی کلام سے معلوم ہوتا ہے۔''(روح المعاني : 226/8)